خانم

عظیم بیگ چغتائی

ایک لازوال ناول

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.

شکریہ

میں اپنے محسن خاص اردو کے حامی عالی جناب فرماں روائے ریاست جاورہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ ہز ہائی نس نے اس ناچیز تصنیف کو اپنے نام نامی سے منسوب کیے جانے کی اجازت عطا فرمائی اور یہ اس دلچسپی کی ادنیٰ مثال ہے جو سرکار والا تبار کو اردو تصانیف سے بالعموم اور کادمان قدیم کی تصانیف سے بالخصوص ہے۔

میں اپنی عزیز اور قابل بہن اردو کی مایہ ناز ادیبہ محترمہ مس حجاب اسمٰعیل (مسز حجاز امتیاز علی تاج) کا بے حد ممنون ہوں کہ بہن موصوفہ نے میری اس ناچیز تصنیف پر ایک ایسا دلچسپ اور مفید مقدمہ تحریر فرمایا جس سے کتاب کی منزلت دوبارہ ہو گئی میں اسے بہ فخر اور شکریہ کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔

چغتائی منزل جودھپور

۱۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء

عظیم بیگ چغتائی

All rights reserved. ©2002-2006

چند خامیاں

قبل اس کے کہ یہ کتاب پڑھیں بہتر ہے کہ سب سے پہلے اس کتاب کی چند خامیاں متعلق ترتیب وغیرہ معلوم کر لیں تا کہ غلط فہمی کے سبب قصہ کا لطف نہ جاتا رہے۔

اس کتاب کو مسلسل اخلاقی ناول کے بہتر ہے کہ تفریحی افسانوں کا مجموعہ سمجھیں جو قطعی کسی اخلاقی نیت سے نہیں لکھے گئے۔ ہر افسانہ کا مقصد واحد صرف تفریح اور فسانہ نگاری ہے۔

ہی محض خیالی اور تفریحی افسانے ہیں اور کسی احمق یا اس کی بیوی کے ملفوظات یا سوانح حیات ہرگز نہیں ہیں۔

ایک افسانے کا دوسرے افسانے سے کسی قسم کا افسانوی ربط یا تعلق نہ قائم کیجئے۔ اور کسی بھی کسی افسانے کو ایک مسلسل افسانے کا بان مت تصور کیجئے ورنہ متضاد باتیں افسانہ کا لطف کھو دیں گی۔

چنانچہ سب افسانے کسی ایک ہی مقام یا ایک ہی مکان اور فضا سے ہرگز متعلق نہ سمجھیں۔

افسانوں کا تسلسل بلحاظ وقت بھی صحیح نہیں رکھا گیا ہے بلکہ بالکل الٹ پلٹ ہے۔ وقت کے لحاظ سے افسانوں کی ترتیب قصداً غلط کر دی گئی ہے تا کہ اگر کسی جگہ افسانوں کا سلسلہ آپس میں ملتا بھی ہو تو نہ مل سکے لہذا افسانوں کی ترتیب کے متعلق عرض ہے کہ بسا اوقات پہلے کے واقعات بعد میں اور بعد کے واقعات وقت کے اعتبار سے پہلے ملیں گے لہذا تعین اوقات کے خیال سے افسانوں کا لطف ضائع نہ کریں۔

عظیم بیگ چغتائی

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

خانم کے متعلق چند باتیں

یہ کتاب محض تفریحی افسانوں کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ معاشرت کے بعض ایسے دقیق مسئلوں کے حل سے معمور ہے جن کا تعلق ہماری روزمرہ زندگی سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو دور حاضرہ کا بہترین اصلاحی افسانہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا جو ایسے دل نشین پیرائے میں لکھا گیا ہے جسے پڑھ کر پژمردہ سے پژمردہ آدمی بھی دو گھڑی کے لیے شگفتہ ہو جائے۔

جو چیز اس کتاب میں آپ کو اپنی طرف زیادہ متوجہ کر دے گی وہ ایک نہایت ہی دلچسپ اہم معاشرتی مسئلہ ہوگا جسے ہم نے باوجود اس کی اہمیت کے لیے بالکل پس پشت ڈال رکھا ہے اور جو سب سے بڑا معاشرتی معمہ سب سے بڑی تمدنی شکل ہے جس پر درحقیقت ایک خانہ دار انسان کی زندگی کی کل خوشیوں کا دارومدار ہے یہ ہے ازدواجی زندگی، ازدواجی محبت ازدواجی اعتماد! گھریلو معاشرتی فضا!

جناب مرزا عظیم بیگ صاحب کے افسانوں کی اصل خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ شادی شدہ گھر میں ایک ایسی فردوسی فضا کو قائم کر دکھاتے ہیں جو صرف خیالی یا رومانٹک ہی نہیں سمجھی جاتی بلکہ ذرا سی کوشش، ذرا سی توجہ سے ہر بیاہے گھر میں پیدا کی جا سکتی ہے۔

مصنف نے خانم میں ازدواجی محبت اور یک دلی کی ایسی رنگین اور دل نشین داستان اس دلچسپ پیرائے میں بیان کی ہے جو آج کل بیہودہ افسانہ نگاری اور عشق وحسن کے فرضی افسانوں کی تردید کرتی ہے اور جسے پڑھ کر نوجوان مرد اور ہر خاتون کے دل میں یہ آرزو چٹکیاں لینے لگتی ہے کہ کاش ہماری گھریلو فضا بھی ازدواجی تعلق اور اعتماد کی ان برکات سے معمور ہو! جس کا ذکر ’’جگ بیتی‘‘ کے پیرائے میں نہیں بلکہ ’’آپ بیتی‘‘ کے طریق پر ’’خانم‘‘ میں کیا گیا ہے اور مشہور ہے کہ نقل سے اصل دلچسپ اور دل نشین ہوتا ہے۔

خانگی زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ بلاشبہ ازدواجی محبت اور اعتماد ہے۔ یہ وہ فرضی محبت نہیں ہے جو نوجوانوں کو شادی سے پہلے وارفتہ بنا کر مجنوں کا ہم پلہ بناتی ہے۔ اور پھر جونہی محبت کے متوالے، حیات ازدواج کی کڑی میں منسلک ہو کر مشترکہ زندگی کے دروازے میں داخل ہوتے ہیں تو یہ وارفتہ کر دینے والی محبت کھڑکی کے ذریعہ پر لگا کر اڑ جاتی ہے۔ اور محبت کا رومانس بلکہ یوں کہیے زندگی کے کل رومانس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس طرح شادی دونوں کے لیے جنجال بن جاتی ہے۔ خدا پناہ میں رکھے یہاں اس پاک محبت کی داستان بیان کی گئی یہ جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے زندگی کے آخری لمحوں تک ہمدردی کرنا سکھاتی ہے یہ محبت دیوانگی کی طرح موسم بہار کی سہانی ہواؤں اور ساون کی نیلی گھٹاؤں کو دیکھ نہیں بڑھتی بلکہ زندگی بتدریج بڑھتی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اتنی بڑھ جاتی ہے کہ محبت، پاکیزہ محبت، جائز محبت کا ایک محدود سمندر اس خوش نصیب جوڑے کو گھیر لیتا ہے۔ جس کی موجیں ان میں دو کامیاب زندگی کو انسانوں کے ساحل مقصود کی طرف لے جاتی ہیں۔

دراصل ہمیں آج کل ایسے ہی معاشرتی انسانوں کی اشد ضرورت ہے جو نوجوان تعلیم یافتہ آزاد منش طبقے کو گھر کی دلچسپیوں کی طرف متوجہ کر سکے اور ازدواجی زندگی کامیاب محبت کو ان کے آگے پیش کر کے انہیں گھر سے باہر کی ناجائز محبت کی بجائے پاکیزہ گھریلو محبت کے راستے بتائے اور انہیں سمجھا سکے کہ ”خانم“ کی توہین دنیا کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

مجھے برادرم عظیم بیگ صاحب کے اس شاہکار کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کیونکہ انہوں نے افسانہ نویسی کی ایک ایسی نئی روش اختیار کی ہے جو افسانہ نویسی کے اعتبار سے بے حد مفید ہے اور ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے افسانے کنوارے اور شادی شدہ دونوں کے لیے مفید ہیں کیونکہ ان تمام افسانوں میں جائز

محبت اور تعریف گھریلو عشق کی دلچسپیاں اور دلفریبیاں دکھائی گئی ہیں۔

شادی شدہ مرد پڑھیں گے تو اس مقولے کی صداقت پر سر تسلیم خم کریں گے کہ دنیا میں خانم (بیوی) کا وجود اس امر کا ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ مجھ سے خاص طور پر محبت کرتا ہے۔

کنوارے پڑھیں گے تو اس مقولے کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ:

''خانم (عورت) مجھ سے زیادہ سمجھ دار، زیادہ نیک زیادہ محنتی ہے اگر دنیا میں خانم نہ رہے تو میں چند ہی دنوں میں خونخوار درندہ بن جاؤں گا۔''

عورتیں پڑھیں گی تو وہ محبت شعار اور مہربان بیویاں بنیں گی اور ظاہر ہے کہ ایک گھر کو فردوس بنانے کے لیے اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی کہ بیوی وفادار، محبت شعار اور مہربان ہو اور شوہر نیک اور سعادت مند۔

بدقسمتی سے ہمارے ناولوں اور ہمارے افسانوں نے محبت کا مفہوم ہمیں کچھ اس طرح سمجھا دیا ہے کہ ہم شادی کو محبت کی ٹریجڈی اور زندگی کے خوشگوار خوابوں کا اختتام سمجھنے لگے ہیں، بقول مرزا صاحب ایک عشقیہ ناول کو وہیں ختم کر دیا جاتا ہے۔ جہاں سے دراصل اسے شروع ہونا چاہیے تھا۔ مرزا عظیم بیگ چغتائی ہمارے افسانہ نگاروں میں پہلے افسانہ نگار ہیں جنہیں شادی کے بعد محبت کو رومانس کا رنگ دینے کا خیال آیا اور ان کا یہ خیال اس قدر مبارک اور قابل تقلید ہے کہ ہر خانہ دار اور شریف آدمی اس کی تائید کرے گا اور ان افسانوں اور ناولوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے گا جو مرزا صاحب کے افسانوں کی تردید کرتے ہیں یعنی جو صرف شادی سے پہلے رنگین داستان بیان کرتے ہیں اور پھر جونہی ہیرو اور ہیروئن کی شادی ہو جاتی ہے محبت کے ساتھ خود بھی ختم ہو جاتے ہیں اور پھر پتہ نہیں چلتا کہ ازدواجی عشق کیا چیز ہے۔

ان فرضی عشقیہ قصوں نے ہمارے نوجوانوں کے خیالات بگاڑ رکھے ہیں ان کا دماغ بگاڑ رکھا ہے انہیں شادی سے بدگمان کر دیا ہے اور وہ شادی کو تمدنی زندگی کا ایک جنجال سمجھنے لگے ہیں ان کی یہ بدگمانی اور یہ نفرت ایک حد تک درست بھی ہے اس لیے کہ انہوں نے یہی سمجھ رکھا ہے کہ شادی محبت کی ٹریجڈی ہے کیونکہ تصور نے ان کے آگے شادی شدہ زندگی کی ایسی بھیانک تصویر کھینچی ہے جس نے انہیں اس سے متنفر اور متوحش کر دیا ہے۔

دوسری خوبی مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی کی کہانیوں میں ان کی جدت ہے یعنی وہ افسانہ نویسی نہیں بلکہ اس کی بجائے وقائع نگاری کو قائم کرنا چاہتے ہیں اور کسی مشہور مصنف کے اس مقولہ کو انہوں نے اپنی قصہ نویسی کا اصول بنایا ہے۔ کہ جو دیکھو وہ لکھو یعنی پڑھنے والے کو افسانے پر افسانہ کا گمان نہ ہو بلکہ وہ یہ سمجھے کہ وہ کسی زندگی کے صحیح واقعات کہانی کے پیرائے میں پڑھ رہا ہے۔ اصل سے نقل کہیں زیادہ بہتر ہے جگ بیتی سے آپ بیتی دلچسپ ہوتی ہے۔

خانم کے تمام ابواب معاشرتی زندہ دلی ازدواجی محبت سے لبریز ہیں اور ہر کہانی میں معاشرت کے کسی نہ کسی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حسین چہرہ ایک خاموش سفارش ہے۔ اس طرح اچھی کتاب بجائے خود ایک سفارش ہے اور اس کے لیے کسی دیباچے کی سچ پوچھئے تو ضرورت ہی نہیں۔

مس حجاب اسمٰعیل

تمہید

اے خانم تو اپنے گھر کے لوگوں سے رانیوں کی طرح بات چیت کر (وید)

دنیا میں خانم کا وجود اس امر کا ثبوت ہے کہ خداوند تعالیٰ مجھ سے خاص طور سے محبت کرتا ہے۔ (رامائن)

خانم کی توہین، دنیا کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ (مہابھارت)

نیک عورت دنیا کی روشنی اور بد عورت دنیا کی تاریکی اور خانم بخدا نیک ہے (اوپنشد)

اگر ایک طرف سے شہنشاہ آ رہا ہو اور دوسرے طرف سے خانم تو شہنشاہ کا فرض ہے ایک طرف ہٹ جائے اور خانم کو راستہ دے دے (منوسمرتی)

تمدن خانم کے اقتدار اور احترام کا دوسرا نام ہے۔ (ایمرسن)

خانم فرشتوں اور انسانوں کے درمیان کی مخلوق ہے۔ (بالزاک)

جس طرح تارے آسمان کی لطیف ترین درخشاں نظمیں ہیں اسی طرح پاکباز خانم بھی زمین کی ایک دلکش اور جادو اثر نظم ہے (ہارگرپو)

خوب صورت اور نیک عورت خدا کی بہترین مخلوق کا نمونہ ہے اور بخدا خانم خوب صورت بھی ہے اور نیک بھی (ہرمز)

کانٹوں سے بھری ہوئی شاخ کو ایک پھول خوب صورت بنا دیتا ہے اور غریب سے غریب گھر کو نیک شعار عورت جنت بنا دیتی ہے اور بخدا کہ میں غریب ہوں اور خانم نیک شعار ہے۔ (گولڈ اسمتھ)

خانم ایک دیوی ہے اور نیک کام اس سے اس طرح ہوتے ہیں جس طرح آسمان سے بارش! وہ اس امر سے قطعاً لاعلم ہے کہ نیکی اور پاکیزگی سے بڑھ کر بھی کوئی شے دنیا میں ہے (لوول)

خانم اس بات کی مستحق ہے کہ سب نوجوان اور بوڑھے اس کی عزت اور حرمت

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

کی تن من دھن سے حفاظت کریں اور اگر ضرورت پڑے تو اس کی کوشش میں اپنے آپ کو فنا بھی کر دیں (ایڈورڈ مور)

جو شخص سمجھتا ہے کہ مصیبت میں خانم گھبرا جاتی ہے وہ خانم کی فطرت سے لاعلم ہے طوفان آ جائیں مصائب کی گھٹا چھا جائے۔ دولت چلی جائے صحت رخصت ہو جائے اور چاروں طرف تکلیفیں اور آفتیں ہوں یہ دیکھ کر میں گھبرا جاتا ہوں مگر خانم نہیں گھبراتی اور اپنی جگہ سے نہیں ہلتی (سینڈل فرڈارل)

اے نیک خانم تو رات کا تارہ اور صبح کا ہیرا ہے تو شبنم کا قطرہ ہے جس سے کانٹوں کا منہ بھی موتیوں سے بھر جاتا ہے تو میرے تاریک دنوں میں مشعل ہدایت ہے (ٹامس مور)

جس عورت نے نیکی، پاکیزگی اور محبت کے اوصاف نہیں وہ عورت کہلانے کی حق دار نہیں اور خانم عورت ہے اور عورت کہلائے جانے کی بخدا حق دار بھی (بوکری واشنگٹن)

اگر دنیا میں خانم نہ رہے تو میں چند ہی دنوں میں خونخوار درندہ بن جاؤں (ناطق کمال)

خانم مجھ سے زیادہ سمجھدار زیادہ نیک اور زیادہ محنتی ہے (چیخوف)

خانم بہ نسبت میرے جنت سے زیادہ قریب ہے۔ (امین کننگھم)

خانم ہر چیز کو خوبصورت ہر کام کو دلچسپ اور ہر مقام کو گلزار بنا دیتی ہے (ٹیگور)

خانم کے پیروں تلے جنت ہے (مولانا شوکت علی)

مجھے تین چیزیں محبوب ہیں، خانم نماز اور خوشبو (اشرف الانسان)

خانم میرا لباس ہے اور میں اس کا لباس ہوں (خدا)

عظیم بیگ چغتائی

میری شادی

اپنی صورت شکل کے بارے میں دنیا ایک مغالطہ میں گرفتار ہے۔ ہمارے آپ کے سب کے کانوں میں شیطان یہی پھونک گیا ہے کہ بھیا تجھ سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں۔ قصہ مختصر اپنی صورت شکل یا پھر اپنی اور پرائی دولت ہمیشہ زیادہ اچھی معلوم دیتی ہے یہ سب کچھ صحیح مگر میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے ان معاملات کا مطلق علم نہ تھا لیکن تجربے نے سب کچھ بتا دیا اور سکھا دیا۔

(۱)

اگر کہیں یہ اصول قائم ہو جاتا کہ شادی سے پہلے کسی طرح لازمی طور پر لڑکی لڑکے کو دیکھ لے اور لڑکا لڑکی کو تو جناب یقین کریں اس خاکسار کی تو کم از کم شادی ہی ناممکن ہو جاتی اس اصول کا میں شادی سے پہلے بے طرح حامی تھا بڑے شد و مد سے اس بارے میں تمام احکام نبوی کو پیش کرتا تھا اور ان کے خلاف کرنے والوں کو جہنمی قرار دیتا تھا چنانچہ جس لڑکی سے میری شادی کی نسبت اول مرتبہ قرار پائی میں نے اس کو بہ تمام خلوص نیت دروزے کے ایک سوراخ میں سے جھانک کر دیکھ لیا اور بعد دیکھنے کے درود پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ قصہ مختصر اپنی منسوبہ کو بے حد پسند کیا کیونکہ بخدا وہ لڑکی ایسی ہی تھی یہاں تک تو غنیمت تھا لیکن اس کے بعد ہی یہ شوق چرایا کہ آں عزیزہ مجھے بھی کسی طرح دیکھ لیں۔ یہ بھی ممکن ہو گیا مگر جناب اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس شوخ اور خوبصورت لڑکی نے میرے بارے میں اپنی ایک سہیلی کو جو لکھ مارا اور اس کا اقتباس بجنسہ درج ذیل ہے پڑھیے اور آج کل کی لڑکیوں کی ذہنیت پر ماتم کیجئے۔

”......آنکھوں میں حلقے کمر میں خم، پنک میں رہتے ہیں دم بدم یہ مجھے تسلیم ہے کہ پڑھنے لکھنے میں تیز ہیں فکرمند اور حوصلہ مند ہیں طباع و ذہین ہیں مگر میری دانست میں تو ساتھ ان خوبیوں کے افیونی بھی ہیں بخدا تم ہی بتاؤ کہ یہ بھی کوئی حلیہ ہے چھوٹا

سا قد اس پر کبڑی کمر، عینک لگائے بھویں چڑھائے چلے جا رہے ہیں گردن جھکائے ٹٹولتے ہوئے چہرے ک دیکھو تو ہی مغلئی چپٹی سی ناک! بدرنگ اور مٹیالا چہرہ مردنی چھایا ہوا معلوم دے جیسے ہڈیوں پر کھال منڈھ دی ہو پھر موٹے موٹے ہونٹ اور جگہ جگہ چہرہ پر زاویہ، قائمے، گوشے اور گنگورے نکلے ہوئے اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو رخساروں میں اس عمر میں گڈھے دونوں طرف ایسے کہ آدھ پاؤ چنے آ جائیں……

یہ ہندوستان ہے۔ میری شادی جبراً اور قہراً کر دی گئی تو یہ سب سر اور آنکھوں پر دل مردل کی پوچھتی ہو تو بتا چکی نہ مجھے رنج ہوگا اور نہ خوشی ہوگی کیوں کہ یہی دستور ہے……وغیرہ وغیرہ''

میں نے بے تکلف وہ خط پڑھا اور کچل کر رہ گیا ذرا غور کیجیے، ہم نے تو اس نالائق کو کتنے غور سے دیکھا پسند کیا۔ دیکھتے ہی باچھیں کھل گئیں ہم نے، وجد میں آنے کی کوشش کی اور پھر ان باتوں سے اس کو مطلع بھی کر دیا اور اس کا یہ صلہ۔ مکار کہیں کی ذرا غور تو فرمائیے کہ افیونی نہ کہتی کوئی اسے پوچھے کہ او نیک بخت تو نے ہمیں کسی روز افیون گھونٹے یا پیتے دیکھا تھا! پھر ذرا خط کے اس انداز کو دیکھیے مانا کہ سب کچھ اس نے صحیح لکھا مگر ہم نے تو کہیں سنا نہیں کہ لڑکیاں اپنے منگیتروں کے بارے میں یہ ریمارکس پاس کرتی پھریں؟ اگر وہ ذرا جھک کر چلے تو اس کو کبڑا کہہ دیں۔ قصہ مختصر میں نے یہ خط پڑھا اور مجھے بے حد صدمہ ہوا۔ سلف ریسپکٹ بھی آخر کوئی چیز ہے۔ لڑکی کو میں نے بہت اچھی طرح دیکھا تھا اور بے حد پسند تھی چنانچہ اسی مناسبت سے صدمہ بھی بھاری پہنچا میرا دل بھی بیٹھ گیا آئینہ اٹھا کر دیکھا بس جی میں آیا کہ ایک دم سے کہ داڑھی رکھ لوں مگر داڑھی اور بھی معاملہ بگاڑ دے گی کچھ سمجھ میں نہ آیا بار بار چہرے کو دیکھا اور چپ ہو کر آخر رکھ دیا عجیب شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں ایسی اچھی صورت شکل کی لڑکی ہاتھ سے جانے کا ایک طرف افسوس تھا اور

دوسری طرف غیرت تقاضا کرتی تھی بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے کرلیا کہ ایسی نالائق لڑکی سے ہم خود شادی نہیں کریں گے صورت شکل کو لے کیا چولہے میں ڈالیں گے؟ وہ پری کیوں نہ ہو اگر ہمیں وہ پسند نہیں کرتی تو ہم بھی اس کو پسند نہیں کرتے۔

یہ طے کر کے چپکے سے آپا کو جو خط دکھایا تو وہ خط پڑھتے ہی آگ بگولا ہو گئیں۔ انہوں نے میری رائے سے اتفاق کیا اور مجھے یقین دلایا کہ لڑکی دراصل تمام نسوانی عیوب کا مجموعہ اور پلندہ ہے سخت بدتمیز ہے خود ان سے اگر وہ بیاہ کر آئی تو دو دن نہ بنے گی کسی کرم کی نہیں پھوہڑ بھی ہے اگر آ گئی ہمارے گھر میں تو خانگی جھگڑے پیدا کرے گی اور فساد کرے گی لہذا ہم دونوں بھائی بہنوں نے اس فسادن پر لاحول بھیجی اور آپا نے دو تین اور لڑکیوں کا تذکرہ کیا جو صورت شکل کے علاقہ بڑی تمیزدار اور باسلیقہ تھیں۔

(۲)

اس کے بعد آپا نے مجھے دو لڑکیاں بڑی ترکیب سے مجھے مجھے اور دکھائیں۔ یہ دونوں بہت اچھی تھیں لیکن میں نے دونوں کو ناپسند کر دیا کیونکہ خوبصورتی میں پہلے کی سی نہ تھیں اس کے بعد تیسری لڑکی دیکھنے میں آئی اور اس کو میں نے پسند کیا مگر اس نے خود مجھے ناپسند کر دیا گو بدتمیزی کوئی نہ کی چوتھی نے بھی یہی کہا اس کے بعد آپا نے مجھ سے کہا ایک لڑکی بڑی بھولی بھالی خوبصورت اور نیک ہے اسے تمہیں دکھائیں گے بڑی کوشش کی گئی جب وہ نہ معلوم کس طرح اور کس کی معرفت ہمارے گھر آئی اور گھیر گھار کر میرے کمرے کے سامنے لائی گئی تب میں نے اس کو دیکھا گو بہت خوب صورت نہ تھی لیکن آپا نے اس کے سلیقے تمیز اور علم کی وہ وہ تعریفیں کیں کہ بیان سے باہر۔ قصہ مختصر بے حد سفارش کی اور ہم دونوں میں طے ہو گیا کہ اس کے لیے آپا والدہ صاحبہ سے کہہ کر سلسلہ جنبانی کرائیں لیکن اس دوران میں اس نیک اور باتمیز لڑکی کا عندیہ اس کی سہیلیوں اور ملنے والیوں کے ذریعہ کیا گیا تو اس نے اپنی

ایک سہیلی سے مجھے دیکھنے کا خیال ظاہر کیا اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں بغیر خود کو دکھائے تو میں شادی ویسے بھی نہ کرتا کیونکہ لازمی اور فرض خیال کرتا تھا کہ شادی سے پہلے لڑکی لڑکے کو ضرور دیکھ لے۔ چنانچہ اس لڑکی نے مجھے دیکھا اچھی طرح دیکھا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس انتہا سے زیادہ بدتمیز لڑکی نے اور بھی ستم کیا حالانکہ انٹرنس پاس تھی اور آج کل کی اصطلاح میں تعلیم یافتہ لیکن اس شریر کی جدت تو ملاحظہ ہو کہ اس نے شرارتاً میرا نام روزی نیٹ رکھ دیا ظاہر ہے کہ مجھے کتنا غصہ آیا ہوگا کیسی میری جان جلی ہے کہ بیان نہیں کرسکتا ذرا غور تو کیجئے کہ اس شریر نے میری کیسی توہین کی! جی میں یہی آیا کہ شادی کے خیال ہی کو خیرباد کہہ دیں اور بقیہ زندگی لڑکیوں کے اخلاق کی اصلاح میں صرف کردیں مگر یہ بھلا کیسے ممکن تھا۔

اس کے بعد نہایت ہی تیزی سے دس پندرہ جگہ نظر انتخاب پڑی مگر نتیجہ یہ کہ جس کسی کو بھی میں نے دیکھا اور پسند کیا اس نے مجھے ضرور ناپسند کردیا مجھے کسی نے پسند نہ کیا جنہوں نے مجھے ناپسند کیا انہیں میں نے منظور نہ کیا۔ نتیجہ اس دوطرفہ دیکھا بھالی کا یہ نکلا میں خود تنگ آگیا اور آپا صاحبہ علیحدہ پریشان ہوگئیں کیونکہ چپکے سے لڑکی کو مجھے دکھانے کا انتظام ان ہی کے سپرد تھا اور اب تک جتنی بھی لڑکیاں میں نے ناپسند کیں تھی وہ سب کی سب مجھ سے کہیں زیادہ خوب صورت ھیں مگر جناب میں تو خوب صورت ترین چاہتا تھا آپا نے مجھ سے کہا کہ اب دوطرفہ دیکھا بھالی اگر اسی طرح میں نے جاری رکھی تو میری شادی ہرگز نہ ہوسکے گی جو خوب صورت لڑکی مجھے دیکھے گی پھٹ سے ناپسند کردے گی قصہ مختصر یہ اصول ہی سرے سے غلط ہے کہ لڑکے کو لڑکی بھی دیکھ لے صرف لڑکے کا لڑکی کو دیکھ لینا ہی کافی ہے یہ اصول غلط ہے کم ازکم میرے لیے کیسی کیسی لڑکیاں میں نے اسی اصول پر سے قربان کردیں میں لڑکی کو دیکھ لو بس یہی کافی ہے اور یہی کامیابی کا راز ہے اور اسی زرین اصول کے ماتحت میری شادی ممکن تھی

(۳)

ایک روز کا ذکر ہے کہ شام کا وقت تھا اور میں کپڑے پہن کر باہر جانے والا ہو رہا تھا کہ آپا جان آئیں لپک کر میرے پاس اور رازدارانہ لہجہ میں انہوں نے مجھ سے کہا ایک دوسرے شہر میں رہنے والی لیکن نہایت خوب صورت اور نیک لڑکی کا انہوں نے میرے لیے انتخاب کیا ہے اور اس وقت اپنی خالہ کے ساتھ بڑی مشکل سے اور تدبیروں سے تھوڑی دیر کے لیے ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ اب اسے میں دیکھوں کیسے؟ میرے کمرے کے سامنے شیشہ کی زد میں اس کو گھیر کر لانا اس وقت قطعی ناممکن تھا کوشش کر چکی تھیں اور کوئی پہلو ہی سمجھ میں نہ آ رہا تھا وقت بہت تھوڑا تھا اور کوئی تدبیر کرنا تھی بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے ہوا کہ گھوم کر میں پہلے برآمدہ میں پہنچوں وہاں سے وہ دروازہ بند کر کے مجھے اندر غسل خانہ بند کر دیں میں اندر سے دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤں اور اس وقت تک بیٹھا رہوں جب تک وہ رخصت نہ ہو۔ چنانچہ یہی تدبیر کی گئی اور گھر میں کسی دوسرے کو اس کا علم بھی نہ ہو سکا۔

☆

میں لڑکی کو جاتے ہوئے دروازہ کے ایک چھوٹے سے سوراخ سے دیکھا خوش قسمتی کہیے کہ اس نے بے خبری میں مڑ کر میری طرف رخ کیا میں نے لڑکی کو اچھی طرح دیکھا اور بے حد پسند کی بہت اچھی لڑکی تھی اور اب تک جتنی بھی لڑکیاں دیکھنے میں آئی تھیں ان سب سے زیادہ میں نے اسے پسند کی اور تھی بھی یہ ایسی ہی جب وہ چلی گئی تو آپا جان آئیں اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہو کیا رائے ہے میں نے ان کے انتخاب کی داد دی اور شکریہ ادا کیا اور تجویز یہ ہوئی کہ اب بسم اللہ کر کے سلسلہ جنبانی کرائی جائے۔

آپا جان نے کہا اب تم ایک کام کرو یہ کہ اپنی صورت شکل تو بڑی چیز ہے ایسا

انتظام کرو کہ یہ لڑکی تمہارا سایہ تک نہ دیکھ پائے کیونکہ یہ قطعی یقین تھا کہ اگر کہیں یہ مجھ دیکھ پائے گی تو بھشک جائے گی اور کیا عجب میرے بارے میں یہ بھی طرح طرح کے ریمارک پاس کر کے مجھے اس امر پر مجبور کر دے کہ میں غیرت میں آ کر اس سے بھی برگشتہ اور برداشتہ خاطر ہو کر دست بردار ہو جاؤں۔

چنانچہ سب سے پہلا کام تو میں نے کیا کہ اپنی تمام تصویریں کمرے میں اتار کر احتیاط سے چھپا دیں تا کہ ہر آنے جانے والی کی نگاہ سے اول تو محفوظ رہیں اور پھر دست برد اور چوری کا بھی امکان جاتا رہے کیونکہ میں خوب جانتا تھا کہ کس طرح آج کل کی لڑکیاں اپنی سہیلیوں کے منگیتروں کی تصویریں معائنہ فرمانے کے لیے اڑا لیتی ہیں اور پھر اس پر دو قدح کر کے غلط سلط ریمارکس پاس کر کے طے کرے کرائے معاملوں کو بگاڑ دیتی ہیں یہی نہیں بلکہ بہ نظر احتیاط میں فوٹو گرافر سے تاکید کر کے کہہ آیا کہ اگر کوئی بھی تم سے میری تصویر مانگے تو خدا کے واسطے مجھے بتا دینا اور ہرگز ہرگز کسی قیمت پر مت دینا آپا جان نے بھی مجھ سے کہہ دیا تھا کہ اب کی مرتبہ جو اگر تم نے اپنی دیکھا بھالی کرائی تو پھر آئندہ کوئی دلچسپی نہ لوں گی۔

چنانچہ یہ پیش بندیاں اور احتیاطیں برتی گئیں تب جا کر بڑی مشکل سے کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا اور حسب دل خواہ شادی ممکن ہوئی اور پرانا اصول طرفین کے دیکھنے بھالنے والا کم از کم میرے لیے تو بالکل ہی بے کار نکلا بالکل ہی ناقابل عمل نکلا۔

اب اس پسندیدہ شادی کے دلچسپ حالات اور حکایات آپ کو سناتا ہوں کوئی کہتا ہے کہ تمہاری گھر والی بہت اچھی ہے کوئی کہتا ہے کہ تم مخمصے میں پھنس گئے۔ کوئی کہتا ہے وہ احمق ہے کوئی کہتا ہے وہ نہیں بلکہ تم احمق ہو کوئی کہتا ہے کہ تمہیں اس نے الو کھلا دیا ہے اور پھر دوسرے ہی دن کوئی اور صاحب خود مجھ ہی کو کہتے ہیں کہ تم الو ہو کوئی مشورہ دیتا ہے کہ میرے لیے ڈوب مرنا اچھا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ تم زن مرید

ہو گئے۔ قصہ مختصر جتنے منہ اتنی باتیں اب آپ خود دیکھئے اور رائے قائم کیجئے۔

میری شہسواری

کیوں جناب اگر کسی موٹر سائیکل میں یا ریل یا ٹرام گاڑی یا پھر اور کسی گاڑی یا سواری میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ ادھر مسافر اس کے قریب آیا اور ادھر اس کا پہیہ یا کوئی پرزہ اچھل کر لگا مسافر کی پسلی میں، تو سوال یہ ہے کہ کہاں تک اس شے کو سواری کے قابل سمجھا جائے گا؟ یا پھر آپ کو موٹر سائیکل یا موٹر کار میں کوئی ایسا انجن لگا دیا جائے جو آپ کے قبضہ میں نہ ہو جب زور میں آئے الٹا سیدھا جہاں جی چاہے بھاگے لے کہ بے تحاشا نہ روکے نہ موڑے مڑے! آپ چلانا چاہیں اسے سڑک پر اور وہ لے جائے آپ کو کسی گڑھے میں تو سوال یہ ہے کہ یہ بھی کوئی سواری ہوئی؟ ہرگز نہیں پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے ایک موذی ترین مخلوق گھوڑے کو آخر کس خوشی میں سواری کی تعریف میں داخل کیا ہے۔ اگر ہر متحرک و متزلزل چیز کو آپ نے طے کر لیا ہے کہ سواری کے لقب سے یاد فرمائیں گے اور یہ بھی طے ہے کہ ہر وہ چیز سواری ہے جو ہر چہار طرف جھٹکے اور جھولے کھا کر سوار ہونے والے کا سر پھاڑ دے تو شوق سے گھوڑے کو بھی یہی لقب دے لیجئے ذرا غور کیجئے کہ گھوڑے میں یہ تمام عیوب بدرجہ اتم موجود ہیں مگر وہ پھر گھوڑا ہے یعنی سواری! غضب ہے خدا کا! یہ بھی کوئی سواری ہے کہ بیٹھنا چاہتے ہیں تو لاتیں چل رہی ہیں دولتیاں جھاڑی جا رہی ہیں! کاٹنے کی سعی بلیغ فرمائی جا رہی ہے۔ بدکا جا رہا ہے۔ کود پھاند سے شوق فرمایا جا رہا ہے۔ اور پھر خودکشی کی نیت حرام کسی طرح اس نامعقول سواری پر چڑھ بھی گئے تو اب اور آفت، آپ کو لے کر بھاگے گا زور سے ایسا بے تحاشا کہ بیان سے باہر آپ روک رہے ہیں۔ راس تان رہے ہیں اور وہاں گھوڑے صاحب کا یہ حال ہے کہ روکے نہیں رکتے بھاگے جا رہے ہیں جیسے جانا ہی تو ہے انہیں کسی ضروری کام سے گویا نماز قضا ہوئی جا رہی ہے ریل چھوٹی جا رہی ہے

پھر طرفہ یہ کہ آپ تو ہیں پشت پر مگر وہاں ایک جھٹکے کے ساتھ آپ کو ہوا میں تصور کر کے دولتیاں جڑی جا رہی ہیں قربان جائیے اس تخیل پر۔ قصہ مختصر مجھے گھوڑا اور گھوڑے کی سواری دونوں بے حد ناپسند تھے اور ناپسند ہیں اول تو یہ کوئی سواری نہیں اور جو ہے تو نہایت ہی نامعقول۔

ادھر تو میرا یہ حال اور ادھر یہ معاملہ کہ گھر کا گھر اللہ رکھے گھوڑوں کا عاشق زرا اس کی سواری کا دل دادہ والد صاحب قبلہ فرماتے ہیں مجھ سے کہ ''احمق تم ہو جو گھوڑے کے بارے میں ایسا کہتے ہو تم گھوڑے کی سواری نہیں جانتے اس لیے خرافات بکتے ہو''۔

میری عرض ہے کہ قبلہ میں تو اناڑی اور احمق ٹھہرا اور مجھے یہ تسلیم ہے مگر خدا کے واسطے ذرا انصاف کیجیے کہ بھائی صاحب تو شہسوار ہیں اعلی درجہ کے جب کبھی انہوں نے آسن جمانے کی کوشش کی تو گھوڑے نے دوسری ترکیب نکالی یعنی تھوڑا سا الٹا چلا کچھ گھوما اور پھر الف ہو گیا اب ہدایت کی جا رہی ہے کہ گھوڑے صاحب کہ آخر یہ سب کچھ آفت مول ہی کیوں لو اور پھر سوال یہ ہے کہ یہ حضرت گھوڑے صاحب آخر الف ہی کیوں ہوئے تھے کوبھی کوئی موٹر نہ ہو جائے الف کبھی کوئی بیل گاڑی نہ ہو گئی الف! پھر الف ہی تک خیریت نہیں، اگر الف ہو کر آپ کو گھوڑے صاحب نے سچ مچ ''ب'' نہ کر دیا اور پھر اوپر سے ''ب'' کے نیچے ایک نقطے کی بجائے ''ب'' کے اوپر ایک عدد لات کا نقطہ رکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی سواری سے بے نیاز کر کے چار کاندھوں کی سواری کے لائق نہ کر دیا تو بعد الف ہونے کے گھوڑے صاحب کا یہ پروگرام رہے گا کہ اب چلو اور وہ بھی کس طرح؟ سیدھے سیدھے نہیں بلکہ چلے جا رہے ہیں آگے آڑے! منہ آگے اور چل رہے ہیں کود کود کر داہنی طرف۔

لیکن والد صاحب قبلہ کا فرمانا ہے کہ گھوڑے صاحب کا اس میں کچھ قصور نہیں!

کیوں؟ محض اس لیے کہ وہ گھوڑا ہے ادھر پتہ کھڑکا اور ادھر گھوڑے صاحب کو تمام مندرجہ بالا کارروائیاں کرنے کا پیدائشی حق حاصل ہو گیا اور اگر گھوڑے کی سواری کے شائق حضرات سے کہو کہ بھئی نٹ آئے ہوئے ہو ذرا چڑھو تو سہی تم بھی بانس وانس پر یا سر پر گھڑے رکھ کر رسی پر تو بے حد برا مانیں گے مگر گھوڑے پر صفا چڑھ جائیں گے۔ قصہ مختصر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر گھوڑے کو سواری میں کیوں داخل کیا گیا واللہ اعلم وہ کون صاحب تھے جنہوں نے بیٹھے بٹھائے خواہ مخواہ گھوڑے کو سواری کے لیے منتخب فرمایا دانہ دو گھاس کھلاؤ اور موقع پائے تو ایک لات جڑ دے میں بھی جانتا ہوں کہ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے جب کوئی چیز سواری کو میسر ہی نہ تھی تو گھوڑے کا سواری میں رہنا ایک خطرناک مگر ضروری بدعت کے طور پر قابل معافی بھی تھا۔ لیکن آج کل کے زمانہ میں ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کیوں نہ گھوڑے پر چڑھنے والے کو اقدام خودکشی میں چالان کر کے زیر حراست لیا جائے اور بتا دیا جائے کہ یہ جو تم اپنی جان سے ہاتھ دھو کر خواہ مخواہ ہتیارے پھرتے ہو اس کو بھی کوئی روکنے والا ہے قصہ مختصر گھوڑے اور گھوڑی کی سواری جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں مجھے دونوں سے نفرت تھی اور ہے ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میاں تم کہاں وکالت کے پھندے میں پھنسے کیا ملی نہیں گورنمنٹ ملازمت یہاں اس سوال سے بحث نہیں کہ گورنمنٹ سروس ملنے میں آسانی ہے یا دشواری مگر میں نے جو انہیں جواب دیا وہ آپ بھی سن لیجئے میں نے اول تو انہیں غور سے دیکھا پھر میں نے ان کے بارے میں ایک خاص رائے قائم کر کے کہا کہ اس گورنمنٹ میں ملازمت کے لیے شہسواری یعنی گھوڑے پر چڑھنا لازمی ہے اور ہم اس گورنمٹ میں ملازمت کریں گے جس میں بانس پر چڑھنا لازمی ہوگا۔

اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد میں اپنے قصہ پر آتا ہوں میرے یہ خیالات! مگر وہ جو کسی نے کہا ہے کہ قسمت کا لکھا ہو کر رہتا ہے، مجھے بھی شہسواری سے سابقہ

پڑا مجھے گھوڑے کی سواری کرنا پڑی مجھے بھی گھوڑے پر چڑھنا پڑا۔ گو بہت نہیں مگر لاریب میں گھوڑے پر چڑھا ہاں میں نے بھی شہسواری کی...... کرنا پڑی کب؟ اور کیسے وہ بھی لگے ہاتھوں سن لیجئے۔

(۲)

میری شادی کو مشکل سے مہینہ بھر ہوا ہوگا کہ میں جو باہر سے آیا تو خانم نے اپنی دانست میں ایک نہایت ہی دل چسپ قصہ سنایا وہ یہ کہ ایک نہایت ہی پاجی گھوڑا آیا تھا جس پر کسی سے نہ چڑھا گیا طرح طرح سے لوگوں نے کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی جب اور لوگ کوشش کر چکے تو بھائی صاحب نے کہا ہم چڑھیں گے اس شریر گھوڑے پر چنانچہ بھائی صاحب نے بھی جب سب طرح کوشش کر لی اور کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے ایک ترکیب سوچی۔ گھوڑے کو ایک چبوترے کے پاس لا کر غراپ سے زمین پر پھاند پڑے اور پھر جو گھوڑے نے ٹاپیں ماری ہیں اور لاتیں چلائی ہیں تو دیکھا چاہیے دولتیاں جھاڑیں، کودا، پھاندا، بل کھائے۔ چکرایا چرخ کھایا اور الف ہو گیا۔ مگر بھائی صاحب نہ گرنا تھے نہ گرے اور اسے نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا۔ دیکھنے والے ان کی شہسواری کو دیکھتے تھے اور عش عش کرتے تھے منجملہ اور عش عش کرنے والوں کے علاوہ بھائی جان کے خانم بھی تھیں۔ بالآخر بجلی کی طرح ایک دم سے جو تڑا کر بھاگا ہے تو نہ دیکھی اس نے خندق اور نہ کھائی ایک چارپائی رکھی تھی اس پر سے مع سوار کے زقند مار کر نکلا اور بنگلہ کی دیوار کو جو کود کر بھاگا ہے تو بس گرد و غبار کا ایک بگولا کھیتوں میں سے اٹھتا ہوا سب نے دیکھا اور کچھ نہ تھا وہ موذی گھوڑا بھاگا بھائی صاحب کو لوگ گھبرا گئے کہ خدا معلوم انہیں کہاں لے جا کر پھینکے، بچے سہمے ہوئے کھڑے کے کھڑے رہ گئے بھابی جان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے نانی اماں ایک پسپائیت کے عالم میں سر پکڑ کر بیٹھ گئیں اور والدہ صاحبہ پر سناٹا طاری ہو گیا البتہ والد صاحب کھڑے برابر ہنستے رہے اور نہ بھی کیوں ہنستے کیونکہ ان کی دانست

میں لڑکا اگر باپ کی خدمت کر سکتا ہے تو یہ کہ ان کے سامنے گھوڑے پر چڑھ کر مر جائے اور چل دے سیدھا جنت کو۔ وہ کہتے ہیں کہ چغتائیوں کا سیوہ ہی یہی ہے اور کیوں نہ ہو کہ باپ دادا ہمیشہ سے گھوڑے کھجاتے آتے ہیں اور بقول غالب سو پشت سے یہی دھندا ہوتا آرہا ہے یہ تو جملہ معترضہ تھا قصہ مختصر کوئی آدھ گھنٹہ بعد کیا دیکھتے ہیں کہ بھائی صاحب ہنستے ہوئے چلے آرہے ہیں گھوڑے کو انہوں نے تھکا مار کر گڑ ڈالا اور شل کر دیا تھا پسینہ پسینہ کر دیا اور وہ گردن ڈالے منہ سے جھاگ اڑا رہا تھا مل گیا دراصل سیر کو سوا ایا پھر موذی کو ٹکر۔

یہ تھا وہ واقعہ جو خانم نے مجھے نور مجسم بن کر سنایا۔ میں کیا عرض کروں کہ خانم نے بھائی صاحب کی شہسواری کی کیفیت کس طرح بیان کی ہے کس طرح ہر سین کو بیان کیا ہے کہ میں دل ہی دل میں کڑھنے لگا ہائے میں بھی کیوں نہ شہسوار ہوا میں بھی کسی ایسے ہی بدمعاش گھوڑے پر چڑھتا اور میری شہسواری کے کمالات کا ذکر کر کے میری بیوی بھی خوش ہوتی پھرتی جیسے بھابی جان باغ باغ ہو رہی ہیں اور پھولی نہیں سماتی اسی طرح میری پیاری بیوی بھی خوش ہوتی اور میری شہسواری پر ناز کرتی وائے تقدیر عورتوں کی اس نامعقول ذہنیت پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے کوئی اس خطرناک چیز یعنی حوا کی بیٹی سے یہ پوچھے کہ او نیک بخت اگر تیرے شوہر نے گھوڑے کی سواری کر کے اپنی جان خطرے میں ڈالی تو کون سا کمال کیا نٹ لوگ دو پیسہ کی عوض یہ سب کچھ کرتے ہیں کوئی فخر کی بات نہیں مگر جناب عورت پھر عورت ہے اور بالخصوص ایک نئی نویلی بجائے اس کے میں سرزنش کرتا یا کچھ گھوڑے اور اس کی سواری کی برائی کرتا حماقت تو دیکھئے کہ لگا دل ہی دل میں افسوس کرنے کہ ہائے میں نے بھی کیوں نہ گھوڑے پر چڑھنا سیکھا جب چھوٹا تھا تو ٹٹو پر سوار ہونے کی اپنی باری عموماً بھائی صاحب کے ہاتھ ایک آنے میں فروخت کر دیتا تھا اور وہ بھی اکثر قرض کہ ب اتک ان کے ذمہ نا معلوم اس مد کی کتنی بقایا نکلے گی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تجارت اور

منفعت کچھ کام نہ آئے گی اور ایک روز گھر والی یوں کف افسوس ملنے پر مجبور کر دے گی۔

پھر مصیبت پہ مصیبت کہ خانم نے تمام کیفیت بیان کرنے کے بعد میری شہسواری کا (اور پھر وہ بھی مجھ سے) حال پوچھا اور بھی کس طرح؟ اس طرح کہ میں مجبور ہو گیا میں نے اس کے معصوم چہرے کی طرف دیکھا مجھے پتہ چلا کہ خدا نخواستہ اگر میں نے اصل واقعہ بیان کر دیا تو اس کا ننھا دل ٹوٹ جائے گا دل میں بھلا کیا کہے گی۔ بھابی جان کی قسمت پر رشک کرے گی۔ چنانچہ ان ہی خیالات اور جذبات کی رو میں آ کر میری شامت جو آئی تو نہ دیکھا آگا میں نے اور نہ سوچا پیچھا کہہ دیا خانم سے میں نے ''ہاں مجھے گھوڑے پر چڑھنا آتا ہے''۔

میں نے دیکھا اور خوش ہوا کہ فرحت و انبساط کی خانم کے چہرے پر ایک لہر دوڑ گئی چہرہ شادابی و شگفتگی کا مرکز بن کر رہ گیا ایک برقی رو اس کے نوجوان خون میں دوڑ گئی اور یہ معلوم ہوا جیسے کوئی دنیا کی اسے دولت مل گئی گویا مارے خوشی کے حیران ہو کر اس نے میری شہسواری کے قصے پوچھے میری قصہ کہانیاں بیان کرنے کی استعداد آپ کو معلوم ہی ہے ایک سے ایک افسانہ لے لیجئے پھر قلم نہ دوات وہاں تو زبان کا خرچ تھا میں نے وہیں کے وہیں تمام شہسواوری کے کمالات شروع کر کے ختم بھی کر دیئے وہ بدمعاش اور منہ زور گھوڑوں کے قصے بیان کیے کہ بس سنا ہی کیجئے کس طرح میں نے ان کو زیر کیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ دیکھو میں پنڈلی اور گھٹنے کی چوٹیں دکھاتے ہوئے کہا یہ دیکھو یہ تمام چوٹیں اس قسم کے بلکہ اس سے بھی زیادہ بدمعاش گھوڑوں کی بدولت پہنچی ہیں۔

خانم ان تمام چوٹوں کو غور سے دیکھا مختلف سوال بھی کئے اور ہر طرح اطمینان سے اپنا دل خوب خوب خوش کیا۔ قصہ مختصر اسے سولہ آنے پختہ یقین ہو گیا کہ میں بھی اعلیٰ درجہ کا شہسوار ہوں اور کیوں نہ یقین کرتی آخر کوئی وجہ بھی ہو آخر گھر کا گھر

شہسواری کا دل دادہ تھا اکثر والد صاحب اور بھائی صاحب زین اور رکاب سے لے کر گھوڑے کی دولتی اور شرارت کا ذکر کرتے رہتے تھے جب تک والد صاحب ملازمت پر رہے چار پانچ گھوڑے برابر رکھتے رہے اب بعد پنشن بھی دو ایک گھوڑے ضرور رکھتے مگر ایک بات والد صاحب میں لاجواب کہیے وہ یہ کہ گاڑی میں بھلے ہی جوت لیا جائے مگر زین سواری کے لیے وہ اپنے گھوڑے کسی نہیں دیتے! خدا جنت نصیب کرے ایک سلوتری کو انہیں وہ سمجھا گیا تھا کہ ہر کس و نا کس کے چڑھنے سے گھوڑے کی چال درست نہیں رہتی لہذا زین سواری کو نہ تو مجھے گھوڑا ملتا تھا (اور میں لیتا ہی کیوں) اور نہ بھائی صاحب کو اسی وجہ سے مطمئن ہو کر دراصل میں نے خانم سے گپیں بھی ہانکی تھیں اور جانتا تھا کہ نہ کبھی والد صاحب گھوڑا دیں گے اور نہ کبھی ہمارا شہسواری کا امتحان ہوگا اور جو کبھی کوئی موقع آیا بھی ایسا تو ٹال دینا کون سی بڑی بات ہے۔

☆

یہ تو سب کچھ تھا اور مجھے اس طرف سے اطمینان کلی حاصل تھا۔ مگر میری قسمت کہیے یا پھر خود خانم کی حماقت کہ لگیں وہ میری شہسواری کی داستان سنانے اور دل کو بھابی جان کی نہ تو مجھے کوئی لڑائی اور جھگڑا۔ مگر یہ بھلا نہیں کب گوارا تھا کہ میں مفت خدا شہسوار مشہور ہو جاؤں اس کمال اور خصوصیت کا حامل جو بھابی جان کی دانست میں صرف ان کے شوہر محترم یعنی بھائی صاحب کا حصہ اور حق تھا۔ چنانچہ ان کی معلومات میں جس وقت خانم نے اضافہ فرمایا کہ وہ بھی ایک شہسوار کی بیوی واقع ہوئی ہیں تو انہوں نے آنکھیں پھاڑ کر تعجب آمیز اور معنی خیز مسکراہٹ سے خانم کا مذاق اڑایا اور کہا واہ بہن کیا اپنے میکے سے میاں کے لیے اور جہیز کے ساتھ تم شہسواری بھی لیتی آئیں۔

ادھر بھابی جان کا یہ حال اور ادھر خانم کا مذہب یہ کہ میں بھی ایک شہسوار کی زوجہ

محترمہ۔ نتیجہ ظاہر ہے بھابی جان ہنسیں اور بہت ہنسیں واقعہ کا ان کو علم اور ادھر خانم کی ضرورت سے زیادہ سنجیدگی اور بھی انہوں نے تردیدیں کرنا شروع کیں خانم نے جو دیکھا کا بھابی جان اندھا دھند میری شہسواری سے منکر ہیں تو وہ یہ سمجھی کہ مجھے تختہ مشق بنایا ہے۔

کئی روز تک یہی جھمیلے رہے بھابی جان نے تردید پہ تردید کی اور ادھر میں ان سے نہایت ہی سادگی سے کہتا کیوں مذاق کرتی ہو؟ کیوں خواہ مخواہ جھٹلاتی ہو؟ کیوں جھگڑے کھڑے کر رہی ہو؟ مگر وہ حقیقت سے واقف تھیں ہنسی کے مارے دہری ہو جاتیں آنکھیں پھاڑ کر ہنستے ہوئے کہتیں مجھ سے غضب کرتے ہو ایسا سفید جھوٹ آخر یہ جھوٹ گے دن چلے گا؟

لیکن یہ مخالفت صرف بھابی جان کی طرف سے تھی بھائی جان صاحب اول تو اس پر لطف مذاق سے دور ہی سے ہاں اور ہوں کہہ کر دلچسپی لینا پسند کرتے اور پھر اگر بھابی جان نے انہیں مجبور بھی کیا تو وہ ان کے خلاف فوراً میری شہسواری کی تصدیق کر دیتے اور بھابی جان نے انہیں بھی مجبور کیا تو وہ ان کے اور بھابی جان کو تاکید کرتے کہ خانم کو خبردار جو بتایا۔

نتیجہ اس روز کی جھک جھک اور بحث کا آخرش یہ نکلا کہ خانم اور بھابی جان نے شرط بدی بھابی جان نے یہ شرط بدی کہ جس گھوڑے پر وہ کہیں اور میں چڑھ لوں اس پر تو دس روپے ہاریں گی ورنہ خانم کو دینا پڑیں گے اندھا کیا چاہے دو آنکھیں خانم نے فوراً ہتھے میں آ کر ہاتھ مار کر شرط پختہ کر لی بھابی جان نے بہ نظر احتیاط ایفائے شرط کے لیے خانم سے موٹی موٹی قسمیں لیں جن میں ایک قسم نہ صرف خفیہ اور نازک تھی بلکہ اس خاکسار سے متعلق تھی۔

* * *

عرض کر چکا ہوں کہ کسی زمانے میں ہمارے ہاں بہت گھوڑے رہتے تھے مگر جس

وقت کا یہ ذکر ہے اس وقت دو تھے ایک نمائش میں بیچ ڈالا گیا اور اس کے بعد پھر ایک رہ گیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد بدقسمتی کہیے یا خوش قسمتی کہ ادھر تو ہمارا پرانا کوچوان جو تیس پینتیس برس کا ملازم تھا اپنی کوچوانی کے مرنے پر باؤلا ہو کر بھاگ گیا اور ادھر خدا بھلا کرے ڈاکٹر صاحب کا کہ انہوں نے گھوڑے کی سواری والد صاحب کے لیے سخت مضر بتائی اور کہا کہ اگر آپ یہ روز روز کی شہسواری ترک نہ کریں گے تو آپ صحت کو سخت نقصان پہنچے گا۔ والد صاحب ڈاکٹر صاحب کو پہلے ہی سے احمق سمجھتے تھے مگر اتفاق کی بات کہ ایک طرف کوچوان غائب اور دوسری طرف گھوڑا ذرا عمر پر آ گیا تھا لہذا اسے بھی الگ کر دیا اور چلیے جھگڑا ختم ہوا وہ مضمون ہوا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری دو ایک دفعہ اس دوران میں ایسا موقع آیا کہ میرا امتحان ہوتا۔ مگر بڑی خوش اسلوبی سے ٹل گیا اور اب تو اطمینان تھا کہ گھوڑے ہی نہیں رہے۔

والد صاحب دراصل دوسرے گھوڑے کی فکر میں لگے ہوئے تھے اور اس دوران میں ٹینس کھیلنے لگے روز جا کر کھیلتے تھے اور وہ بھی اس طرح کہ جوانوں کو مات کرتے مگر بڑھاپا پھر بڑھاپا ہے اس عمر میں غیر معمولی جست وخیز کی کسر نکالنے چاہتے تھے نتیجہ یہ کہ گھٹنے میں چمک پیدا ہو گئی اور دوڑنے سے معذور ہو گئے اور میری کم بختی جو آئی تو تانگہ آنے جانے لگے ایک تو ویسے ہی گھوڑے کی خریدار کی فکر اور پھر تانگہ والے آپ جانیں کہ ویسے ہی ایک باتونی ہوتے ہیں لہذا تانگہ والوں سے گھوڑوں کی باتیں ہونے لگیں ایک تو بدمعاش خود باتیں بنا بنا کر کرایہ زیادہ لیں اور پھر اب انہوں نے یہ بدعت شروع کی کہ گھوڑے دکھانے والد صاحب کو لے جاتے اور کبھی خود گھر پر گھوڑے دکھانے لاتے قصہ مختصر کہ گھوڑے پر آنے جانے لگے والد صاحب کی عادت ٹھہری کہ لینا ہو نہ ہو انہیں گھوڑے دیکھنے سے کام پھر جب لینا مقصود تھا تو اور بھی شریر گھوڑے کی تلاش رہنے لگی اور اس سلسلہ میں دو تین دفعہ پھر ایسا موقع

آتے آتے رہ گیا کہ مجھے خانم کی شرط کی وجہ سے چڑھنا پڑا ہوتا۔ بھابی جان دراصل چاہتی تھیں کہ کوئی نہایت ہی شریر گھوڑا آئے ایک دفعہ میں جو دیکھا کہ گھوڑا سیدھا سادا ہے چڑھتا تو خیر اس نالائق پر بھی نہیں مگر ارادہ ظاہر کرنے کا جو کیا ہے تو بھابی جان بولیں اس گھوڑے پر نہیں بلکہ کوئی اور گھوڑا سخت شریر آئے گا، تب چڑھوائیں گے دراصل بھابی جان کو شرط ہارنے کا خوف تھا۔ یہ تو جانتی تھیں کہ میں سیدھے گھوڑوں پر بھی نہیں چڑھ سکتا لیکن پھر بھی یہ خیال کہ گھوڑا سیدھا ہے اور شاید میں جان پر کھیل جاؤں لہذا ایسے ویسے گھوڑوں پر وہ شرط نہیں چاہتی تھیں ادھر خانم کا یہ حال کہ شرط جیتنے کے لیے بے تاب تھی۔

☆

ایک روز کا ذکر ہے کہ جاڑوں کے دن تھے صبح کا وقت اور میں لحاف میں لیٹا ہوا مزے سے ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور سگریٹ کا دھواں اڑا رہا تھا کہ آواز آئی۔ ارے میاں منن خاں۔

جلدی سے میں نے سگریٹ دیوار سے رگڑ کر بجھا دیا اور اٹھ بیٹھا کہ پھر آواز آئی

کیا کر رہے ہو؟

میں باہر آیا کیا دیکھتا ہوں کہ والد صاحب قبلہ اس بلا کی سردی میں صرف ایک قمیض پہنے چبوترے پر کھڑے ہیں اور ایک نابکار تانگے والا ایک نہایت ہی شریر گھوڑا سامنے لیے کھڑا ہے ایسا شریر کہ خواہ مخواہ کوئی بات نہ چیت بگڑے جا رہا ہے مجھے دیکھتے ہی والد صاحب بشاش ہو کر بولے۔ کہو کیسا گھوڑا ہے؟

گردن زدنی ہے میں نے بھی ہنس کر کہا۔ کیا آپ لیں گے اسے۔

یہی تو سوچ رہے ہیں۔ مسکرا کر مجھے چھیڑنے کو کہا کیونکہ جانتے ہی تھے کہ میں گھوڑے کی خریداری کے سخت خلاف ہوں۔

میں نے کہا کیا کیجئے گا لے کو کوئی ضرورت بھی ہو آخر پھر میں نے تانگہ والے کو

ڈانٹ کر کہا لے جاؤ جی اسے گھوڑے کو یہاں کسی کو گھوڑا نہیں لینا ہے۔ بھاگو یہاں سے۔

والد صاحب اس بات پر بہت ہنسے کہنے لگے میاں ٹھہرو تو ابھی لے تھوڑی ہی رہے ہیں ذرا دیکھ رہے ہیں۔

میں نے ہر چند کہا مت دیکھئے مگر وہ نہ مانے اور تانگہ والے سے کہا ذرا یونہی بغیر سوار ہوئے باگ ڈور پکڑ کر دوڑا کر دکھائیے۔

تانگہ والا تو گھوڑا دوڑا کر دکھانے لگا اور ادھر میں نے والد صاحب کو لیکچر دینا شروع کیا آپ خود ہی غور فرمائیں کہ آپ کے والد صاحب یا کسی بزرگ کی ساٹھ ستر برس کی عمر ہو اور یہ شوق ہو کہ چلبلا سا گھوڑا جو کہیں پر پکڑ پائیں تو اچھل کر اس کی پیٹھ پر ہو لیں روزانہ دس دس اور بارہ بارہ میل کی رگڑ لگائیں آپ ہی بتائیں کہ ایسا کرنے میں وہ بزرگ کہاں تک حق بجانب ہوں گے ایک تو عمر ایسی اور پھر تلاش ہمیشہ کسی سخت شریر گھوڑے کی لہذا میں قدرتا سخت مخالف تھا کہ ہرگز ہرگز گھوڑا نہ خریدا جائے۔

والد صاحب نے گھوڑے کی چال ملاحظہ فرمائی۔ بڑے اچھے ہاتھ پیر کا زبردست گھوڑا تھا اور بے حد شریر اور عیبی تھا جب تانگے والا اس کی چال دکھا چکا تو والد صاحب نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور میں ویسے ہی غصہ میں بل کھا رہا تھا اور محض چھیڑنے کے لیے اب والد صاحب نے اور بھی مسکرا کر مجھ سے کہا۔

’’کیوں...... ذرا تم بھی چڑھ کے دیکھو اس کو ذرا نکالو تو دل کی۔‘‘

ظاہر ہے کہ اس جملہ سے ان کا کیا مطلب تھا محض ایک مزاحیہ فقرہ تھا مجھے چھیڑنے کے لیے ورنہ ان کو معلوم ہی تھا کہ نہ تو میں کبھی گھوڑے پر چڑھا ہوں اور نہ چڑھ سکتا ہوں لیکن ادھر تو والد صاحب نے مجھ سے یہ کہا اور ادھر میں نے اپنی پشت پر برآمدے کی آخر نکڑ کی طرف سے خانم اور بھابی جان کی آواز سنی بس کیا عرض کروں

سناٹے میں آ گیا برے پھنسے۔ میں نے دل میں کہا مجھے کیا معلوم تھا کہ باہر گھوڑا آیا ہوا ہے ورنہ میں حشر تک کمرے سے باہر نہ نکلتا یا الٰہی میں اب کیسی کروں اور کیا ترکیب کروں! خانم اور بھابی جان میں نہایت ہی زور و شور سے بحث ہو رہی تھی اور مجھے مجبوراً مڑ کر دیکھنا پڑا مجھے دیکھتے ہی دونوں نے اشارے سے بلایا میں ابھی آیا۔ والد صاحب سے کہہ کر چاروناچار خانم کے پاس پہنچا بس میں کیا عرض کروں کہ کس طرح دونوں دیورانی اور جٹھانی مسرت و نوجوانی کا گلدستہ بنی ہوئی تھیں کیونکہ بد قسمتی سے دونوں کو اپنی اپنی شرط جیتنے کا سولہ آنے یقین تھا اور دونوں بے حد خوش تھیں خانم گویا ایک دے میرے اوپر جھپٹ پڑی اس نے کس طرح میرے بازو پکڑ کر مجھے قسم دے کر شرط جیتنے کی فرمائش کی ہے اور ادھر بھابی جان کے چہرے پر کامیابی کا نور اس طرح پرتو فگن تھا کہ مارے خوشی کے بات نہ نکلتی تھی وہ جانتی تھیں کہ میرے فرشتے بھی اس ناہنجار گھوڑے پر نہیں چڑھ سکتے تھے پھر خانم کا جوش و خروش بھی قابل دید تھا۔ وہ اپنے دل پسند شوہر کی شہسواری کے کمالات دیکھنے کے لیے الگ بے چین تھی اور شرط جیتنے کے لیے علیحدہ۔

قصہ مختصر انتہائی خوشی کے ساتھ گویا خانم نے مجھے چبوترے پر سے ڈھکیلنے کی کوشش کی تو یہ کہتے ہوئے جلدی جاؤ اور شریر گھوڑے کو تھکا کر شل کر دینا۔

میں کیا عرض کروں کہ میرا اس وقت کیا حال تھا منہ سے بات نکلنا دوبھر تھی مردہ بدست زندہ وہ مضمون تھا اور مجبوراً میں چلا اس طرف۔ ادھر میں بڑھا اور ادھر مارے خوشی کے ایک لرزتی ہوئی آواز میں خانم نے کہا۔

بڑی تیزی دکھا رہا ہے ابھی سب بھلا دیں گے۔

خانم کے تو یہ خیالات اور ادھر اب میں نے یہ سوچا کہ مرنا برحق ہے پھر کیوں نہ ہمت کر کے گھوڑے پر بیٹھ جاؤں اور اب تو کوئی صورت بھی دوسری نظر نہیں آتی بیٹھ کر اس کھینچتے رہوں گا چمکارتا رہوں گا اور تھوڑی دیر کے بعد روک راک کسی نہ کسی

بہانے سے اتر پڑوں گا۔ چنانچہ یہ طے کر کے دل میں کہا آخری وقت ہے ذرا گھر والی کو تو ایک نظر اور دیکھ لیں چنانچہ مڑ کر میں نے اپنی رفیقہ حیات پر نظر ڈالی چشم زدن میں میں کہیں سے کہیں پہنچ گیا میں نے ایک تصویر دیکھی ایک ترکی خانم اپنے شوہر کر میدان جنگ پر جاتا ہوا دیکھ کر ہنس رہی تھی اور وہ مڑ کر دیکھ رہا تھا او ہو! میں نے کہا یہی بہادری کا معاملہ یہاں درپیش ہے بس پھر کیا تھا سامنے میدان جنگ ہے اور میں ایک دم سے میں کچھ سے کچھ ہو گیا تیزی سے قدم بڑھا کر پہنچا گھوڑے کی طرف اور تانگہ والے سے کہا لاؤ جی ادھر لاؤ ہم چڑھیں گے۔

والد صاحب پکارے کیا کہتا ہے اور میں نے مڑ کر دیکھا کہ وہ ہنس رہے تھے واللہ اعلم کیا سوچتے ہوں گے دل میں کیونکہ جانتے ہی تھے کہ مجھے گھوڑے کی سواری سے بھلا کیا تعلق۔

میں جب گھوڑے کے پاس پہنچا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے میں میدان جنگ میں کود پڑا میرے جنگی جوہر دیکھنے اور داد دینے کے لیے وہ منتظر ہے جس کو میں باعث تخلیق کائنات سمجھے ہوئے ہوں گھوڑا کم بخت خواہ مخواہ بگڑ نہیں رہا تھا بلکہ بکھرا جا رہا تھا مگر ادھر میرے بدن سے بھی جرأت کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ یعنی انتہائی جرأت کی وجہ سے بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا میں نے گھوڑے کو چمکارنے کی کوشش کی تو آواز منہ سے نہ نکلی شاید سردی کی وجہ سے اور ایسے موقعہ پر تانگے والے بدمعاش نے جو گھوڑا پکڑے کھڑا تھا یہ کہہ دیا کہ صاحب ڈریئے مت بدمعاش میں نے ڈانٹ کر کہا اور مارے غصے کے میرا خون جیسے کھولنے لگا کپکپاتے ہاتھوں سے میں گھوڑے کی باگ پکڑی میں گھوڑے کے بائیں طرف کھڑا تھا دل میں خدا کو یاد کر رہا تھا گھوڑا خواہ مخواہ تھرتھرا رہا تھا میں بیٹھنے کو ہوا ”نصر من اللہ“ کہنے سے میرے سارے بدن میں اعتماد اور بھروسہ کی برقی رو دوڑ گئی تمام قوت روحانی عود کر آئی فوراً یاد آیا کہ مولوی صاحب نے وعظ میں کہا تھا کہ ہم مہم کو بسم سے شروع کرنا چاہیے یعنی

بسم اللہ کہہ کر سیدھا پیر رکھے تو ضرور فتح ہو گی چنانچہ بسم اللہ کہہ کر میں نے بھی سیدھا پیر رکاب میں رکھا مگر پیر رکھا ہی تھا کہ پیچھے سے والد صاحب اور بھائی صاحب نے (جواب آ گئے تھے) زور سے للکارا اور ہیں! ہیں کر کے قہقہہ لگایا ادھر میں بیٹھ ہی گیا ہوتا۔ مگر گھوڑا بکھرنے لگا اور چل دیا لہذا مجھے پیر نکالنا پڑا۔

والد صاحب ہنس کر کہنے لگے کہ تم بالکل گدھے ہو سیدھا پیر رکاب میں ڈال کر کیا دم کی طرف منہ کر کے بیٹھتے احمق کہیں کے......؟

میں نے اپنی حماقت کو محسوس کیا مگر واہ ری حاضر جوابی فوراً چمک کر میں نے کہا لاحول ولاقوۃ۔ خواہ مخواہ آپ میرا مذاق اڑاتے ہیں میں تو یہ دیکھتا تھا پیر سے زور دے کر کہیں تنگ تو زین کا ڈھیلا نہیں ہے اور جو کھسک جاتا تو......؟

بھائی صاحب بولے تنگ ہاتھ سے دیکھا جاتا ہے کہ پیر سے؟

والد صاحب نے کہا ”اچھا اب چڑھو جلدی چڑھو“

میں نے حواس بجا کئے اور پھر گھوڑے کو چمکارا، بسم اللہ کہ کر اس دفعہ بایاں پیر رکاب میں رکھا مگر فوراً ہی گھوڑا چمکا اور مجھے پیر مجبوراً نکالنا پڑا پھر میں نے گھوڑے کو چمکارا اور پھر پیر رکھا مگر پھر گھوڑا چل دیا اور مجھے پھر رکاب سے پیر نکالنا پڑا تین چار دفعہ یہی ہوا اور رکاب میں پیر رکھتے ہیں گھوڑا بکھرنے لگتا والد صاحب نے جو یہ دیکھا تو وہیں سے ڈانٹ کر کہا یہ کیا واہیات ہے؟ پیر میں رکاب مار کر ایک دم اچھل کر بیٹھ کیوں نہیں جاتے یہ بھی کوئی بیل گاڑی ہے کہ تمہارے لیے کھڑی رہے گی۔

ساتھ ہی بھائی صاحب بھی لپک کر میرے پاس پہنچے اور کہنے لگے تم بھی عجب آدمی ہو آخر تم انتظار ہی کیوں کرتے ہو ہلکے پھلکے آدمی ہو پیر رکاب میں رکھتے ہی بجلی کی طرح چمک کے غڑاپ سے زین پر بیٹھ جاؤ۔

اوہو ہو! اب مجھے پتہ چلا اب تو گویا گھوڑے پر بیٹھنے کا گر معلوم ہو گیا لاحول ولا قوۃ واقعی میں سستی کر رہا تھا در حالیکہ دارومدار ہے محض پھرتی پر تیز طراری اور برق

رفتاری سے کام چلے گا چنانچہ یہ خیال آتے ہیں میں نے بھائی صاحب کو الگ ہٹایا یہ کہ کر بیٹے اب مجھے آخر چڑھنے بھی دیجئے گا یا نہیں، میں یہ سب جانتا ہوں آپ مجھے نہ بتائیں میں سب جانتا ہوں آپ تکلیف نہ کریں۔ یہ جملہ میں نے بلند آواز سے کڑک کر کہا تا کہ خانم اور بھابی جان بھی سن لیں کیونکہ میری بار بار کی ناکام کوشش کے ساتھ ساتھ بھابی جان نے خانم کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔

اب مجھے شریر گھوڑے پر سوار ہونے کا گر معلوم ہو ہی گیا تھا لہذا بھائی صاحب کو الگ ہٹا کر میں نے کچکچا کر ہونٹ دابے یہ سوچ کر کہ مجھے تو بجلی کی طرح تڑپ کر ایک دم سے زین پر پہنچنا چاہیے چنانچہ بجلی کی طرح تڑپنے یعنی ایک دم سے جست کرنے نہیں بلکہ سچ مچ گویا ایک دم سے اڑنے کی نیت باندھ کر میں نے اپنا بایاں پیر رکاب میں رکھا اور رکھتے ہی جو ایک دم تڑپا ہوں زور سے تو نہ صرف زین پر پہنچا بلکہ اس سے بھی یعنی اپنے حملہ کی تیزی میں سچ مچ بجلی کی طرح تڑپ کر گھوڑا پار کر گیا۔ پرے پار گرا اوندھے منہ لگام ہاتھ سے چھوٹ کر پیر میں اٹکی ادھر گھوڑے نے جو دیکھا کہ میری پیٹھ پر بجلیاں کوندگئیں تو وہ طرارہ بھر کے یہ جا وہ جا ایک جھٹکے سے میرا داہنا پیر لگام کے ساتھ ہوا میں بلند ہوا اور میں لٹو کی طرح گھوم گیا۔

بوکھلا کر میں کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھا گھوڑا بنگلے کے احاطے کو طے کر کسی ضروری کام سے سرپٹ اڑا جا رہا تھا اور گھوڑے والا اس کے پیچھے والد صاحب اور بھائی صاحب کا مارے ہنسی کے برا حال تھا بھابی جان کی کیفیت اور حالت کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ مارے ہنسی کے دوہری ہو گئیں۔ حلق میں مارے ہنسی کے پھندا پڑ گیا۔ اچھو لگ گیا گلے میں آنسو نکل آئے تھک اور شل ہو کر ہنستے ہنستے کھانسنے لگیں اور پسینہ پسینہ ہو کر بیٹھ گئیں چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں یہ سب کچھ اور پھر بھی ہنسی نہ تھمتی تھی بی خانم کی عجیب حالت تھی شرط ہانے کا دکھ میری ناکامی کا صدمہ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں منہ فق عجیب ماتمی صورت بنائے کھڑی تھیں میری

آنکھیں جو چار ہوئیں تو میں نے خوش ہو کر کہا ہیں دیکھتی کیا ہو جو چڑھے گا سو گرے گا۔ گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں...... ہم شہسوار ہیں ابھی گھوڑے پر سے گرے ہیں دیکھی تم میری تیزی...... کمال میرا۔"

ایک دم سے خانم کا چہرہ بشاش ہو گیا بھابی جان کی طنز آمیز اور تکلیف دہ ہنسی واقعی نا قابل برداشت تھی وہ بگڑ کھڑی ہوئی ان کی بے وجہ اور بے تکی ہنسی پر جب خانم بگڑی تو بھابی جان کے ذرا ہوش ٹھکانے ہوئے اور وہ اٹھیں اپنی کھانسی اور ہنسی کو روکتی ہوئی ور ہاتھ پھیلا کر خانم کی طرف بولیں لاؤ بہن میری شرط کے روپے۔

ارے خانم نے چلا کر کہا واہ بہن خوب رہی شرط تم ہاریں یا میں گھوڑا بگڑ کر نکل جائے تو کیا کرے سب گرتے ہیں گھوڑوں پر سے۔

ادھر میں نے جلدی جلدی دنیا کے مشہور شہسواروں اور سپاہیوں کے گرنے کے واقعات بیان کرنا شروع کیے اور پھر لگے ہاتھوں خانم نے والد صاحب اور خود صاحبہ شرط کے شوہر یعنی بھائی صاحب کے گرنے کے واقعات بڑی تیزی سے بیان کر کے بھابی جان کو قائل کرتے ہوئے کہا ان کہ بہن شرط کے روپے تو میں چھوڑں گی نہیں۔

یا میرے اللہ، بھابی جان نے اب اپنی ہنسی کو رخصت کرتے ہوئے کہا غضب ہے خدا کا گئے تھے آپ چڑھنے کو (میری طرف متوجہ ہو کر بولیں) اور وہاں قلا بازی کھا کر اس پار گرے اور اب یہ الٹی میری جان کھا رہی ہیں کہ شرط میں جیتی۔ سن لو بہن اچھی طرح کان کھول کر تم نے کھائی ہیں موٹی موٹی قسمیں یہ میرے روپے ہضم نہ ہوں گے میں لے کر چھوڑوں گی لو اور سنو۔

اتنے میں بھائی صاحب بھی آ گئے اور والدہ صاحب بھی آ گئیں اور پھر تو وہ حجت اور بحث چھڑی کہ بس سنئے اور داد دیجئے۔ بھائی صاحب کا خدا بھلا کرے آخر ہیں نا میرے ہی بڑے بھائی منصف مزاج آدمی اور پھر شہسوار بھی لہذا میں نے اور خانم

نے ان کے سپرد معاملہ کیا کہ بھئی تم کرو فیصلہ انہوں نے بھی بھابی جان کی طرف دیکھا اور پھر خانم اور میری طرف اور دو لفظوں میں خانم کے موافق فیصلہ دے دیا اور کہہ دیا انہوں نے مختصر الفاظ میں خانم سے کہ تم جیت گئیں مگر وہ جو کسی نے کہا ہے کہ مرغے کی ایک ٹانگ وہ مضمون بھابی جان کا ہے وہ بندی خدا کی بھلا کب قائل ہونے والی تھیں بگڑ کھڑی ہوئیں بھائی صاحب سے بھی اور عذر کیا کہ یہ فیصلہ انہوں نے مذاق میں دیا ہے نتیجہ یہ کہ اس طرف بھابی جان اور ادھر خانم دونوں قسمیں کھاتی تھیں کہ شرط میں جیتی اور روپے شرط کے ہضم نہ ہوں گے۔

نتیجہ کچھ نہ نکلا اور بقول خانم کے اس کو آج پتہ لگا کہ یہ بھابی جان سخت بدعہد ہیں اور ان کا کوئی اعتبار نہیں ذرا لطف تو دیکھئے کہ بھابی جان بگڑ کر بڑبڑاتی چلی گئیں۔ خانم ایک ہوشیار وہ جان گئی کہ یہ سب بھابی جان کے ڈھکوسلے ہیں سب تصنع محض روپے مار لینے کے ہیں۔

شام کو پھر یہی قصہ رہا اور کچھ طے نہ ہو سکا۔ دوسرے روز پھر یہی قصہ چھیڑ دیا گیا تیسرے روز شام کو اس سے بھی زیادہ بدمعاش گھوڑا آیا اور دوڑیں بھابی جان خانم سے دوگنی اور نقد انقد شرط بدلنے کو میں سخت گھبرایا مگر واہ ری بیوی ہوشیار ہو تو ایسی خانم نے بھابی جان سے کہہ دیا کہ نہیں جب تک تم میری پہلی شرط کے روپے ادا نہیں کرو گی میں کوئی شرط نہیں بدتی۔

میں نے بھی بڑھ کر خانم کو مشورہ دیا کہ بے شک تو سچ کہتی ہے پہلے والی شرط کے روپے لے لینا تب بدنا ورنہ نہیں۔

قصہ مختصر خانم نے بھابی جان کو صاف جواب دیا کہ جب تک روپے ادا نہ ہو جائیں گے کوئی نئی شرط ہرگز نہیں بدی جائے گی۔ نہ بھابی جان شرط کے روپے دے اور نہ نئی شرط بدی گئیں میرے دعا ہے کہ خدا کرے وہ کبھی ادا نہ کریں کس کس طرح بھابی جان بل کھاتی ہوئی روپے تیسرے شخص کے پاس جمع کرانے کو کہتی ہیں اور شرط

بدلنے کو کہتی ہیں مگر بے سود کہہ دیا ہے میں نے خانم کسے کہ جب تک یہ پہلی والی شرط کے روپے نہ دیں ہرگز شرط نہ بدلنا اور میں دعا مانگتا ہوں کہ خدا نہ کرے بھابی جان کبھی شرط کے روپے ادا کریں۔

بہر صورت میں گھوڑے پر چڑھا ہوں کب اور کس طرح یہ آپ نے دیکھ لیا۔

اندھیرا

اندھیرا! کس قدر شیریں اور پرفسوں لفظ ہے جو فوراً ہی واقعات کی کرختگی دور کر کے انسان کو تخیل اور جذبات کی دنیا میں لے جاتا ہے وہاں جہاں عشق و محبت کے ہوشربا واقعات اندھیرے کی پرسکون اور عافیت بخش فضا میں چاروں طرف سایہ کی طرح متحرک نظر آتے ہیں۔ لیکن بزدلوں اور شاعروں کا بھلا ہو کہ خواہ مخواہ اندھیرے کو بدنام کر رکھا ہے یہ نہیں دیکھتے کہ عشق و محبت کی پیدائش کا راز ہی اندھیرا ہے وہ کیسے؟ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں۔

پہلا اندھیرا

جب کا ذکر ہے کہ ہماری نئی نئی شادی ہوئی تھی اور دو ایک مرتبہ سے زائد خانم کا اپنے گھر جانا نہ ہونے پایا تھا کہ ایک عجیب وقت کا سامنا کرنا پڑا بات دراصل یہ ہے کہ جب نئی نئی شادی ہوتی ہے تو لڑکے والے اور لڑکی والے دونوں ایک قسم کی حماقت میں مبتلا ہوتے ہیں لڑکے والے کہتے ہیں کہ جب تک لڑکی کے گھر سے سچ مچ کوئی لینے نہ آجائے اس وقت تک لڑکی کو اس کے میکے نہ جانے دینا چاہیے چنانچہ یہی ہمارے یہاں ہوا اگر کبھی ہم نے اس بات کا ارادہ کیا کہ لاؤ ہم گھر پہنچا آئیں تو فوراً ہی والدہ صاحبہ نے خوف زدہ ہو کر کہا "نہیں لو اور سنو وہاں سے کوئی لینے والا آنا چاہیے"۔

اب جناب ادھر تو یہ معاملہ اور ادھر یعنی ہماری سسرال کا یہ حال کہ خانم کی اماں جان ایک اسے ایک جڑنگی رشتہ دار لینے بھیجتیں وہاں سے آدمی کیا لینے آرہے ہیں

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ ہم بیٹھے تاش کھیل رہے ہیں اور ہو رہا ہے شاہ کٹ …… طرح طرح کی بازی آ رہی ہے ۔ …… کبھی پان کا بادشاہ چلا آ رہا ہے تو کبھی چڑی کا بادشاہ خدا کی پناہ ایک صاحب آئے تھے انہوں نے مفلر کر اس زور سے کس کر داڑھی چڑھانے کے کام میں لیا کہ اس میں سلوٹیں پڑ گئیں کو کبھی نہ گئیں اور خانم سے جو پوچھا تو وہ بولی کہ اس نے خود ماتھے پر اندھا تھا ایک اور صاحب ایک دفعہ آئے تو ڈنڈ کرنے میں کرسی توڑ گئے اب ظاہر ہے اس قسم کے حضرات خانم کا سفر میں کس کس طرح ناطقہ بند کرتے ہوں گے تھرڈ کلاس میں گھسیٹر کر بے خبر ہو جاتے ہیں مگر ادھر کوئی ڈھنگ کا اسٹیشن آیا نہیں کہ پہنچے یہ حضرات جھانکنے سے منع کرتے دہی بڑے وہ نہ لینے دیں چائے یا برف وہ نہ پینے دیں قصہ مختصر اسی قسم کے چھڑوسوں کے ساتھ خانم کو سفر کرنا پڑتا تھا حتی کہ نوبت بایں جا رسید کہ آخری مرتبہ جو وہ اس قسم کے اینٹ کے بادشاہ کے ساتھ گئی تو اس کے ہوا سر میں درد سفر کی تکان سے اور وہ حضرت خفا ہوئے ۔

ان باتوں کو نتیجہ ظاہر ہے اب جو جانے کا وقت ہوا تو کوشش کر کے ہم خود خانم کو لے کر پہنچانے گئے ۔

☆

دوپہر کا وقت تھا جب ہم سسرال پہنچے گرمی کے دن تھے عمر میں یہ تیسری مرتبہ ہم سسرال پہنچے کیونکہ ہمیں لینے جانے کی اجازت نہ تھی نہا دھو کر شاندار کھانا کھایا گیا اس کے بعد ہم کمرے میں پہنچے خانم کے ۔

ایک مسہری بہت عمدہ بچھی ہوئی تھی قریب ایک آرام کرسی رکھی تھی مسہری پر ہم لیٹ گئے اور نازو نے پنکھا کھینچا شروع کیا اور لیٹے ہی تھے کہ خانم آئی اور مجھے سونے کا مشورہ دے کر چلنے لگی ۔

میں نے خانم سے کہا کہ تم دروازے کمرے کے چاروں طرف سے بند کر دو اس

نے دروازے بند کر دیئے جھلملیاں چڑھا دیں اور کمرے میں ایک دل ربا اندھیرا چھا گیا بالکل اندھیرا گھپ ہو گیا نازو بولی کہ بالکل اندھیرا ہو گیا جھلملی کے باریک باریک سوراخ سے روشنی کی ایک طلسمی سلاخ نکل کر خانم کے چہرے پر پڑی اور مجھے معلوم ہوا کہ خانم کا دلچسپ چہرہ ہے کہ پارہ تڑپ رہا ہے خانم نے جنبش جو کی تو روشنی کا بھالا آنکھوں میں لگا اس نے آنکھ بچا کر اور مسکرا کر کہا میں جاتی ہوں یہ نازو پنکھا کھینچتی رہے گی۔ تم سوؤ پڑ کر۔

میں نے اس کے جواب میں کہ پردے بھی کھینچ دو خانم نے پردے کھینچ دیے اور ننھے سوراخوں سے روشنی کی چلبلی اور نرم نرم سلاخیں سب کی سب دور ہو گئیں خانم نے دروازے کا پٹ آدھا کھولا کمرے میں ایک سے روشنی ہوئی مگر فوراً ہی خانم نے باہر سے دروازہ اسی طرح بند کر کے اندھیرا کر دیا میں آنکھیں بند کر کے پڑ رہا پنکھے کی جنبش کی آواز نیکی کے فرشتے کے وجود کا قائل کرتی رہی اور میں سو گیا۔

* * *

میں سو کر اس وقت اٹھا ہوں جب یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ صبح کا تڑکا ہے یا شام کا جھٹپٹا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقل خراب ہو گئی۔

مگر کمرے میں بدستور خاموشی تھی پنکھا بدستور چل رہا تھا یہ سسرال تھی کوئی گھر تو تھا نہیں جو ٹانگ پکڑ کر کھینچے جاتے اور اٹھا دیئے گئے ہوتے اندھیرا ابھی بدستور ہی تھا گو برابر کے دروازے کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا مگر پردہ پڑا ہوا تھا پھر شام ویسے ہی چکی تھی لہذا اندھیرا بدستور تھا میں نے سر اٹھا کر دیکھا معاً خانم کی شیریں آواز برابر کے برآمدہ سے کسی دوسری آواز میں الجھتی ہوئی یعنی باتوں میں مشغول سنائی دی۔ میں نے کان لگائے سنائی دیا۔

یہ دن بھر نازو تیرے دولہا کے ساتھ کمرے میں بند رہی؟ (کوئی بڑی بی تھیں) خانم نے کہا پنکھا کھینچ رہی تھی۔

آچ...... چھا...... آ...... بڑی بی نے طنز سے کہا لڑکی تو دیوانی ہوئی ہے۔ میں جگہ سے اٹھ کر دروازہ کے پاس آ کھڑا ہوا نازو کو اشارہ کیا پنکھا اسی طرح کھینچے جائے اب میں جھانک کر دیکھا ایک عدد بڑی بی خانم کے پاس بیٹھی تھیں اور پنکھا اپنے کو اس طرح جھل رہی تھیں کہ ہر دفعہ بال بال اپنی خود کی ناک بچ جاتی تھی۔

خانم کے چہرے کو متعجب بنا کر کہا۔ کیوں نانی کیا ہوا (یہ دراصل پڑوسن تھیں) تین دفعہ اپنی ٹھوڑی سے ناک پھننگ چھوئی اور پھر خود ہی بولیں کچھ ہوا ہی نہیں ...... خیر نازو کو سسرال لے گئی تھی نا۔

خانم بولی، جی ہاں۔

یہ کیوں؟ بڑی بی نے پنکھا مار کر خانم سے سوال کیا

خانم نے کہا کام کرنے کے لیے اپنا آدمی......

خانم کا اتنا کہنا تھا کہ بڑی بی نے بڑی تیزی سے پان کو اس کلہ سے اس کلے میں کیا چہرے پر زلزلہ کے آثار پیدا کیے پنکھا پلنگ پر پٹک کر خانم کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑ کر ایک پر احتجاج مگر خاموش لہجہ میں کہا۔

اری کم بخت سر پکڑ کر روئے گی دیکھ لیجیو ایک دن نازو تیرا ہی چونڈا مونڈے گی۔ تتلی ہے غضب کی وہ تو دیکھتی نہیں ہے تو اٹھتے اٹھتے تو تھرک جاتی ہے بال بال اس کا پھڑکتا ہے...... ہے نا میراسن آخر کو۔

معاً یہ الفاظ سنتے ہی مجھے نازو کی طرف دیکھنا پڑا یہ دیکھنے کو غضب کی تتلی کیسی ہوتی ہے اس نے فوراً نظریں نیچی کر لیں۔

ادھر خانم کو میں نے دیکھا بڑی بی کا کہنا اسے برا لگا کیوں؟ کیا یہ میری سچی محبت کی توہین نہ تھی ضرور تھی پھر کیوں نہ میری پیاری رفیقہ حیات برا مانتی۔ اس نے بڑی بی سے کہا۔ خدا کے لیے آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔

”کیسی باتیں کرتی ہوں۔“

All rights reserved.

خانم بولی وہ (مطلب اس خاکی پتلے سے) خدا نہ کرے ایسے ہوں پھر نازو صورت نہ شکل بھاڑ میں سے نکل۔

بڑی بی بولیں وہ بھی کچھ تیر ہو کر لڑکی ...... میرے بال دھوپ میں سفید ہوئے ہیں؟ سانپ کا بچہ ہوتا ہے خصم۔ سانپ پر بھروسہ کرنا ٹھیک نہیں چٹ سے کاٹ لے گا جو بھروسہ کرو گی۔ تو بھلا کس گنتی میں ہے سچ مچ کی خوب صورت اور پریوں کو چھوڑ کر بہتوں نے چڑیلوں کو گھر میں ڈال لیا رہ گئی صورت شکل تو نازو کی اٹھتی جوانی ہے وحیدن سے تو لاکھ درجہ اچھی ہے جس نے اسلامی کے میاں کو الو بنا دیا ذرا ہوش کی دوا کر تو دیکھتی نہیں ہے نازور کی آنکھیں زہر بھرا ہے۔

میں نے فوراً کنکھیوں سے نازو کو دیکھا اس کی زہریلی آنکھوں کو ...... اتنے میں خوش دامن صاحبہ کی آواز آئی اور مجھ پوچھا تو میں دبے پاؤں لپک کر پلنگ پر لیٹ گیا نازو گردن نیچی کیے پنکھا جھل رہی تھی میری نظر س پر گڑ گئی گو اندھیرا تھا مگر میں نے دیکھا یہ دیکھا کہ نازو کی اٹھتی جوانی ہے مجھے اب پتہ چلا اس کے خوب صورت مگر وسیع دہانے کو دیکھا کہ جو اس کان سے اس کان تک چلا گیا تھا۔ موٹے موٹے ہونٹ جوانی کا گلدستہ تھے ناک البتہ نہیں دکھائی دی کیونکہ دن دہاڑے روشنی میں اس کا دیکھ لینا کبوتر کی نظر کا کام تھا رہ گئی آنکھیں تو ایک چمک ان کی اندھیرے میں پھر دیکھی زہر کا چھلکتا ہوا پیالہ تھیں۔

اول نمبر کی چڑیل ہے۔ یہ میں نے دل میں کہا آئی وہاں سے ہماری خانم کا چونڈا مونڈ نے مارے جوتوں کے فرش کر دوں گا بہت دیکھی ہیں ایسی اٹھتی جوانی کی چڑیلیں اور زہریلی آنکھوں والی خوب صورت لڑکیاں۔

خانم کمرے میں داخل ہوئی بولی غضب ہے خدا کا سوئے چلے جاتے ہو۔ دروازے مڑ کر اس کے کھول دیئے میں نے اپنی پیاری رفیقہ حیات کے بشاش چہرہ کو دیکھا ایک پھول تھا کھلا ہوا۔

* * *

دوسرے ہی روز واپس آیا پندرہ بیس روز بعد ہی خانم کا خط آیا ہمارا جی گھبرات ہے اور تمہیں دیکھنے کو صرف جی چاہتا ہے کوئی ترکیب نکالو بلانے کی یہاں سوائے اس کے کیا ترکیب ہو سکتی تھی کہ لیٹ گئے لمبے لمبے بن کر پانی بہت سا پی کر قے کر دی اور رات بھر غل مچا دیا دوسرے روز والد صاحب نے تار دلوایا خانم کو اور ایک صاحب اس کو لے کر آ پہنچے۔

میں نہیں بیان کر سکتا کہ میرا کیا حال تھا خانم کا تانگہ کمرہ کے باہر رکا جہاں میں بنا ہوا بیمار پڑا تھا اس کے بوٹ کی شیریں آواز آئی مگر سوال یہ تھا کہ نازو بھی آئی یا نہیں چشم زدن میں نازو اور نازو کی مالکہ دونوں سامنے تھیں میں نے لیٹے ہی لیٹے ہاتھ اٹھایا خانم نے گرم جوشی سے مسکراتے ہوئے دبایا پیشانی پر میرے ہاتھ پھیرا وہ نازو کو ساتھ لائی تھی اس وجہ سے میرے دل میں محبت کا میٹھا میٹھا درد ہونے لگا مگر وہ نازو کو نہ لاتی تو مجھے بے انتہا صدمہ ہوتا کچل جاتا محض اس وجہ سے بخدا اس سے وجہ سے بخدا اس وجہ سے کہ میری محبت کی قدر نہ کی مجھے سانپ سمجھا میں خوش اور بے حد خوش تھا اس لیے کہ میری پیاری رفیقہ حیات کا میرے اوپر بھروسہ ہے قصہ مختصر میں اپنی خوشی کا الفاظ میں نہیں اظہار نہیں کر سکتا میری بیوی محبت کے امتحان میں پوری اتری۔

دوسرا اندھیرا

بدقسمت ہیں وہ احمق جو اپنی میٹھی میٹھی بیویوں سے سر کے بال بنواتے ہیں یا سر میں تیل ڈلواتے ہیں۔ شام کا جھٹپٹا تھا دسمبر کا مہینہ اور جاڑوں کی شام ہوا میں خنکی تھی باہر برآمدہ کے سامنے میں کرسی پر بیٹھا تھا اور اٹھ کر اندر جانے والا ہی تھا کہ خانم نے میری پشت پر پہنچ کر میرے سر کے بالوں میں اپنی نرم نرم اور لچک دار انگلیوں کا کنگھا کیا سر کے بال کرید کر کہا۔ خدا کی پناہ تمہارے سر میں خشکی کتنی ہے۔

میں نے لاپروائی سے اٹھتے ہوئے کہا رہنے دو۔

مگر خانم نے مجھ سے کہا میں ابھی تیل ڈالوں گی اور یہ کہہ کر مجھے روکا۔

مجھے سر میں تیل ڈالنے سے نفرت ہے میں نے انکار کیا مگر ادھر کے اصرار کے آگے نتیجہ یہ کہ خانم نے مجھے کمرے میں لا بٹھایا میں کرسی پر بیٹھ گیا اور چشم زدن میں میرے سر پر تیل ملا جانے لگا۔

بیوی سے سر میں تیل ڈلواتے وقت ایک فنافی القوم کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے یہاں اس سے بحث نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ اندھیرا ہونے پر بھی بغیر روشنی کے امداد کے کے بھی عمل جاری رہے گا پھر بدقسمتی سے تیل ختم ہو گیا میں نے ساتھ ہی اندھیرا ے کی طرف توجہ دلائی خانم شیشی لے کر اڑ گئی۔ ابھی آئی۔ یہ کہہ کر تیل لینے (شاید والدہ صاحبہ کی طرف سے) گئی میں نے آواز دی کہ لالٹین بھی کیونکہ لیمپ اور لالٹین تیل بھرنے اور صاف ہونے کے لیے اوپر مرکز پر جاتی تھیں اور سر شام اس وقت تک واپس آ جاتی تھیں مگر اس وقت تک نہ تو یہاں لیمپ تھا اور نہ لالٹین۔

میں اس وقت کمرہ میں تن تنہا بیٹھا تھا کمرہ کے باہر درختوں کی شاخیں کمرے میں ڈوب چکی تھیں۔ سامنے کا میدان ایک تاریک ہیولا ہوتا جا رہا تھا کمرے میں تو بالکل اندھیرا مسلط تھا۔ دور سے پرندوں کے بسیرا لینے کی آوازیں کان میں آ رہی تھیں قصہ مختصر اندھیرا اپنی پرفسوں چادر میں دنیا کو چھپا رہا تھا ایک عالم خاموشی تھا اور میں اندھیرے کے طلسمی اثر سے بت کی طرح خاموش تھا اندھیرا کیا تھا ایک دل فریب تکیل تھا کہ اس میں بہت جلد میں گم ہوتا معلوم ہوا جسم کی بےکاری اور آنکھ کی لاچاری یہ دو چیزیں اندھیرے کو سچ مچ کا طلسم بنا دیتی ہیں ایک سکون قلب کے ساتھ نیم باز آنکھوں میں غنودگی کا سا عالم لیے ہوئے میں بیٹھا تھا کہ تیزی سے بائیں جانب سے خانم داخل ہوئی یہ بھی گویا اس اندھیری دنیا کے پروگرام کا ایک حصہ معلوم دیا لہذا میں خاموش کا خاموش رہا لالٹین کی چمنی اٹھانے کا کھٹکا ہوا تو گویا

میں ایک دم سے چونک پڑا مڑ کر ایک لمحہ کے لیے میں نے دیکھا کہ خانم میری طرف پشت کیے بیٹھی لالٹین روشن کر رہی ہے۔ میں نے کہا جلدی کرو۔

چشم زدن میں لالٹین روشن ہوگئی۔ میری پشت کی طرف لالٹین تھی اور میں نے اپنی اور کرسی کی عظیم الشان پرچھائیں کو سامنے دیوار پر دیکھا میں نے دیکھا کہ دیوار پر خانم کی پرچھائیں پڑی...... میں نے دیکھا کہ شیشی میں سے تیل نکالا...... شیشی رکھی اور میں نے بائیسکوپ کی طرح پرچھائیں میں دیکھا کہ وہ میرے سر پر تیل پڑا مالش ہو رہی تھی۔

مالش کے شروع ہوتے ہی ہاتھوں کی لازمی جنبش اور جسم کے حرکات وسکنات کی جو کچھ بھی کیفیت سامنے دیوار پر خوب صورت پرچھائیں موجود تھی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

اس بائیسکوپ سے محفوظ ہونے کے لیے اول تو میں نے سامنے کی پرچھائیں کو دیکھ دیکھ کر اس کی کوشش کی کہ خانم کو دق کروں اور اپنی انگلی اپنے سر پر سے لے جا کر آنکھوں کے سامنے نچائی میں نے پرچھائیں کو دیکھا کہ کس طرح میرا وار خالی گیا میں نے بارہا کوشش کی اور بار بار میرا وار خالی گیا اب میں نے سوچا کہ کیوں معاملہ ٹھیک نہ رہے گا بے خبری میں اس کی ناک پکڑنی چاہیے چنانچہ پرچھائیں کو غور سے دیکھتا رہا ایک ذرا داہنی طرف سر جو مڑا ہے تو ناک کا سر پرچھائیں میں نظر آیا اور میں نے لپک کر ناک پکڑ ہی تو لی اور ایک قہقہہ کے ساتھ مڑا جو ہی تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے...... یہ تو نازو تھی۔

حجاب اور شرم کے ساتھ پریشانی اور اس کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ اس کے بدصورت اور موٹے لبوں پر ایک سیکنڈ پیشتر مسکراہٹ ہونے کے تمام آثار موجود تھے اس کی نظریں نیچی تھیں اور میں الگ خفیف ہو رہا تھا۔

رفع گھبراہٹ کے لیے میں نے تفصیل پوچھی تو اس نے بتایا کہ خانم کی والدہ

صاحبہ نے ضرورت سے باورچی خانہ میں روک لیا اور اس نے تیل کی شیشی دے کر کہا کہ جلدی سے جا کر روشنی کر کے میرے سر میں تیل لگا دو،

میں نے سرزنش کے طور اس سے کہا پھر تجھے یہ سانپ کیوں سونگھ گیا۔

ظاہر ہے کہ مالش ختم ہوگئی اور میں نے اس سے کہا کہ بھاگ جاؤ وہ ہوا ہوگئی۔

* * *

میں تنہا کرسی پر بیٹھا غور کر رہا تھا کہ متردد اور شاید کچھ تھوڑا سا رنجیدہ بھی کہ اتنے میں خانم آئی اور کمرے میں روشنی اور زندگی کا نور پھیل گیا۔

خانم نے مجھ سے دریافت کیا کہ نازو نے ٹھیک مالش کی یا نہیں اور میرے جواب باصواب پر اس نے والدہ صاحبہ کے روک لینے کا عذر پیش کی میں نے خانم سے نازو الی غلط فہمی کا ذکر تک نہ کیا شاید یہ سوچ کر خدا معلوم یہ کیا سوچے گی میں جانتا تھا کہ اس منحوس نانی نے بدظن کر دیا ہے میں اگر کہہ دوں گا تو خواہ مخواہ بڑھ جائے گی لہذا اس کو یہیں ختم کر دو۔

* * *

اس کے تیسرے دن۔

اتوار کا دن برآمدہ کے سامنے چبوترہ پر کرسی پر بیٹھا ہوا میں نہا کر تولیہ سے سر خشک کر رہا تھا نرم نرم دھوپ چنکی ہوئی تھی اور بدن میں غسل کے بعد دھوپ کی خوشگوار سینک محسوس ہو رہی تھی قریب ہی بیٹھی ہوئی نازو خانم کے جوتے پر پالش لگا رہی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خانم نے میرے سر کی خشکی کے خلاف جہاد بول دیا تھا فوراً نازو سے پکار کر کہا کہ میرے سر میں تیل ڈال دے یہ تو کیونکر کہتا کہ نازو سے اب یہ خدمت کبھی نہ لوں گا لہذا کہہ دیا کہ تھوڑی دیر بعد دیکھا جائے گا یہ سوچ کر کہ جب تک خود اسے فرصت ہو جائے گی۔

خانم نے اس دروازہ پر اپنا کام ختم کیا تو اندر کے دوسرے دروازہ پر پہنچی نازو نے

دوسرا جوتا شروع کیا ہی تھا کہ ''السلام علیکم'' کہہ کر رفیق آن دھمکے نازو کو اس طرح میری نگرانی میں مشغول دیکھ کر انگریزی میں بولے اس کی آنکھیں بہت اچھی ہیں۔

معاً مجھے منحوس نانی کا جملہ یاد آ گیا کہ ان آنکھوں میں زہر ہے لہذا میں نے بھی انگریزی میں کہہ دیا اینڈ پوائزنس ٹو (اور زہریلی بھی)۔

وہ بولے بے شک مگر یہ دن دہاڑے...... کیا جورو پر الو کی لکڑی پھیر دی۔

میں نے نازو کو سگریٹ کے بہانے سے بھگایا اور ان سے آہستگی کی فرمائش کر کے کہ احمق ہو تم۔

رفیق بولے اس وقت ہم تمہاری جگہ ہوتے اور تم ہماری جگہ تو بجائے ہمارے تم احمق ہوتے۔

میں نے پوچھا۔ اس سے کیا مطلب ہے تمہارا۔

انہوں نے جواب دیا۔ تصنع کر تو ڈالو چولھے میں اب یہ بتا دو کہ کچھ ڈورے بھی ڈالے اس پر؟

کچھ بناوٹی اور کچھ واقعی قدرتی تلخی سے میں نے رفیق کو ان کی حماقت کی طرف توجہ دلائی اور اپنی پارسائی کا حوالہ دیا نازو کو کریہہ المنظر ثابت کیا دبے چھپے الفاظ میں خانم کی من و خوب صورتی کا اعادہ کیا اور یہ کوشش کی کہ اس قسم کے خیالات دل میں لانا لغو ہیں۔

رفیق ایک ضدی آدمی ٹھہرے منطقی دلائل کی انہوں نے بھرمار کر دی ایک طرف بحث کا آغاز ہو گیا امور تنقیح طلب سے متعلق نازو کی ناک اور ہونٹ اور آنکھیں قرار دی گئیں اور اس کو دوبارہ پان کے بہانہ سے طلب کیا گیا وہ پان لائی تو رفیق نے اس کو اس قدر غور سے دیکھا کہ بوجہ پریشانی اس کے ہاتھ سے پان کی تھالی چھوٹ پڑی ہوتی وہ تو چلی گئی اور میں نے فوراً ہی دوبارہ اس کے بدہیئت چہرہ پر روشنی ڈالی اور کھلے الفاظ میں خانم کے ہوتے ساتھ اسے خوب صورت یا غیر بدصورت تسلیم کرنے

سے انکار کر دیا لیکن رفیق نے بحث کا پہلو بالکل ہی نرالا اختیار کر لیا انہوں نے میری تمام دلیلیں یہ کہہ کر رد کر دیں کہ بیوی کا اور کسی دوسری عورت کا تقابل ہی ایک سرے سے غلطی ہے وجہ یہ یہ کہ بیوی تو اپنی ہے ہی ظاہر ہے کہ میری تمام دلیلیں از خود رد ہو گئیں نازو کے مقابلہ میں اب کوئی دوسرا موجود ہی نہ تھا لہذا یہ ماننا پڑا کہ نازو...... بس ٹھیک ہے۔

جب یہ طے ہو گیا کہ ٹھیک ہے تو سوال تھا کہ اب کیا کیا جائے میں نے تجویز کی کہ کچھ نہ کیا جائے اور انہوں نے تجویز کی کہ محض ان کی خاطر محض ان کے کہنے سے، محض ان کی فرمائش پر کم از کم یہ تو جانچ لینا ضروری ہے کہ آخر کو میراثن ہے بدمعاش بھی ہے یا نہیں وہ اس طرح کہ کسی موقع پر اس سے کچھ کہا جائے کیا کہا جائے وہ بھی مجھے رفیق نے بتا دیا اور مجھ سے پختہ وعدہ لے لیا۔

* * *

اس کے دوسرے تیسرے روز رفیق ملے پوچھنے لگے کہ نازو سے کہا بھی کہ نہیں میں سچ مچ بھول ہی گیا تھا پھر میں نے سوچا کہنا مناسب معلوم ہوا کہ کہیں خانم سے کہہ دے تو اور مصیبت میں جان پڑ جائے چنانچہ میں نے رفیق سے وجوہات بیان کیے انہوں نے خفا ہو کر مجھے ڈانٹ پلائی اور کہا تم بڑے ناتجربہ کار ہو یہ کیونکر پھر مجھ سے پختہ وعدہ لے لیا اس کے چوتھے روز ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔

تیسرا اندھیرا

دسمبر کا مہینہ تھا اور مہاوٹ کی رات ننھی ننھی بوندیں باہر درختوں پر گر گر کر گیت گا رہی تھیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا یتغار روئی اور اون کو کاٹتا ہوا جا کر ہڈی کے گودے پر لگتا تھا بلا کی سردی تھی۔

کمرہ چاروں طرف سے بند تھا۔ خانم نے کھڑکی کھول کر باہر دیکھا اور مجھے بھی دکھایا گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی دور تک سامنے بنگلے

سے جنگل اور کھیت کا سماں ایک خوفناک تاریکی میں ڈوب کر رہ گیا تھا اندھیرے کے خوفناک دیو کا راج تھا۔ بڑی بھیانک اور اندھیری رات تھی وہی اس کی تاریکی کی ہیبت کا اندازہ لگا سکتے ہیں جن کا کمرہ مکان سے بالکل علیحدہ ہو اور اس کا رخ جنگل کی طرف ہو۔

خانم نے اس تاریکی اور وحشت خیز اندھیرے کو دیکھ کر ایک پھریری لے کر کہا۔ خدا کی پناہ اور کھڑکی بند کر دی۔

* * *

لطف یہ کہ ابھی شام ہی تھی دس بھی نہیں بجے تھے اتنے میں نازو کھانا لے کر آئی کچھ سردی کی وجہ سے خانم کے سر میں درد تھا لہذا خانم نے کھانے سے انکار کر دیا بجائے کھانے کے خانم نے کہا میں حریرہ پیوں گی۔

سولہ باداموں کو پیس کر چھٹانک بھر مکھن میں مصری ملا کر گھونٹ گھونٹ کر بگھار کر لی جائے تو سر کا درد کافور ہو جاتا ہے۔ مجھے کھانا کھلا کر نازو حریرہ تیار کرنے گئی اور ادھر میں نے چھوٹی میز اپنے سرہانے رکھ کر اس پر لیمپ رکھا اور تکیہ سے لگ کر کلاس کی ایک کتاب پڑھنے لگا خانم نے اول تو کس پر اپنے ماتھے پر رومال باندھا اور پھر اپنے پلنگ کا پردہ آہستہ سے اٹھا کر کہ کہیں جنبش سے درد نہ بڑھ جائے لحاف میں اپنے اچھی طرح سمٹ کر لیٹ گئی۔

رات کا سناٹا تھا باہر سے ہوا کی تیزی کی آواز آ رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تاریکی اور درختوں سے لڑائی ہو رہی ہے میں نے خانم کی طرف دیکھا پردے کی جالی سے اس کے چہرے پر جنبش تھی اور روشنی اس کے سنجیدہ اور پاکیزہ چہرے پر ناچ رہی تھی کس قدر خاموشی سے لیٹی ہوئی تھی۔

پانچ منٹ بھی مشکل سے گزرے ہوں گے کہ خانم نے کہا تم زور زور سے مت پڑھو ہمارے سر میں درد ہوتا ہے۔

خانم کا کوئی اپنا رشتہ دار تو میں تھا نہیں جو اس بات پر خفا ہوتا میں تو شوہر تھا گنگنا کر آہستہ آہستہ پڑھ رہا تھا لہذا جواباً میں نے خانم کی طرف بغیر دیکھے ہوئے کہا ہشت لیکن پھر بھی گویا تعمیل حکم میں اس سے بھی آہستہ آہستہ پڑھنے لگا۔

اس طرح کوئی پانچ منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ لیمپ کی بتی گویا ہوئی ''بھق'' خانم چونک پڑی اور بولی ارے۔

میں نے خاموشی سے لیمپ کی بتی کو کم کیا خانم نے اپنے تکیہ پر کہنی لگا کر لیمپ کی طرف کچھ ہراساں ہو کر کہا۔ یہ لیمپ بجھ جائے گا۔

بجھ جانے دو۔ میں نے لاپروائی سے کہا ور پھر کتاب کی طرف توجہ کی خانم بھی بدستور لیٹ گئی۔

اتنے میں نازو حریرہ لے کر آئی۔ میں نے خانم کی طرف پر معنی نگاہ ڈالی خانم سمجھ گئی مسکرا کر تصنع سے بگڑ کر کہنے لگی۔ پھینک دوں گی پیالہ۔ میں نے کہا خدا کے واسطے یہ دوا ہے اسے پی لو۔ وہ ہنسی کو روکتی رہی اور آہستہ آہستہ پینا شروع کیا۔ میں بار بار خانم کو دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا اس نے کہا تمہاری نظر لگ جائے گی یہ لو یہ کہہ کر باقی بچا حریرہ مجھے دیا میں سچ مچ اس کا منتظر تھا میں نے لے لیا اور ادھر پیالہ منہ سے لگایا ہے کہ لیمپ کی بتی پھر بولی زور سے ''بھق'' اس دفعہ ایسے کہ خانم سچ مچ اچھل پڑی میں نے پھر بتی کم کر دی۔

* * *

لیمپ اب خاموشی سے جل رہا تا خانم کے سرہانے جالی میں نازو بیٹھی خانم کا سر دبا رہی تھی۔ مگر دو دفعہ بتی کم کرنے کی وجہ سے روشنی کم تھی آہستہ سے میں نے بتی ذرا تیز کی لیمپ بدستور خاموشی سے جلتا رہاں۔

لیمپ خاموشی سے کوئی پندرہ منٹ جلتا رہا۔ خانم کی آنکھیں بند تھیں کہ ایک دم سے لیمپ نے بھقاٹا مارا خانم اچھل پڑی اور لیمپ نے اب بھڑکنا شروع کیا میں

نے بتی کم کر دی تو اس نے پھریریاں لینی شروع کیں ننھی پھلجھڑیاں چھوڑ کر دیپک کا راگ گانے لگا اب جو میں بتی کم کرتا ہوں تو وہ زیادہ ہوتی ہے بھق بھق کر کے انجن کی طرح لیمپ نے آخری سانس لیے اور ایک لپک کر ساتھ گل ہو گیا اندھیرا گھپ۔

خانم نے نازو سے کہا کم بخت لا جلدی دیا سلائی کی ڈبیا،

میرے تکیہ کے نیچے دیا سلائی نہیں ملی نازو سامنے الماری سے دیا سلائی کی ڈبیا لینے گئی دیا سلائی کا ملنا بہت آسان تھا الماری کے اوپر کے تختہ پر بائیں ہاتھ کو جہاں گلاس رکھا رہتا ہے اس سے ذرا ہٹ کر بسکٹ کے ڈبے کے پاس ہی چار پانچ چیزوں کے درمیان ہی کہیں دیا سلائی کی ڈبیا بھی رکھی ہے۔ اور بالفرض وہاں نہ ملی تو نیچے والے تختہ میں تو ہونا اس کا لازمی ہے۔

* * *

اب نازو کو خانم دیا سلائی کے پتے پہ پتے دیتی ہے مگر اس اندھی کو دیا سلائی ملتی ہی نہیں اور ادھر اندھیرے کے مارے خانم کا جی ہے کہ الٹا آتا ہے اندھیرے کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا میں نے تیسرے پہر کو خود دیا سلائی الماری میں رکھی دیکھی تھی حتی کہ اس اندھیرے میں مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے وہ رکھی ہے۔

خانم نے اور میں نے جب دیکھا کہ اندھی نازو کو دیا سلائی نہیں ملے گی تو ادھر میں اٹھا اور ادھر وہ نازو کو کوستی ہوئی اٹھی۔

خانم نے مجھ سے اندھیرے میں کہا تم کدھر ہو؟ اور یہ کہتی ہوئی مسہری سے اٹھی میں نے کہا یہ کیا ہوں……ادھر

خانم رینگ کر ٹٹولتی ہوئی آگے پہنچی اور ایک انتظام کے ساتھ کرسی میں الجھ کر گری تو ایک تو دردِ سر پھر اندھیرے کی تکلیف اور دیا سلائی نہ ملنے کی کوفت اس پر اس طرح گرنا لہذا امیرا فرض کیا ہوا؟ یہی کہ میں لپکا اسے سنبھالنے ادھر نازو نے دیکھا کہ اس

کی مالکہ گری اور اف کر کے گری لہذا وہ بے چاری بھی خانم کو سہارا دینے یا اٹھانے بڑھی مگر اندھیرا تو جناب اندھیرا ہی ہوتا ہے نتیجہ یہ کہ خانم کے دھوکے میں اندھیرے میں مجھ سے خانم کی بجائے نازو پر دست شفقت پھر گیا اور ساتھ ہی خانم جھنجھلا کر اٹھی ہی تھی اس نے نازو کو سمجھ کر دیا ایک دھموکا میری پیٹھ پر کس کر یہ کہہ کر کہ کم بخت کو دیا سلائی نہیں ملتی۔

ادھر میرے امداد رساں ہاتھوں سے نازو ایک ہوں کر کے ہشک گئی کہ میں خانم کا گھونسا کھا کر چلایا پگلی کہیں کی...... میں ہوں۔

خانم کے منہ سے نکلا ارے اور اندھیرے میں ہم دونوں قہقہوں کی آواز سے کمرہ گونج گیا خانم کا مارے ہنسی کے برا حال تھا کدھر ہو تم اس نے ہنسی کو روکتے ہوئے کہا۔

یہ کیا ہوں میں نے کہا۔

خدا کے واسطے دیا سلائی...... اسے کم بخت کو ملتی ہی نہیں دیا سلائی۔

اتنا کہہ کر خانم خود ایک الماری کی طرف بڑھ گئی کچھ کھٹ پٹ کی آواز آئی اور پھر دیا سلائی کے بکس کی دل خوش کن آواز۔

اسے کم بخت کو دیا سلائی ہی نہیں ملتی تھی...... یہ لو یہ کہہ کر خانم نے دیا سلائی دینے کو میری طرف ہاتھ بڑھایا حماقت تو دیکھیے خود نہ جلائی کیونکہ دوسرے ہاتھ سے بسکٹ کا ڈبہ اور گلاس وغیرہ سنبھالے تھے اب واقعہ یہ ہے اور میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ بوجہ سخت اندھیرے کے آنکھوں میں تو تارے ناچ رہے تھے اور زیادہ سے زیادہ خالی سایہ کی طرح خانم اور نازو کا وجود سیاہی میں ایک تخیل کی طرف حرکت کر رہا تھا ادھر خانم نے میری طرف دیا سلائی والا ہاتھ بڑھایا اور دیا سلائی سچ مچ میری عینک کے پاس پہنچی مگر مجھے خبر نہیں اور میں نے جو ادھر سے دیا سلائی لینے کو ہاتھ بڑھایا تو بدقسمتی تو ملاحظہ ہو وہ پہنچا نازو کے کان کے گردونواح میں اور کان کی مالکہ خانم کو سمجھ

کر میرے ہاتھ نے لگے ہاتھوں کان کے مغربی سمت کے صحرا کی بادیہ پیمائی کا خیال ہی جو کیا تو کان تو تھا نازو کا لہذا اس نے ایک دبی اور گھٹی ہوئی اونہہ کے ساتھ میرے ہاتھ کو ہاتھ سے تیزی سے جھٹکا تو خانم کا ہاتھ جو دیا سلائی لیے میری عینک کے پاس آ چکا تھا ایک جھٹکے سے دیا سلائی اور عینک کو اڑتا ہوا چلا گیا۔ اے میری عینک بوکھلا کر میں ناک اپنی ٹٹولتے ہوئے کہا۔

چڑیل کم بخت یہ کیا ہوا...... خانم کے منہ سے نکلا۔

میں نے کہا۔ ہلنا مت اپنی جگہ سے ورنہ میری عینک کی خیر نہیں کھڑی رہو جوں کی توں۔

خانم نازو پر برس پڑی اری کم بخت یہ تو نے اتنے زور سے کیوں ہاتھ چلایا؟ اندھی کہیں کی...... آئی وہاں سے پٹہ بازی کرنے...... اری بولتی کیوں نہیں کم بخت۔ یہ اندھیرے میں کوئی ہاتھ نچاتا ہے ایسے...... یہ بات کیا تھی...... وغیرہ وغیرہ میں ادھر اپنی عینک ٹٹول رہا تھا خانم بولی۔ تم کیا عینک ڈھونڈ رہے ہو

میں نے کہا ''ہاں''

وہ بولی وہ تو میں سمجھی تھی اندھیرے میں عقل بھی کھو بیٹھے ارے پہلے دیا سلائی دیکھتے۔

میں نے کہا تم خود احمق ہو بڑی میں تو دیا سلائی ڈھونڈ رہا ہوں دیا سلائی ہاتھ پڑ جائے تو کیا چھوڑوں گا اسے۔

یہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر دیا سلائی ادھر کہاں ہو سکتی ہے عینک کو چھوڑو اور ادھر دیکھو دیا سلائی کو...... کدھر؟ گرے اب تم بھی الجھ کر (نازو سے) کدھر گئی کم بخت...... دیکھ رہی ہے بیچ میں سے کرسی نہیں ہٹا دیتی...... ادھر کر دے یہ ادھر...... تو مت ڈھونڈ کچھ......

اب بدقسمتی ملاحظہ ہو کر خانم کی کرسی بتانے کی غلطی تھی یا اس اندھیرے میں خود

نازو کا اندھا پن کچھ بھی ہو میں جھکا ہوا تھا اور جسے اس نے کرسی سمجھا وہ یہ خاکسار تھا چنانچہ نازو نے کرسی کے دھوکے میں اب پکڑی میری ناک مگر جس طرح جلتے توے کو آدمی چھوتے ہی نہیں بلکہ چھونے سے پہلے ہی چھوڑ دیتا ہے یا ہاتھ خود بخود اچھل جاتا ہے اسی طرح نازو کے ساتھ ہوا کہ میری ٹھوڑی پر زور کا ایک گھسا لگا ارے میری زبان سے نکلا مگر ساتھ ہی مجھے دیا سلائی مل گئی اور جلدی سے میں نے دیا سلائی کھینچ کر گویا دن کر دیا دیا سلائی میری سر پر تھی اور اس کی روشنی خانم اور نازو پر پڑی دونوں کی آنکھیں چندھیا سی گئیں میں نے دیا سلائی کی بجھتی ہوئی روشنی میں نازو کے چہرے کو دیکھا جب اس نے میری عینک اٹھا کر دی اس کی آنکھوں میں خانم کی پڑوسن نانی والا زہر دکھائی دیا خانم نے دیا سلائی والا بکس مجھ سے لے کر دوسری دیا سلائی کھینچ کر موم بتی میں لگا دی اور دن ہو گیا۔

اندھیرے کی پر فسوں سیاہی میں روشنی کے بھالے لگنے اور کمرہ اس دھیمی روشنی میں جگمگا اٹھا خانم نے نازو کو اندر لالٹین لینے بھیجا اور میں اپنے پلنگ پر بیٹھ کر سوچنے لگا میرے کان میں ان بڑی بی کے الفاظ گونجتے دکھائی دیئے کیا میں واقعی سانپ ہوں جو موقعہ پاتے ہیں چٹک لوں گا کیا واقعی نازو کی اٹھتی جوانی میں اتنی جاذبیت تھی کہ میں اپنی پیاری رفیقہ حیات کو چھوڑ بیٹھوں گا لاحول ولا قوۃ چہ نسب خاک را با عالم پاک ، کجا علی کا پسینہ کجا گلاب کی بدبو ، کجا میری رفیقہ حیات اور کجا یہ بدہیت اور کریہہ المنظر نازو نتیجہ میں نے یہ نکالا یہ وہ پڑوسن خانم کی نانی کی بچی کھچی ایک فسادن معلوم ہوتی ہے بلکہ ہے...... قطعی۔

دوسرے روز کا ذکر ہے کہ میں تنہا کرسی پر بیٹھا گذشتہ رات کے واقعات پر غور کر رہا تھا اندھیرے میں گڑبڑ سڑبڑ میں جو کچھ معمولی واقعات پیش آئے تھے وہ ہوتے ہی رہتے ہیں مگر خانم سے میں اس بات کا تذکرہ نہیں کیا اب اس وقت سوچ رہا تھا کہ کہہ دوں یا نہیں کوئی بات تو ہے نہیں کہنے کی کہ خانم کے دھوکا میں نازو کا کان مروڑ

دیا نازو نے کرسی کے دھوکہ میں مجھے کھینچ لیا پھر خیال آیا کہیں نازو نے خانم سے کہہ دیا تو کیا ہوگا اس خیال سے کچھ طبیعت کو بے چینی سے محسوس ہوئی کہنے کو تو میں فوراً کہہ دیتا اسی وقت کہہ دیتا مگر مجھے ایک خیال تھا وہ یہ کہ خانم کی منہ بولی پڑوسن نانی نے کیا میرے اور نازو کے بارے میں خانم سے نہیں کہہ دیا تھا اور میں اب ڈر رہا تھا کہ ایک ذرا سا شوشہ خانم کو کہیں سے کہیں پہنچا دے گا اور خواہ مخواہ اس کے دل کو ٹھیس لگے گی۔

میں اسی فکر میں غلطاں تھا کہ بھائی رفیق آ گئے خوب موقع سے آئے میں نے دل میں کہا اور فوراً ان سے گذشتہ شب اندھیرا ہو جانے کے دلچسپ واقعات بیان کیے وہ خوب ہنسے اور میں بھی خوب ہنسا مجھے انہوں نے مشورہ دیا کہ ہرگز ہرگز خانم سے اس کا ذکر نہ کرنا چاہیے بلکہ خود نازو سے چپکے سے کہہ دینا چاہیے کہ وہ بھی خانم سے نہ کہے۔

اس کے بعد ہی نازو کی بابت باتیں ہوتی رہیں معاملہ دراصل یہ درپیش تھا کہ اس کا پتہ لگایا جائے کہ وہ کہیں بدمعاش تو نہیں ہے نازو کو بلایا گیا اس کو غور سے دیکھ کر بالکل ہی ایک نئے زاویہ سے اس کے چہرہ کو دیکھنے کی رفیق نے فرمائش کی اور اس کا میں نے پختہ وعدہ کیا رفیق بہت جلد چلے گئے مگر نازو سے وہ بات کہنے کا سخت تقاضا کر گئے۔

رفیق تو چلے مگر میں اب اس فکر میں تھا کہ نازو سے ضرور بالضرور کہہ دینا چاہیے کہ اندھیرے کی غلط فہمی کا ذکر کر کے کہیں خانم کو تکلیف نہ پہنچائے۔

میں اسی فکر میں تھا کہ ایک زرین موقع ہاتھ آ گیا خانم باورچی خانہ میں لگی تھی اور اس نے میرے تکیہ کے نیچے سے نازو سے کہا کہ کنجی لے آئے درحالیکہ میں تکیہ لگائے پلنگ پر دراز تھا نازو آئی اور قریب پہنچ کر ٹھٹک کر رہ گئی میں نے وجہ پوچھی تو اس نے مقصد بیان کیا دونوں ہاتھ میرے کتاب سے گھرے ہوئے تھے لہذا

میں نے سر اٹھایا کہ کنجی نکال لے سرہانے سے وہ کنجی نکالنے کے جھکی بدقسمتی سے اس کا چہرہ اس نئے زاویئے سے مجھے دکھائی دیا۔ جو رفیق نے دریافت کیا تھا چنانچہ میں دیکھا کہ اس کا دہانہ اس طرح دیکھنے سے بالکل چوتھائی رہ گیا ناک کے وجود کا قائل ہونا پڑا اور اس بڑی بڑی غلافی آنکھیں لمبی لمبی پلکوں کی چلمن میں بہت خوب صورت معلوم ہوئیں اور اس نے کنجی نکالی تو میں نے جھٹ سے ایک ہاتھ سے کتاب چھوڑ کر کنجی کی زنجیر پکڑ لی اور اس سے کہا سن تو ”رات اندھیرے کی گڑبڑ کا تو نے کہہ تو نہیں دیا“۔

ایک ہاتھ سے وہ کنجی پکڑے تھی اور دوسرا میرے ہاتھ میں تھا اس نے جواب دینے میں تامل کی اور میں نے آہستہ سے کنجی کی زنجیر جھٹک کر کہا ارے کم بخت کہیں کہہ مت دیجو، یہ سن کر وہ مسکرائی اور کنجی اس نے ذرا کھینچی تو میں نے چھوڑ دی جاتے جاتے اس نے دروازے پر پہنچ کر مڑ کر دیکھا وہ مسکرا رہی تھی اور میں نے گھونسا دکھایا خبردار کہنا مت، وہ چلی گئی اور میں اپنی عمر کے پہلے تجربہ سے ایک عجیب گھبراہٹ اور پریشانی میں ایک دم سے پڑ گیا بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ کہیں خانم سے یہ سب باتیں جا کر نہ کہہ دے تن بدن میں پسینہ آ گیا اور دل دھڑکنے لگا۔

☆

ایسے موقع پر کہ میں ابھی بدحواسی کے عالم میں تھا خانم کی آواز برآمدہ کے موڑ پر سنائی دی میں سن ہو گیا یا الٰہی کیا نازو نے سب جا کر کہہ دیا تیزی سے خانم کے پاؤں کی چاپ آئی کس تیزی سے؟ شاید غصہ میں بھری ہوئی آ رہی ہے غالباً کہہ دیا سب کچھ نازو نے بس میں کیا عرض کروں میرا دل دہل گیا سانس رکتا ہوا معلوم ہوا اب کیا ہوگا! یہ سوچ کر میں نے جلدی سے کتاب رکھ کر رضائی میں منہ چھپا لیا۔

پیر کی آہٹ چارپائی سے قریب ہوئی بالکل قریب آ کر رک گئی میں سچ مچ سناٹے میں آ کر رضائی کے اندر سُن ہو کر رہ گیا۔

میں تو اس سناٹے میں تھا کہ ایک دم سے اس نے زور سے میرا سر رضائی میں دبا دیا گڑبڑا کر میں نے رضائی سے سر نکالا اس کی ہنسی کی آواز سے کمرہ گونجنے لگا۔ کس طرح اس نے ہنستے ہوئے کہا سو رہے تھے تم تو لاحول ولاقوۃ میں کس خیال میں تھا اس کے چہرے پر تو وہی خوش دلی کا نور تھا۔ میں بے حد خوش ہوا دل ٹھکانے ہوا کہ سب کچھ تو وہم تھا نازو نے کچھ نہ کہا۔

چوتھا اندھیرا

شام ہی کو میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ تو بڑی واہیات بات ہوئی ایک طرح نازو کے بس میں ہوں میں ہر دم کا ڈر لگا رہے گا کہ کہیں وہ نہ کہہ دے طبیعت الجھ کر رہ گئی سوال یہ تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے خیال آیا کہ لاؤ خود کہہ دوں سب کچھ مگر ہمت نہ پڑی یہ طے کیا کہ نازو سیدھی لڑکی ہے وہ ہرگز نہ کہے گی۔

دوسرے روز کا ذکر ہے کہ ایک دوست کے ساتھ شام کو ٹہلنے گیا خانم کہنے لگی میں بھی ذرا ممانی جان کی طرف جاؤں گی۔

میں جب ٹہل کر واپس ہوا ہوں تو سڑک چھوڑ کر کھیتوں کھیتوں ہولیا اس طرح کہ اپنے کمرے کے سامنے جا نکلو جھٹپٹا وقت تھا جنگل اور کھیتوں میں کس تیزی کے ساتھ اندھیرا دوڑتا ہے دیکھتے دیکھتے شام کا سرمہ سارے میں پھیل گیا درخت بڑھتی ہوئی تاریکی میں عفریت نما پیکر معلوم ہونے لگے کھیتوں اور گھاس پر سبزی کی بجائے سیاہی دوڑ گئی ہر چہار طرف آسمان پر سیاہی کی چادریں اٹھتی معلوم ہو رہی تھیں میں گھر کے قرب میں پہنچا تھا کہ سامنے ممانی جان والے بنگلے سے میں نے دیکھا کہ کوئی تیزی سے نکلا نہر کا نالا سرعت سے پار کیا اور تیزی سے اپنے گھر کی طرف رخ کیا لباس تو صاف نظر نہ آیا لیکن میں جان گیا کہ کون ہے خانم ہے اکیلی میں نے دل میں کہا کہ لینا چاہیے اسے اندھیرے ایسا ڈرایا ہو کہ یا وہی کرے دونوں بنگلوں میں تین چار کھیت کا فاصلہ ہے یا پھر وسیع احاطہ کا میدان اس میں اور ملا لیجیے۔ میں

تیزی سے دوڑ کر بائیں ہاتھ کے کھیت میں گھس گیا اور اب میں نے پہچان لیا کہ وہی ہے۔ سرخ رنگ کی ساڑھی پہنے ہوئے تھی میں نے فوراً پہچان لیا وہ کھیت کی مینڈ پر تیزی سے آ رہی تھی اور میں داہنی طرف کھیت میں چھپ گیا۔

بجائے مینڈ سے ہو کر آنے کے اس نے کھیت کا گوشہ کاٹا اور بالکل ہی میرے قریب سے کہ میں نے سرخ ساڑھی کے آنچل کو اپنے چہرے کے سامنے سے اڑتے دیکھا چشم زدن میں ایک ہاؤ کے ساتھ میں اچھل کر دونوں بازوؤں سے جکڑ لیا ادھر سے ایک چیخ اور ادھر میرے منہ سے ایک قہقہہ کی آواز نکلی جب جا کر کہیں مجھے پتہ چلا کہ جس کو میں اس بے تکلفی، آزادی اور مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں جکڑے ہوں وہ خانم نہیں بلکہ نازو ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے ایک دم سے اس کو ایسے چھوڑ دیا کہ وہ دھم سے گر پڑی اور ادھر میں محو حیرت وہ اٹھی میں اس کے برابر آیا کچھ پریشانی کے ساتھ دبی ہوئی زبان سے میں نے کہا خدا کے واسطے نازو اس کا ......کا ذکر مت کرنا یہ ساڑھی تو نے کیسے پہن لی؟

وہ بولی مجھے آج ہی دی ہے۔

میں نے مجھے دھوکا ہو گیا...... تو کہا جا رہی ہے وہ کیوں نہیں آئیں۔ ہم دونوں گھر کی طرف جا رہے تھے

وہ بولی مجھے جلدی سے بھیجا کہ کمرے میں روشنی کر دوں اور کہہ دوں کہ وہ ذرا دیر سے آئیں گی

دو چار قدم میں چپ رہا انسانیت کو میں نے اپنے مرکز کی طرف مائل دیکھا۔ انسانیت جب اپنے مرکز سے دور ہوتی ہے تو علوی صفات کی حامل ہو کر احسن التقویم کی تفسیر ہوتی ہے ورنہ اپنے مرکز پر تو اسفل السافلین ہے ہی مطلب یہ کہ مجھے نازو کی اس وقت کی معیت نہ معلوم کیوں دل چسپ معلوم دی میں نے اس سے کہا تو ڈر گئی سچ مچ۔

ڈرا دیا آپ نے۔

تو کیا سمجھی نہ معلوم کون ہے۔

ہاتھ اس کا پکڑ میں نے کہا اگر تو نے کہہ دیا خانم سے تو بس یہ سمجھ لے کہ خیر نہیں ہے تیری۔ کہے تو نہیں۔

نہیں اس نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا اور تیزی سے چلی میں قصداً ذرا آہستہ آہستہ ہو گیا وہ کچھ آگے ہو گئی معاً مجھے خیال آیا کہ وہ جو رفیق نے کہا تھا بہترین موقعہ ہے۔ کیوں نہ کہوں اس سے۔

چنانچہ ''سن تو'' کہ میں لپکا قریب جو پہنچا تو زبان میں لکنت آ گئی سب بھول گیا کیا کہوں اور کیسے کہوں ہکلایا جو ہی تو مجبوراً بجائے اور کوئی بات کہنے کے پھر وہی بات کہی یعنی یہ کہ کہے گی تو نہیں اس کا جواب اس نے قدرے آزادی اور ہنسی کے لہجہ میں دیا نہیں کہوں گی۔

میں نے کہا اچھا اور وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا تا کہ نازو آگے نکل جائے پھر آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا نامعلوم کس فرک میں غلطاں و پیچاں اندھیرے میں اینٹوں اور گڑھوں میں ہوتا ہوا کمرہ میں پہنچا کمرہ خالی تھا اور لیمپ جل رہا تھا میں کرسی پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا اور ایک سوچ میں ڈوب گیا۔ سوال یہ تھا کہ نازو کے میں بس میں آ گیا اگر بگڑ گئی تو فوراً کہہ دے گی کیوں نہ خانم سے سب کہہ دوں۔

میں نہیں کہہ سکتا کتنی دیر اسی خیال میں مستغرق رہا گو سو سا رہا تھا کہ خانم کے بوٹ کی سخت مگر شیریں اور نپی تلی آواز کے کھٹکے سے جاگ اٹھا دروازہ میں خانم داخل ہوئی تو مجھے یہ معلوم ہوا جیسے کوئی آسمان سے حور نازل ہو گئی تیزی سے چلنے کی وجہ سے روشنی میں چہرہ تمتما رہا تھا اور سرخ لباس نے چہرہ پر آگ سی لگا دی تھی اس کے ساتھ ہی نازو بھی اسی رنگ میں داخل ہوئی جو واپس اسے لینے چلی گئی تھی یکے بعد دیگرے دونوں اس طرح سامنے آئیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ پریوں کے ساتھ

چڑیلیں بھی ہوتی ہیں لاحول ولاقوۃ۔

خانم تیزی سے نکلی ہوئی ایک لمحہ بھر کے لیے غسل خانہ میں چلی گئی اور میں اب جو نازو کو دیکھتا ہوں تو کتنی تمیز اور کتنی سادگی کے ساتھ اس نے کھانے پینے کے لیے میز کو اٹھایا میری طرف نظر اٹھا کر اس نے دیکھا تو خود کو مجھے دیکھتا پایا اس کے احساس نے شاید اس کو پریشان سا کر دیا وہ تیزی سے چلی گئی۔

تین دن کے تخیل نے اور الجھنوں نے مجھے نہ معلوم کس خلجان میں ڈال دیا ہر دم نازو کے معاملات کی فکر میں الجھا سا رہتا۔ الجھ کر رہ گیا۔ مجھے کیا کرنا چاہیے یہ سوال تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک ٹرین کی ٹرین خیالات کی آتی تھی یہ کب کا طے ہو چکا تھا کہ خانم کی صورت شکل سے کچھ بحث نہیں نازو بد صورت قطعی نہیں ہے پھر ویسے بھی ایک ایسی خادمہ ہے کہ ناممکن ہے کوئی ایسی باتمیز اور فرمان بردار (بلکہ کچھ کچھ دل چسپ) ہو سکے ہو کمرے کا کمرہ اور ہر چیز درست رکھتی ہے کپڑوں پر برش کرتی ہے اور ہر چیز کو فٹ رکھتی ہے وہ جو سنتے ہیں کہ رئیسوں کے یہاں نوکرانیاں تمیز دار خوش پوش، صاف ستھری اور جاذب نگاہ ہوتی ہیں تو واللہ وہی معاملہ یہاں ہے گویا ہم رئیس ہیں کم از کم ظاہرا تو وہی شان نظر آ رہی ہے۔

اب ایک اور لطف دیکھئے کہ رفیق سے اس آخر غلط فہمی کا کچھ تذکرہ نہ کیا جو بات کہلانا چاہتے تھے اس کے بتانے کا قصہ سے تعلق نہیں مگر اس کی فکر تھی دن میں درجنوں موقعہ ملتے تھے اور اب تو ہمت تھی کہ منٹ بھر کو بھی موقع ملے تو کہہ دوں دن میں دس مرتبہ موقعہ ملتا مگر کوئی بات نہ کہی جاتی لہذا وہ بات کہہ دیتا کہ کہنا مت۔

چنانچہ ایک روز نازو کھڑی رضائی کو پلنگ پر جما رہی تھی کہ میں نے کچھ کہنا چاہا مگر آخر کو وہی کہا خانم سے مت کہنا۔

بار بار سن کر وہ بھی شاید تنگ تھی کچھ اس کی طبیعت بھی موزوں ہو گی لہذا اس نے مسکرا کر کہا کہہ دوں گی۔

میں نے یہ سنا اور دفعتاً میری آنکھوں کے سامنے اس کے چہرہ کی متبسم شرارت کیا سے کیا معلوم دی اور تو کچھ نہیں میں نے اس کی دادیوں دی کہ کم بخت کہ کر اس کی پیٹھ پر ایک گھونسہ دیا زور سے اور وہ ہنستی ہوئی آہ کہہ کر دوہری ہو گئی مار دیا زور سے۔ ہنستے ہوئے زور سے اس شرارتاً کہا کہہ دوں گی سب کچھ۔

میں اتنی سی بات سے اس قدر وحشت زدہ ہو گیا کہ سیدھا کمرے سے بھاگا یہ دیکھنے کو کہ خانم کہاں ہے دوڑ کر دوسری طرف سے گھر میں گیا خانم گھر کی دلچسپیوں میں مصروف تھی اور کتنا اطمینان مجھے حاصل ہوا یہ دیکھ کر وہ کمرے سے کتنی دور اور بے خبر تھی کہ جب میں نے نازو کے گھونسہ مارا ہے افسوس کہ یہ انجام کا آغاز ہے۔

All rights reserved ©2002-2006

پانچواں اندھیرا

کرمہائے تو ما را کرد گستاخ

میں یاروں کے ساتھ چار روز کی چھٹی میں دلی جا رہا تھا اس دوران میں نامعلوم کتنی مرتبہ نازو کے گھونسے لگا چکا تھا لے دے کے یہی بھونڈا مذاق مجھے آتا تھا رفیق بارہا تقاضے کر چکے تھے مگر جو کچھ وہ چاہتے تھے وہ کہنے کی ابتک تو مجھے ہمت نہ پڑی تھی لیکن اب تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لاحول ولاقوۃ آخر ڈر کا ہے کا۔

خانم پوچھا کہ کب واپس آؤ گے فلاں تاریخ کو دن کو دو بجے ولی گاڑی سے آئیں گے۔ یہ بالکل غلط کہا تھا حالانکہ اس سے قبل رات ہی کو ڈیڑھ بجے والی ایکسپریس سے آنا طے تھا یہ مصلحتاً کہا تھا اب اس کی فکر تھی کہ نازو سے اپنی آمد کا صحیح وقت بتا دیا جائے مگر کس طرح اور کیسے اور کن الفاظ میں؟ یہ ایک سوال تھا۔

دن بھر اسی فکر میں رہا بات کرنے کا موقع تو ملا مگر سب باتوں کے کہنے کا موقع نہ ملا حتی کہ شام ہو گئی خانم گھر میں بیٹھی دہی بڑوں کے لیے بیسن پھینٹ رہی تھی اور بے طرح مشغول تھی میں اٹھ کر باہر چلا کہ خانم نے نازو سے پھر باورچی کی الماری کی میرے سرہانے سے کنجی منگائی میں چوکھٹ پر دروازہ کی پہنچ ہی چکا تھا لہذا تیزی سے باہر نکل گیا اور ہوا کی طرح اپنے کمرہ میں پہنچا چشم زدن میں لالٹین گل کر دی اور اپنے بچھونے پر رضائی اوڑھ کر اندھیرے میں لیٹ گیا میرا دل دھڑک رہا تھا اور میں لمحہ گن رہا تھا کہ نازو آئی لالٹین کون لے گیا اس نے خود ہی سے گویا کہا یہ کہہ کر کھٹ پٹ کرتی لوٹ گئی مگر پھر فوراً ہی آئی میرا کلیجہ بلیوں اچھل رہا تھا سیدھی وہ میرے سرہانے ٹٹولتی ہوئی آئی ہاتھ اس کا میرے تکیہ کے نیچے آیا ہی تھا کہ میں نے اپنا ہاتھ اندھیرے ہی میں خانم سے مت کہنا کہتے ہوئے اس کی طرف بڑھایا وہ کچھ چونک سی پڑی کہ میں نے ہاتھ سے اس کو اپنی طرف گھسیٹا تو وہ بل کھا کر میری طرف آ گئی مگر اپنا سر بالکل دوسری طرف کر لیا میں نے اس سے کانپتے ہوئے لہجہ میں کہا

پرسوں رات کو دو بجے والی گاڑی سے آؤں گا...... کچھری والے کمرے......

اتنا کہہ میں نے اس کو اپنی طرف گھسیٹنا چاہا زور سے مگر وہ زور کر کے کنجی لے کر نکل گئی۔ میں ایک دم سے تڑپ کر اٹھا جلدی سے لالٹین روشن کر دی اور پریشانی دفع کرنے کو ایک گلاس بھر کے ٹھنڈا پانی حلق میں انڈیل لیا کچھ دیر چہل قدمی کی پھر طبیعت کا ہیجان رفع کرنے کے لیے بڑے اطمینان سے لالٹین کو دھیما کر کے اور لیمپ جلا کر میز کے قریب کتاب لے کر بیٹھ گیا۔

مگر جناب کہاں کا پڑھنا اور کیسا پڑھنا کن کن خیالات میں غرق ہو گیا ڈوب کر کہاں سے کہاں پہنچا کمزوری نے میرے اوپر غلبہ پایا دل بھر آیا انسانیت کو اپنے مرکز سے جنبش کرتے ہوئے پایا حتی کہ میری کتاب پر ایک آنسو ٹپ سے گرا میں تکلیف سے بے کل ہو گیا اپنی پیاری رفیقہ حیات کی لافانی محبت کے درد کی دل میں کھٹک محسوس کی وہ جو میری محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ وہ جس نے مجھے اپنا مقصد حیات بنایا ہے وہ جس کا وجود میرے ہر تخیل کا آئینہ دار ہے۔ میں باتیں کیوں نہ اس سے کہہ دوں چنانچہ یہ طے کر لیا کہ ابھی ابھی سب کچھ کہہ دوں گا دل کو ایک دم سے سکون سا محسوس ہوا طبیعت شادمان ہو گئی اٹھ کر اندر گیا تو خانم کو دہی بڑے بنانے میں نے طرح مشغول پایا۔

دس بجے کی گاڑی سے جا رہا تھا چلتے چلتے ارادہ کیا کہ کہہ دوں مگر رک گیا خانم نے پھر پوچھا کہ کب آؤ گے تو بغیر سوچے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا کیونکہ اب ارادہ بھی وہی تھا گویا سچ کہا خانم کا شہرہ بے حد دلچسپ اور بے حد سنجیدہ معلوم دیا جب میں نے کہا اچھا لو رخصت سلام علیکم، ہم دونوں گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے اور سلام علیکم کہہ کر رخصت ہو گیا۔

چھٹا اندھیرا

دہلی پہنچ کر کیا ضروری کام انجام دیئے گئے یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں

یہ کہیے کہ دھماچوکڑی میں سوچنے تک کا موقع نہ ملا مگر دوسرے روز رات گئے جب سونے کو لیٹا تو عجیب خیالات میں غرق ہو گیا کسی نے کہا ہے کہ اندھیرے میں بیوی کی محبت ستاتی ہے اور اس کا بہت خیال آتا ہے۔ چنانچہ کمرے میں اندھیرا تھا اور خانم کا بہت خیال آیا بہت سوچ بچار کے بعد طے کیا کہ غلطی اپنی ہے پھر اس میر اسن بچی کی خود کی عیاری اب جو ہوا سو ہوا اس ناگوار سلسلہ کو ختم کرنا چاہیے۔ ویسے تو یہ زبانی ہونے سے رہا (اور اس وقت جوش بھی تھا) خیال آیا کہ ابھی ابھی خط لکھنا چاہیے۔ سارا حال شروع سے آخر تک لکھ دینا چاہیے کہ نازو دراصل اول نمبر کی حرافہ ہے صبح خط ڈال دیا جائے گا اور شام کے ۴ بجے پہنچ جائے گا دوسرے روز ہم خود پہنچ جائیں گے چنانچہ یہ طے کر کے اٹھا بتی روشن کی اور ایک طول طویل ایسا خط لکھا کہ دل ہلکا ہو گیا دو مرتبہ اس کو پڑھا اور پھر بند کر کے رکھ لیا کہ صبح تڑکے ہی اس کو ڈلوا دیں گے دل کو اطمینان ہوا اور سو گیا رات کو ایک خواب دیکھا کیا دیکھا؟ یہ نہیں بتایا جا سکتا صبح کو آنکھ کھلی تو خواب کی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور بھی ضروری معلوم ہوا کہ خط ڈلوایا جائے چنانچہ ہوٹل کے ملازم کو خط دیا کہ منیجر صاحب سے ٹکٹ لے کر جلد سے جلد ڈال دے اور خود غسل خانہ میں چلا گیا۔

☆

اب غسل خانہ سے جو نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یار لوگ کمرے میں کھڑے سر جوڑ میرا خط پڑھ رہے ہیں مجھے دیکھتے ہی ایک قہقہہ لگایا غصہ مجھے بھلا کیسے آتا بلکہ یہ کہیے کہ آنے کب دیا جاتا خط پڑھا جا چکا تھا اور میں نے اخلاقیات کا لیکچر دیتے ہوئے چھین لیا ایک نے کہا یار بڑے گھٹے ہوئے نکلے، دوسرے حضرت بولے اکیلے ہی اکیلے، ایک اور صاحب نے کہا ہو نہ احمق۔

میں نے پوچھا ''کیوں''

بولے جورو ٹانٹ گنجی کر دے گی آئے وہاں سے چونچلے میں کیا سمجھے ہو کہ جورو

اس خط کو پا کر خوش ہو گی۔

میں نے کہا، کیوں نہیں۔

وہ بولے ضرور (اس پر زور دے کر) تمہیں اتنی عقل نہ آئی کہ بھئی اگر غلطی ہوئی اور واقعی معاملہ رفت و گذشت کرنا ہے تو اب یہ جھگڑے کھڑے کرنے سے آخر کیا مطلب معاملہ ختم کر رہے ہو یا شروع۔

دوسرے صاحب بولے، معاملے کو یہیں ختم کر دو ورنہ......،

کیا ورنہ، میں نے کہا۔

وہ بولے ورنہ یہ کہ جورو خط پاتے ہی جوتیوں میں دال بانٹنا شروع کر دے گی اور نہ باوا سے پٹوایا ہو تو میرا ذمہ میاں گھر سے نکالے جاؤ گے ان باتوں پر وہ مارے گی نازو کو خط ملتے ہی اور پھر بات چھپے گی نہیں نتیجہ ظاہر ہے۔

چنانچہ اس قسم کی جو یاروں نے ردوقدح کی اور سارا حال معلوم کیا پھر مسخرہ پن کے بعد یہ صلاح دی کہ یہ معاملہ چولھے میں جھونکو اور قصہ ختم کرو چنانچہ اس قصہ کو ختم کیا معلوم ہوا میں واقعی غلطی کر رہا تھا مگر جیب میں رکھا رہنے دیا۔

☆

دلی سے چلنے کی رائے ہوئی تو میں نے کوشش کی کہ اس طرح روانہ ہوں کہ اس وقت پہنچیں کہ جس کا خانم سے وعدہ تھا مگر اور ساتھی نہ مانے اور روانگی وہی رہی کہ رات کے دو بجے پہنچیں جس کا نازو سے وعدہ تھا اکیلے بھلا کون جانے دیتا مجبوری تھی۔

میرا بستر وغیرہ سب ایک اور صاحب کے ہولڈال میں تھا اسی طرح دوسرا سامان بھی اوروں کے سوٹ کیسوں میں چنانچہ میں تو خالی ہاتھ تھا۔

☆

رات کے ڈھائی بجے ہوں گے جب بنگلہ کے احاطہ میں پہنچا طرح طرح کے

خیالات میں غرق تھا تانگہ کو پھاٹک سے ہی رخصت کیا اور سیدھا اپنے کمرے پر پہنچنے کی نیت باندھ کر آہستہ آہستہ سوچتا ہوا چلا۔

رات اندھیری تھی سخت سردی تھی۔ مگر ہوا بند تھی ایک خاموشی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی اور بنگلہ کا منظر تاریکی میں ایک کوہ پیکر ہیولے کی طرح آسمان پر منجمد سا نظر آتا تھا ادھر اُدھر درخت ایک ناقابل بیان سیاہی میں لپٹے ہوئے تاریکی کے سنتری بنے کھڑے تھے میں گردن میں اونی مفلر لپیٹے ہاتھوں کو سردی سے بچانے کے لیے پتلون کی جیبوں میں ڈالے سوچتا چلا جا رہا تھا۔

جو کچھ بھی ہو چکا تھا وہ تو گویا کر ہی چکا مگر سوال یہ تھا کہ وہ حرافہ یعنی نازو کی بچی کیا واقعی کچہری والے کمرے میں حسب ہدایت سو رہی ہو گی دیکھنا چاہیے یا مارو گولی۔

جب اس مقام پر پہنچا کہ یا تو اب سیدھا اپنے کمرے کی طرف رخ کروں۔ اور پھر بائیں ہاتھ کو مڑ کر کچہری کے کمرہ کو دیکھوں اور بتاؤں ایک ڈانٹ اس نازو کو چنانچہ جب اس مقام پر پہنچا تو گویا خود رک گیا کھڑا کچھ بھی سوچتا کہ مارو گولی اور مرنے دو اسے کبھی خیال ہوتا کہ اس کی بدمعاشی کی تصدیق تو کم از کم کرنا چاہیے اس شش و پنج میں دو چار سیکنڈ گذرے کہ ایک دم سے قدم کچہری والے کمرے کی طرف بڑھ گئے طے ہو گیا کہ دیکھنا چاہیے۔

☆

برآمدہ کے قریب پہنچا ہوں تو درختوں کے سایہ نے اندھیرے کو اور بھی سیاہ کر دیا تھا ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا برآمدہ میں آہستہ سے چور کی طرح پہنچا روشنی اور تاریکی میں کمرے کی طرف بڑھنے سے دل تیزی سے دھڑکنے لگا آہستہ آہستہ سے جو کمرے کے دروازہ کو چھوا تو تن بدن میں سنسنی دوڑ گئی دل بلیوں اچھلنے لگا کیونکہ حسب معمول بند نہ تھا بلکہ کھلا ہوا تھا مطلب یہ کہ نازو اندر ہے تحقیق ہو گیا ظاہر ہے کہ جب مقصد حل ہو گیا اور جس بات کو چاہتا تھا اس کا پتہ لگ گیا تو اب واپس ہونا

چاہیے مگر غرض ہے جب آدمی کی شامت آجاتی ہے تو عقل بھی ساتھ نہیں دیتی چنانچہ یہ خیال ہوا کہ لاؤ دیکھ لیں۔

کمرہ میں سر ڈال کر دیکھا بالکل سیاہی چھائی ہوئی تھی سوائے دل کی دھڑکن کے اور کچھ سنائی نہ دیا اندر آہستہ سے داخل ہوا داہنی طرف مڑ کر آگے بڑھا اور صوفہ کو آہستہ سے جو ٹٹول کر دیکھا تو رضائی ...... کیا اب بھی شبہ کی گنجائش تھی مگر نہیں ...... واپسی ناممکن تھی اور بالکل ہی تصدیق ضروری نتیجہ یہ کہ میں نے رضائی جو سرکائی تو سونے والی نے بڑی سی سانس لے کر ایک کروٹ لی اور میری زبان سے ایک عجیب رازدارانہ لہجہ میں کانپتی ہوئی آواز سے نکلا نا و رضائی کو علیحدہ کرتے ہوئے اٹھ کر بیٹھی اور ساتھ میں میں نازو کہتا ہوا صوفہ پر بیٹھنے کو ہوا...... تو خدا کی پناہ......

اندھیرا

عرض ہے کہ اس سے پہلے نہ تو میں نے کبھی بم کا گولا چھوٹتے دیکھا تھا اور نہ میں خود کبھی کسی توپ میں بھر کر داغ دیا گیا تھا اور نہ کبھی کسی میگزین کے ساتھ بھک سے اڑ جانے کا اتفاق قصہ مختصر یہ پہلا اتفاق تھا شامت اعمال کہیے، حماقت کہیے یا پھر شدنی امر کہ نازو کہتے ہوئے میں شاید بیٹھنے کو ہوا تھا کہ حضرت ایک طوفان خیز زلزلہ آیا زور کا دھماکہ ہوا بس یہ معلوم ہوا کہ صوفہ اور کمرہ سب کا سب اڑ گیا یا میرے اللہ! اندھیرا نہیں بلکہ سچ مچ کا اندھیرا آ گیا۔

خانم کی غضب ناک چیخ تھی کہ بم کا گولہ...... دھماکہ کے ساتھ ساتھ شعلہ بھی تھا یہ واقعہ تھا کہ خانم کے ہاتھ میں اب بجلی کا جیبی لیمپ تھا جس کی روشنی میرے منہ پر تھی اور میں دھماکہ کے تزلزل سے بوکھلا کر کہہ رہا تھا خط...... خط مگر توبہ کیجیے۔

اس کے بعد کیا اب یہ میری درخواست پر صیغہ راز ہی رہنے دیجیے کیونکہ سچ میں بتاؤں گا نہیں اور جھوٹ سے فائدہ کیا؟ ہاں قیاس دوڑانے کے اتنا بتایا جا سکتا ہے کہ پانچویں اندھیرے میں نازو کم بخت کے دھوکا میں خود خانم سے ملاقات ہوئی تھی نازو سے نہیں بلکہ خانم ہی سے میں نے نازو سمجھ کر کہا تھا کہ خانم سے مت کہنا ...... آہ!

نتیجہ

یہاں اس سے بحث نہیں کہ نازو نکال دی گئی اور نہ اس سے بحث ہے کہ اس کے بعد ایسی ڈراؤنی شکل والی ملازمائیں دیکھنے میں آ رہی ہیں کہ مہمانوں نے بچوں کو لانا چھوڑ دیا ہے کہ کہیں بچے ڈر کر یا سہم کر مر نہ جائیں اور نہ یہاں ہم اس تذکرہ کرنا چاہتے ہیں کہ بہت سے بدعقیدہ جو پہلے چڑیلوں کے قائل نہ تھے ہمارے یہاں کی نوکرانیوں کو دیکھ کر وہ چڑیلوں اور بھوتوں کے قائل ہوئے بلکہ یہاں تو موجودہ صورت حال کا رونا ہے نازو تو کہیں کی کہیں پہنچی لیکن ستم تو دیکھیے کہ آج کھلم کھلا نکٹی

اور کانی کھتری نوکرانیوں کی بھی اس طرح دن اور رات جستجو رہتی ہے کہ سب جانتے ہیں ان کے یہاں اس قسم کی نوکرانیوں کی اشد ضرورت ہے۔ لوگ ہنستے اور ہم سے وجہ پوچھتے ہیں اور غلطی سے اگر کہیں ہم نے اس کی باز پرس کی کہ آخر یہ کیا ستم ہے جو کھلم کھلا اس قسم کی بھیانک صورت والی نوکرانیاں تلاش کر رہی ہو تو اس کا جواب ایک طنز کے ساتھ ملتا ہے۔

''اور نہیں تو آپ کے لیے میں پریاں منگواؤں گی''

کھو گیا

(۱)

اسٹیشن پر خانم نے ٹکٹ سنبھالتے ہوئے کہا دیکھو سفر لمبا ہے اور انٹر کلاس کی گڑ بڑ کہیں کھو نہ جانا پھر۔

میں نے غور سے اس احمق بیوی کو دیکھا مردانہ جذبات کی کیا یہ توہین نہیں ارے او حوا کی بیٹی ذرا غور کر کہ یہ نقاب چہرہ سے ہٹاتے ہی سر پر ڈال کر تیرے ہوش جاتے رہے گویا پر نکل آئے۔

میں نے کچھ بگڑ کر کہا تو کوئی ہم بچہ تو ہیں نہیں۔

معاف کیجئے۔ خانم نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔ جیسے آپ کبھی پہلے تو کھو نہیں گئے ہیں۔

میں کیا عرض کروں مجھے کیسا غصہ آیا ہے ذرا کوئی اس منتظم بیوی سے یہ پوچھے کہ نیک بخت پہلے تو یہ بتا کہ تیرا میاں تجھے پہنچانے جا رہا ہے یا تو اسے پہنچانے جا رہی ہے؟ وہ تیرا ذمہ دار ہے یا اس کی تو نگہبان اور ذمہ دار ہے مجھے تسلیم ہے کہ ایک دفعہ سفر میں مجھ سے لوٹا کھو گیا دو دفعہ نقدی چوری گئی ایک دفعہ کوئی موذی سوتے میں جوتا لے کر چمپت ہو گیا اور ایک دفعہ کوئی الا اللہ کہہ کر بستر ہی لے کر لمبا ہوا ایک دفعہ ٹکٹ کھو گئے اور ایک اسٹیشن پر اتفاقاً میں خود رہ گیا یہ کہنا کہ یہ سب چیزیں نہ تو چوری گئیں نہ رہ گئیں بلکہ کھو گئیں یہ بھی مجھے تسلیم ہے مگر آپ خود انصاف کریں کہ میں یہ کیونکر

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

تسلیم کرلوں کہ میں بھی رہ نہیں گیا تھا بلکہ کھوگیا تھا لاحول ولا قوۃ کوئی بیل بدھیا ہوگیا یا اونٹ ہوگیا جو میں کھوگیا دنیا زمانے کے شوہر اور اچھے اچھے گریجویٹ سفر کی گڑبڑ اور چکر میں اسٹیشنوں پر رہ جاتے ہیں تو ان کی بیویاں یہی کہتی پھرتی ہوں گی کہ میاں کھو گئے مجھے غصہ آیا اس خدا کی بندی پر کہ دیکھو تو اس کے نزدیک رہ جانے اور کھو جانے میں کوئی فرق ہی نہیں ہے لہذا میں نے جھلا کر کہا ”مت فضول باتیں کرو“۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

* * *

دو قلی تھے خانم نے کہا تھا کہ جلدی سے بیٹھیں گے تاکہ کہیں جگہ نہ گھر جائے میں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا تھا اور بد قسمتی سے ریل میں جلد تر بیٹھنے بٹھانے کا ذمہ دار اپنے کو تصور کئے ہوئے تھا چنانچہ جیسے ہی گاڑی آئی قلیوں کو جلدی کی تاکید کر کے میں زنانہ ڈیوڑھے درجہ کی طرف چلا اب اس منتظم بیوی کی حماقت ملاحظہ ہو ہم یہ سمجھے کہ ہم منتظم ہیں اور وہ سمجھی کہ یہ احمق ہے اور میں ذمہ دار نتیجہ یہ کہ ایک قلی کو لے کر میں پہنچا زنانہ درجہ کے پاس اور دوسرے قلی کو لے کر وہ پہنچیں مردانہ درجہ میں ہم تیزی سے اسباب جو رکھواتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ دوسرا قلی اور بیوی غائب خیال بھی نہ تھا کہ یہ کارروائی عمل میں آئی کچھ انتظار کیا پھر اسی جگہ واپس آ گئے جہاں کھڑے تھے مگر توبہ کیجئے یہ معاملہ کہ جیسے گھر والی کھو گئی اس کا تو ہمیں اطمینان ہے کہ کسی عقل مند کی قسمت نے جو اگر کہیں دھکا کھایا اور وہ اسے لے گیا تو نہ صرف اس وبال کو لے کر پچھتائے گا بلکہ خوشامد کر کے واپس ہی کرتے بنے گی خیر تو یہ جملہ معترضہ تھا۔

اب معاملہ یہ ہوا کہ پلیٹ فارم پر تو بوکھلائے پھر رہے تھے کہ دوسرے قلی نے ہمیں پہچان لیا اور بتایا کہ مردانہ انٹر کلاس میں اسباب لگا دیا گیا ہے بقیہ اسباب بھی لے کر وہیں چلیے چنانچہ پہنچے ہم معلوم ہوا یہیں بیٹھنا ہے خیر کوئی ہرج نہیں اکثر ایسا کرتے ہیں اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی صرف کسی کانی کھتری حسینہ کی طرف البتہ نظر اٹھانے کی ہمت نہیں پڑتی اور دو تیز اور شکی آنکھیں دو معصوم اور کمزور آنکھوں پر پہرہ لگائے رہتی ہیں ادھر کسی نکٹی چپٹی عورت کے پاؤں کے زیور کی آواز چھم سے آئی نہیں کہ ادھر خانم کی آنکھیں بغیر اس عورت کو دیکھے ہوئے میری آنکھوں پر کہ کہیں اسے دیکھتا تو نہیں ہوں۔

قصہ مختصر بقیہ سامان بھی یہیں آ گیا جگہ کافی تھی اور اب ہم جم کر بیٹھ گئے اطمینان

سے اور پھر بہت جلد ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایسا کیوں کیا گیا ہے محض اس لیے کہ کہ نہ تو ہم کہیں خود کھو سکیں اور نہ لوٹا ووٹا پھینک سکیں اور پھر ٹیپ کا بند ملاحظہ ہو۔

تمھیں بار بار پیسہ پیسہ کے لیے دوڑ کر آنا پڑتا۔

*

ہم نے کہا کہ ہندستان ٹائمز خریدیں گے تاکہ تازہ خبریں پڑھیں جواب میں ہمیں تصویر ہندوستان ٹائمز دکھایا گیا جو پانچ چھ دن کا باسی تھا اور قلی سے پیشتر ہی منگوا لیا گیا تھا اب حکم یہ کہ دیکھئے کہ اس میں خبریں گو فی الحال خود تصویریں دیکھنا تھیں جب ہم نے کہا کہ یہ تو پرانا ہے جواب ملا سب ٹھیک ہے اور پھر جب ہم نے تازہ خبروں کا عذر کیا تو جواب ملا جلدی کیا ہے خبریں آگے چل کر کسی سے پوچھ لینا ورنہ کوئی اور خریدے گا اس سے مانگ کر پڑھ لینا۔ چلئے چھٹی ہوئی خیر صبر کیا۔

(۲)

گاڑی چلی اور بہت جلد قریب کے بیٹھنے والوں سے ہم نے باتیں کرنا شروع کر دیں ایک سنجیدہ صورت خاکی ڈریس والے نے مجھے بڑے غور سے سر سے پاؤں تک دیکھا اس طرح کہ مجھے شبہ ہوا کہ اب یہ کہتا ہے کہ میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے لیکن بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ بات نہیں بلکہ وجہ اور ہے وہ یہ کہ میں نہایت ہی ردی سوٹ پہنے ہوں جیسے کہ معلوم دے کہ کسی گورے کے تیجے میں گیا تھا اور وہاں اس کے دادا کا سامان نیلام ہو رہا تھا اس میں سے لے آیا۔

ان حضرات نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھ کر خانم کی طرف بھوؤں سے اشارہ کر کے کہا۔

یہ کون ہیں؟

میں کیوں؟ یہ........

اوہ آپ ان کے ساتھ؟

جی ہاں۔

وہ (بات کاٹ کر) نوکر ہیں آپ؟

میں جی کیا فرمایا آپ نے؟ (حالانکہ میں نے سن لیا تھا)

وہ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ...... (خاموش)

میں میری بیوی ہیں یہ (فخریہ)

وہ بیوی (اس طرح گویا میں جھوٹ بولتا ہوں جھک مارتا ہوں)

میں، جی ہاں

یہ کہہ کر میں نے اس آدمی نما شکی حیوان کو دیکھا بخدا اس کے زیر لب مسکراہٹ اور آنکھوں کی گستاخانہ حرکت گویا وہ یقین نہیں کرسکتا تھا اور نہ کرے گا کیا مجھے غصہ آیا ہے اس وہمی پر کہ بیان سے باہر گفتگو ختم کرنے کے بعد یعنی یقین نہ کرنے کے بعد وہ سگریٹ کا دھواں دوسری طرف ایک ہونکار کے ساتھ ہی نہیں چھوڑنے گا بلکہ زور دے کر گویا کہ دیا تھا مجھ سے کہ تو جھوٹ بکتا ہے۔

میں بھلا یہ کب گوارا کرسکتا تھا میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

جناب کو اس بارے میں آخر شک کیوں ہوا۔

یہ میں نے بہت آہستہ سے کہا کہ خانم نہ سن لے ورنہ ناطقہ بند کرتی کہ ایسی باتیں شروع ہی کیوں کیں لیکن اس بدتمیز اور شکی مزاج کو دیکھئے کہ تمسخر آمیز لہجہ میں بھق سے دھواں منہ سے نکال کر کہتا ہے اور وہ بھی مسکرا کر نہایت ہی آہستہ سے گویا راز دارانہ لہجہ میں

جی...... مگر آہستہ بولیے۔

یہ کہہ کر وہ لاپروائی سے دوسری طرف منہ کر کے دھواں اڑانے لگا میں جل کر کباب ہوگیا میں نے دل میں او بدنصیب تو مت یقین کر شکی درندے جا چولھے میں

بیوی تو یہ ہماری سولہ آنہ ہے بلا شرکت غیرے بھاڑ میں پڑ تو ہماری بلا سے جہنم میں جا ہمت یقین کر۔

(۳)

اس کے بعد میں نے خود کا غور سے معائنہ کیا سنا کرتے تھے کہ پہلے زمانے میں لوگ کپڑے گھڑوں میں رکھتے تھے جب صندوق عام نہ تھے آج پتہ چلا کہ یہ روایت بالکل غلط ہے بات دراصل یوں ہوگی کہ ایسے لوگوں کی بیویاں میلے کپڑے نکال کر اپنے شوہروں کو زبردستی پہنا دیتی ہوں گی چنانچہ مجھے خانم پر بے حد غصہ آیا سرک کر ذرا قریب آیا وہ سمجھی کہ میں کچھ ضروری بات کہنا چاہتا ہوں لہذا اس نے بھی کان بڑھایا اور میں نے چپکے سے اس کے کان میں کہا کیوں جی تم نے آخر ہمیں سمجھا کیا ہے؟

اس کے جواب میں اس نے مجھے بھویں سکیڑ کر اس طرح دیکھا کہ مجھے یہ شبہ ہوا کہ دل میں کہہ رہی ہے بجائے زبان سے کہنے کے ''احمق''۔

معاً مجھے اس طرح گستاخانہ نظروں سے اس کے دیکھنے پر اور بھی غصہ آیا اور پھر میں نے اسی طرح کہا۔

آخر تم نے ہمیں سمجھ کیا رکھا ہے۔

ہوں اس نے آخر کو کہا خیر تو ہے۔

میں نے بھنا کر کہا یہ ہمارے اچھے سوٹ مہنگے والے بلکہ سیکنڈ کلاس میں سفر کرنے والے سوٹ اور عمدہ عمدہ ٹائیاں وغیرہ آخر کس دن کے لیے تم نے بنوا کر رکھی ہیں کیوں نہیں آخر تم پہننے دیتیں چلتے وقت ہم نے تم سے کتنا کتنا کہا اور کیسے کیسے کہا یہ سوٹ میلا اور دس دفعہ کا پہنا ہوا ہے جس سے دو چار دفعہ جوتا بھی پونچھا جا چکا ہوگا یہ کیوں پہننے کو دیا؟ کیوں نہیں تم نے......

بات کاٹ کر وہ بھی آہستہ مگر تیزی سے بولی دیوانوں کی سی باتیں تو کرو مت

جانتے ہو سفر میں کپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ ایسے نامعقول جواب سے میں کیونکر کباب نہ ہو جاتا۔ خود تو پہنے ہوئے ہے ریشم کے کپڑے ریشم کے موزے بیس روپے والا جوتا اور ہم پہنے ہوئے ایک میلا کچیلا سوٹ ایسی جیسے بھنگن کا کمر بند اور کالر ایسا جیسا نائی کا پٹا اور پیر میں ہمارے ایک انگیزی جوتا کیوں کہیے کہ ایک ٹکیلا منڈا ان کے کپڑے تو میلے نہ ہوں گیاور ہمارے ہو جائیں گے۔

واللہ علم یہ بدصورت شوہروں کی خوبصورت بیویوں نے دل میں کیا سوچ رکھا ہے میں جل ہی تو گیا اور میں نے بل کھا کر کہا۔

اور یہ تم جو اتنے اچھے کپڑے پہنے ہو میلے نہ ہوں گے۔

ریل میں یہ باتیں نہیں...... یہ کہہ کر گویا ایک گھسیٹ کا پنچ تھا کہ کھینچ کر وہ کاٹا اور جواب آنکھوں سے غصہ کے اظہار کے ذریعہ سے ختم۔

میں نے بھنا کر کہا اس چٹاخے دار برجستگی پر گویا غصہ کا ایک گھونٹ سا پیا مگر صبر آخر کو نہ ہوا اور پھر میں نے جوش میں آکر کہا۔

آخر یہ بھی کوئی......

مگر میری بات تیزی سے کاٹ دی گئی یہ کہہ کر کہ اور جو سفر میں کوئی ملنے جلنے والی مل جائے تو...... بچہ بنتے ہیں یہ کہہ کر دوسری طرف منہ موڑ لیا گویا آگے بحث نامنظور ہے۔ میں سوائے اس کے کیا کرتا کہ جلتا اور بھنتا رہا۔

اتنے میں گاڑی رکی ایک سب انسپکٹر صاحب مع اپنی فوج کے اور اس قدر شر سامان کے دھک پیل کرتے ہوئے وارد ہوئے کہ خدا کی پناہ گھبرا کر خانم نے کہا ہمیں سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ بنوا دو...... جلدی...... جلدی

میں نے کہنا چاہا مگر......

جلدی...... یہ لو...... جلدی جلدی؟ یہ کہہ کر مجھے ٹکٹ دیئے اور پھر جلدی کرو۔

میں نے سوچا کہ اچھا ہے سیکنڈ کلاس میں چل کر اس سے خوب لڑوں گا اور فوراً دوسرا سوٹ نکلوا کر پہنوں گا لہذا میں ٹکٹ بنوانے دوڑا۔

* * *

ان ریلوے کے بابوؤں کو اتنی جماہیاں آتی ہیں اور پھر ایسی ایسی کہ چھوٹی چھوٹی آنکھیں موٹے موٹے چہروں پر سے کھو کھو جاتی ہیں دل کا خون سمٹ کر ناک کی پھننگ پر آ جاتا ہے اور پھر اس کے ساتھ انگڑائیاں علاوہ ایسی بے تکی اور بے موقع کہ بیان سے باہر یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارا وزن کیا ہے اور جس کرسی پر ہم خود دھرے ہیں وہ کیسی ہے انہیں تو ایک دم سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے جادو کے زور سے چہرہ پر آنکھیں پیدا ہو گئیں۔ یہ اٹاوہ کا اسٹیشن تھا اور میں پل پار کر کے پلیٹ فارم کے اس طرف گیا تھا ٹکٹ بنوانے بابو جی نے بڑی عنایت کی جو قدرے تامل کے بعد ایک لا پتہ ٹکٹ چیکر کا حوالے دے یا میں ان کی تلاش میں لگ گیا اور انہیں ہر جگہ تلاش کیا کوئی جگہ نہ چھوڑی سوائے اسٹیشن کے پاخانہ کے غرض اسی تلاش میں تھا کہ وہ خود مجھے تلاش کرتے آ پہنچے میں نے ٹکٹ حوالے کے بدلنے کی کوشش کی تو انہوں نے دام اور مین نے جواب میں کہا ارے بڑا روپیہ پیسہ کا خانم کے پاس ہے لہذا دوڑا ایک دم سے ٹکٹ وکٹ چھوڑ کر دام لینے دوڑا ہی تھا کہ خیال آیا کہ ٹکٹ چیکر مع ٹکٹ کے غائب نہ ہو جائے لہذا دوڑا واپس اور ادھر ریل نے سیٹی دی جب تک میں جھپٹ کر ان کے ہاتھ سے ٹکٹ واپس لوں ریل چل دی اور بجائے پل پار کرنے اور اس طرح پہنچنے کے میں ریل کی پٹری پھاند کر دوڑا بری طرح اور جو ڈبہ سامنے آیا اسی میں بیٹھ گیا اب ہانپتے کانپتے کھڑکی سے سر نکال کر جو دیکھتا ہوں تو ریل تو پلیٹ فارم سے باہر اور خانم کھڑی ہوئی ہے۔ مع اسباب کے! بوکھلایا ہوا تو آیا ہی تھا بس دیکھتے ہی اچھل پڑا ارادہ کیا کہ کھڑکی کھول کر کود جاؤں مگر ایک بڑے میاں بیٹھے تھے موٹے سے انہوں نے شاید سوچا کہ یہ باولا ہے لہذا ہاتھ پکڑ لیا جلدی میں جھٹکے پہ

جھٹکے دیتا ہوں مگر ہاتھ نہیں چھوٹتا وہ نہ معلوم کیا پوچھتے ہیں اور میں کیا کہتا ہوں کھڑکی انہوں نے بدن کرتے ہوئے مجھے چھوڑا تو میں زنجیر کھینچنے دوڑا دو تین جھٹکے دیئے مگر بھلا اسے کہاں جنبش دوسروں سے کہتا ہوں تو وجہ پوچھتے ہیں یہ سب چشم زدن میں ہو گیا وجہ بتائی تو پھر بڑے میاں نے ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا اور کہا آخر اتنی گھبراہٹ کیوں ے تار دے دینا اگلے اسٹیشن پر سے اور دوسری گاڑی سے واپس آ جانا میری سمجھ میں بات آ گئی جھانک کر پھر خانم کو دیکھنے کوشش کی خیال آیا کہ ٹھیک ہے ایسا ہو چکا ہے اس دفعہ جب رہ گیا تھا تو خانم چلی گئی تھی بعد میں اس نے کہا تھا کہ میں نے غلطی کی اگلے اسٹیشن پر اتر کر تمہیں تار دے دیتی اور تم آ جاتے ٹھیک ہے۔ میں نے کہا میں خود پہنچ کر تار دے دوں گا اور وہ آ جائے گی۔

(۵)

دوسرا ایکسپریس رکنے کا اسٹیشن جسونت نگر تھا وہاں اترا تو پیشتر ہی سے تار موجود تھا لکھا تھا کہ اس نام کے آدمی کو ڈیل کے ڈبہ سے یہ کہہ کر اتار لو کہ تمہاری بیوی اٹاوہ پر اتر گئی ہے میں اتر ہی چکا تھا میرے پاس تار کے پیسے بھلا کہاں مگر معلوم ہوا کہ تار مفت دیا جائے گا لہذا میں نے تار دلوا دیا کہ اتر پڑا ہوں گھبرانا مت دوسری گاڑی سے چلی آؤ۔

میرے یہاں پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک مال گاڑی اٹاوہ جا رہی تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ فرقت اور جدائی کے صدمہ کون اٹھائے بہتر ہے اس سے چلے نہ چلو معلوم ہوا کہ سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لینا پڑے گا جب ہم نے کہا روپے نہیں ہیں تو ہی بھی طے ہو گیا کہ اچھا تم کو مفت پہنچا دیا جائے گا ہم نے کہا بہتر ہے اور خوش تھے کہ گارڈ صاحب نے بڑے اطمینان سے پروگرام بتایا یعنی یہ کہ اتنا تو یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی یہ گاڑی ضرور ہی جائے گی مگر یہ پتہ نہ تھا کہ وہاں پہنچے گی کب؟ سواری گاڑی جو اس کے بعد جائے گی اس سے پیشتر یا بعد میں؟ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سواری

CyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

گاڑی کے بیچ کے کسی اسٹیشن پر نہیں رکے گی اور یہ ضرور رکے گی پہنچنے کے بارے میں امید تھی کہ سواری گاڑی سے کچھ پہلے پہنچے گی لیکن جو ایسا نہ ہوا تو پھر شاید سواری گاڑی کے بھی آدھ گھنٹہ بعد پہنچے اور پھر فی الحال تو یہی پتہ نہیں تھا کہ یہ مکارہ چھوٹے گی کب! جہنم میں جائے ایسی گاڑی ہم نے کہا اور ارادہ بدل دیا اور لگے سواری گاڑی کا انتظار کرنے۔

انتظار بری چیز ہے اور پھر ایسے موقع پر تنگ آ کر ہم نے بڑے استقلال سے ایک کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں نیم باز کر کے پیر ہلانا شروع کر دیئے حتیٰ کہ تھک گئے پھر بڑی دیر تک آنکھیں کھول کر سیٹی بجاتے رہے اس کے بعد پیر پھیلائے۔ خواہ مخواہ گھڑی بار بار دیکھی شبہ ہوا سوئیاں چل نہیں رہیں ہیں کان سے کئی بار لگا کر دیکھا بار بار اپنی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر اسٹیشن کی گھڑی دیکھنے گئے کچھ بس نہ چلا تو خیال آیا کہ لاؤ نہ سہی کچھ پانی ہی پئیں پانی پینے جا رہے تھے کہ خیال آیا کہ پیڑا کھا کر پانی پینا ٹھیک رہے گا پہنچے پیڑے والے کے پاس کہا دو آنے کے پیڑے دینا وہ تولنے کو ہوا تو خیال آیا کہ پیسے فوراً اس سے پیڑوں کا بھاؤ پوچھ کر مہنگے ہونے کی وجہ سے خریداری سے معذرت چاہی اور وہاں سے سیدھے پلیٹ فارم کی گگر پر چہل قدمی شروع کی بہت جلد طے کر لیا کہ اس طرح چہل قدمی کرنا چاہیے کہ ہر قدم نپا تلا پتھر کے ٹکڑے کے اندر ہی پڑے۔

چنانچہ اس انتظام سے پلیٹ فارم کے کنارے کنارے ٹہل کر اس کے پتھر دو دفعہ گن لیے اس کے بعد سگنلوں کو دجا کر دبانا شروع کیا ایک قلی نے اسٹیشن ماسٹرانہ شان سے آ کر روکا اور بتایا کہ یہ بات تو سخت منع ہے قصہ مختصر کیا بتائیں کہ کس طرح ہم نے وقت کاٹا ہے۔

(۶)

ہماری طرف سے خانم کی طرف گاڑی پہلے جاتی تھی اور اسی کا ہمیں انتظار تھا

گاڑی آئی اور ہم بغیر ٹکٹ لیے بیٹھ کر روانہ ہوئے کیوں کہ ہمارے پاس ٹکٹ موجود ہی تھے ورانہ ہوئے تو آخر کیوں نہ پہنچتے۔ پہنچتے اور یہ سوچ کر کہ جورو ویٹنگ روم میں بیٹھی ہوگی اس میں ورانہ گھسے چلے گئے وہاں بجائے خانم کے ایک موٹا سا انگریز دھرا تھا اس نے سوچا ہوگا کہ بٹلر کدھر سے گھس آیا وہ بولا...... ب...... ڑ...... ہپ وہٹس؟

الٹے پاؤں لوٹے وہاں سے ہمیں بھلا کہاں فرصت کہ انگریز سے الجھیں یا اسے جواب دیں ادھر دیکھا اُدھر دیکھا طرح طرح کے شک وشبہات آ رہے تھے کہ ایک بابو صاحب ملے ان سے ہم نے پوچھا۔

کیوں جناب؟

فرمائیے۔

میں نے کہا یہاں پر ایک مسلمان لیڈی...... مسلمان عورت......،

ہاں ہاں وہ بولے وہی نا جن کے میاں چھوڑ کر انہیں آگے چل دیئے عجیب احمق ہیں وہ بھی (ایک دم سے کچھ شبہ کر کے) مگر آپ؟ وہ تو گئیں شاید۔

کہاں گئیں؟ (میں نے غصہ کو ضبط کرتے ہوئے کہا) اور پھر ویسے بھی پریشانی غالب تھی۔

اگلے اسٹیشن پر شاید جسونت نگر۔

کب؟ کیسے؟ ہیں! کب؟ میں نے حواس باختہ ہو کر پوچھا۔

مال گاڑی پر گئیں اسباب تو ان جاتے میں نے دیکھا تھا ضرور گئی ہوں گی۔

گئیں...... مگر...... مگر آپ؟ (انہوں نے مجھ سر سے پیر تک دیکھا)

میں نے کہا وہ میری بیوی ہیں یہ کہہ میں نے دوسری طرف قصداً نظر کر لی۔

آپ کی؟ یہ کہہ کر وہ شک کر کے وہ چلتے چلتے رک گیا ’’آپ کی‘‘ اس نے پھر کہا۔

جی ہاں میں نے ہاؤ کر کے کہا تحقیق کر کے بتائیے۔

All rights reserved.

اوہو معاف کیجئے گا اس نے کہا آیئے اور یہ کہہ کر وہ آگے چلا ہم دونوں بکنگ آفس میں پہنچے اور وہاں تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ گئیں مال گاڑی سے اور مال گاڑی بھی کون سی جو راستہ میں چھوٹے اسٹیشن پر ہماری گاڑی کو ملی تھی۔

اب ذرا غور کیجئے کہ ایک تو میں ویسے ہی ماشاءاللہ خوب صورت بھر جورو گڑبڑ میں پڑ جانے کی وجہ سے اور بھی بدحواسی لاکھوں یقین دلاتا ہوں ان نامعقول بابوؤں کو کہ جناب غلطی اس بےوقوف بیوی کی ہے نہ کہ میری مگر وہ موذی کہتے ہیں کہ جناب وہ تو بڑی ہوشیار معلوم ہوتی ہیں غلطی خود آپ ہی کی ہے کہ آپ کیوں چلے آئے جب آپ کا راستہ ادھر ہی تھا۔

اب بتایئے کہ میں ان احمقوں سے کیا کہہ دیتا کہ ہمیں اس کی کشش کھینچ لائی اضطراب مفارقت کھینچ لایا اتنی عقل ہی نہیں جو سمجھتے لگے کٹھ حجتیاں اور بحثیں کرنے میں نے بہت کچھ کہا کہ اس وجہ سے چلا آیا کہ گاڑی اول ادھر آتی ہے مگر یہ موذی ریلوے والے؟ جی ایک بکواس کرنے والے اور نالائق ہوتے ہیں یہ ماننا تھا نہ مانے قائل نہ ہونا تھا نہ ہوئے خیر میں نے دل میں کہا ان کی دماغ ریل کی سیٹیوں اور انجنوں کی زق زق بھق بھق نے اڑا دیئے ہیں اور خانم ایک چلتا پرزہ اس نے بھی کچھ لگائی ہوگی لہذا یہ سب قابل رحم ہیں چنانچہ ان لوگوں کو تو میں نے ان کے حال پر چھوڑ اور کہا ان سے کہ خیر خطا اور غلطی میری ہی سہی اب آپ ہی اتنی عقل مندی کریں کہ ایک تار دے دیں اس کو اگلے اسٹیشن پر کہ میں یہاں ہوں مگر خبردار اب تم وہیں رہنا۔

(۷)

اس کے بعد اب میں نے سوچا کہ کیا کرنا چاہیے گاڑی میں بہت وقت تھا بھوک الگ لگ رہی تھی۔ سوچا کہ ذرا شہر میں چل کر اسلامیہ اسکول کے پرانے ساتھیوں میں سے کسی کو ڈھونڈیں چنانچہ پہنچے ایک صاحب کے یہاں جنھیں ہم نے آٹھویں

جماعت میں عرصہ ہوا چھوڑا تھا اور یقین تھا کہ اب آگئے ہوں گے نویں جماعت میں خوش قسمتی کہ یہ مل گئے اور خوب ملے اور جو باتیں ہوتی ہیں وہی ہوئیں ان کا یہاں ذکر فضول ۔

اب یہاں ایک غلطی ہم سے ہوگئی وہ یہ ٹھیک ٹائم گاڑی کا معلوم کرنا بھول گئے گاڑی کا اس قسم کا نام یاد رہ گیا جیسے ساڑھے دس بجے والی پونے پانچ بجے والی یہ غلطی ہم نے اس وقت محسوس کی جب وقت قریب آیا اور ہم نے اپنے کرم فرما سے چلنے کو کہا انہوں نے حسب قاعدہ یقین دلاتے ہوئے روکنے کی کوشش کی یہ کہہ کر گاڑی میں ابھی دیر ہے لہذا کچھ دیر رکھنے کے بعد اندازاً چل دیئے اسٹیشن پر پہنچے جب تک یکے پر سے اترے گاڑی پلیٹ فارم چھوڑ چکی تھی ۔

یا میرے اللہ ! اب میں کیا کروں دوست دے دام لے کر تار دیا خانم کو گاڑی حادثتاً چھوٹ گئی اور ہم دوسری گاڑی سے شرطیہ آتے ہیں ۔

تار دینے کے تو دے دیا ہم نے مگر اب یہ سوچ رہے تھے کہ کیا ہوگا۔ شامت آ جائے گی وہ لڑائی ہوگی کہ بیان سے باہر! مگر مجبوری تھی ان دوست کا یہ سزا دی کہ کہاں ان سے کہ بیٹھو اب ہمارے ساتھ اور رخصت کر کے جانا ۔

گاڑی آئی اور ہم رخصت ہوئے جسونت نگر کا اسٹیشن آیا ہم سمجھے تھے کہ اسٹیشن پر اسباب لیے تیار کھڑی ملے گی مگر وہاں کوئی نہیں جلدی سے اترے۔ اور قلی نما آدمی سے جو پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ سو رہی ہوں گی ویٹنگ روم میں مجھے کیا معلوم کہ اس کم بخت نے ماضی تمنائی کے نئے صیغہ میں جواب دیا ہے چنانچہ یہ سنتے ہی میں ویٹنگ روم کی طرف دوڑا اور زور سے ساتھ ہی قلی کو آواز دی کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ بند وہ بھی اندر سے۔ غضب ہوگیا۔ میں نے دل میں کہا سو رہی ہے گھوڑے بیچ کر اور یہاں گاڑی نکلی جاتی ہے جھانک کے دیکھا تو اندھیرا جانتا ہی تھا کہ بغیر بتی کم کیے نیند ہی اسے نہیں آتی۔ اب میں نے بدحواس ہوکر کواڑ دھڑ دھڑانا شروع

کیے مگر وہاں جواب ندارد، اتنے میں ریل نے سیٹی دی میں اور بھی گھبرا گیا سمجھ میں نہ آیا کیا کروں ناامید ہو کر اپنے ڈبے کی طرف لپکنے کو ہوا کہ ٹوپی تو لے لوں کہ ایک قلی نے روکا ریل نے ایک اور سیٹی دی قلی سے میں نے کہا ٹھہرو اور لپکا اپنے ڈبہ کی طرف ٹوپی لینے گھبراہٹ میں نہ معلوم کس ڈبہ میں گھسا وہاں سے نکلا اور اب ادھر دوڑتا ہوں اور ادھر مگر جلدی میں اپنا ڈبہ نہیں ملتا ریل نے ایک اور سیٹی دی اور اب مجھے خیال آیا کہ وہ ہے اپنا ڈبہ ریل چلی اور میں لپکا معلوم ہوا کہ غلطی ہوئی اور ڈبہ پیچھے ہے مگر اب گاڑی نے رفتار پکڑ لی کھڑے کا کھڑا رہ گیا ایک ڈبہ سامنے سے گزرا اور میں نے دیکھا کہ وہ سامنے میری ٹوپی رکھی ہے ایک عالم بے اختیار میں جیسے ٹوپی اٹھانے کی کوشش کی مگر گھڑ، گھڑ، گھڑ گاڑی گئی۔

(۸)

خیر میں نے دل میں کہا ٹوپی گئی تو کیا ہوا بھلے کو خانم نے نئی ٹوپی نہیں دی تھی اب اطمینان سے آدھ گھنٹہ ویٹنگ روم میں لڑیں گے اور پھر سوئیں گے صبح کی گاڑی سے جانا ہوگا چنانچہ میں ویٹنگ روم کے پاس آیا دروازوں کو زور سے پیٹا وہی قلی آیا اور کہنے لگا اندر سے بند ہے اور ویٹنگ روم کا چپراسی پشت پر سے تالا ڈالتا ہے آپ کو کھلوانا ہو تو اسٹیشن ماسٹر سے کہیے۔

ہیں میں نے تعجب سے کہا تو اس کے اندر کوئی نہیں ہے......کوئی عورت۔

ایک بیگم صاحبہ آئی تھیں مگر وہ تو گئیں۔

ارے میں نے اچھل کر کہا کدھر؟

ادھر کہہ کر قلی نے ایک انداز بے نیازی سے ریل کی پٹری کی طرف انگلی اٹھا دی میں نے انتہائی درجہ پریشان ہو کر ایک گہرا سانس لیا جی میں آیا کہ ان ریلوے والوں سے خواہ مخواہ لڑ پڑوں، اب مجھے پتہ چلا کہ پرانے زمانے کی بیل گاڑیوں کے سفر میں کیا کیا فائدہ تھے لاکھ تکلیفیں تھیں مگر بخدا اس درجہ پست کر دینے والی تکلیف

نہ ہوگی ذرا غور تو کیجئے کہ خواہ مخواہ میرا سفر کھوٹا ہوا خانم کی یہ حرکت قطعی ناقابل معافی ہے اس کو ہرگز ہرگز نہیں جانا چاہیئے تھا آخر کیوں چل دی؟ کیسے چل دی؟ اسے حق کیا تھا چل دینے کا؟ خیر دیکھا جائے گا اسی طرح میں دیر تک بل کھاتا رہا مگر بہت جلدی قائل ہونا پڑا کہ رات کا وقت ہے اور موسم سردی کا ہے اور دنیا میں کوئی چیز علاوہ حیرانی اور پریشانی کے اور بھی ہے اور اس کا نام شدید نیند ہے مگر بہت جلد جاڑے نے کہا کہ قبلہ عالم نہ تو رات ہے کوئی چیز اور نہ نیند ہے اور اگر ہے تو بس خاکسار اور یہی مجھے تسلیم کرنا پڑا لیکن چونکہ فی الحال مجھے جاڑے پر کوئی مضمون نہیں لکھنا ہے لہذا موسمی سختیوں کو خارج از بحث سمجھئے صرف یہ سوچئے کہ آگ تاپتے قلیوں کے حلقہ میں بیٹھ کر اگر بدن کو گرمی پہنچانا ناممکن تھا تو یہ بھی ناممکن تھا کہ بغیر اوڑھے بچھائے سو رہوں یا ایک اور آدمی کی ایک میلی سی رضائی چھین لوں جو مجھے دکھا کر اوڑھ رہا تھا اور للچا رہا تھا بس یوں سمجھئے کہ معلوم ہوتا کہ اب صبح نہیں ہوگی اور یوں ہی سکڑ کر مر جائیں گے پیسہ پاس نہیں ہاں ٹکٹ ایک چھوڑ دو عدد تھے۔

جوں توں کر کے صبح ہوئی گاڑی بھی آئی بیٹھ بھی گئے اور منزل مقصود پر یہ حلیہ تلاش کرایا مگر وہاں بھی پتہ نہیں آخر تار سسرال اور وہاں سے جواب آیا کہ بخیریت پہونچ گئی جیسے وہیں جا رہی تھی اب سوائے اس کے اور کیا چارہ تھا کہ یہاں سے روپیہ قرض لے کر سسرال پہنچیں۔ چنانچہ پہنچے۔

(۹)

شام کے کوئی پانچ بجے ہوں گے جو میں سسرال پہنچا داخل ہوا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ خسر صاحب نماز پڑھ چکنے کے بعد دعا مانگ رہے ہیں دو تین چھوٹے چھوٹے سالے نما لڑکے ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اچھل پڑا ان میں ایک اور میں نے بھی اسے پہچان لیا کس طرح اس نالائق نے گویا خوشی کے لہجہ میں بھرائی ہوئی آواز سے چپکے سے کہا کہ میں جل بھن کر کباب ہو گیا سارا چہرہ اس کا خوشی سے

چمک اٹھا اور تیزی سے چارپائی سے یہ کہتا ہوا اترا۔ بھائی میاں……کھو……کھو گئے ……ل……آ یہ کہتا ہوا وہ اندر دوڑا بقیہ دونوں اس کے پیچھے اندر پہنچ کر اس نے شاید حلق پھاڑ کر نعرہ مارا تم تو کہتی تھیں بھائی میاں کھو گئے……مل……(سنائی نہیں دیا)۔

میں نے خسر صاحب کو سلام کیا اشارے سے انہوں نے روکا اور جلدی سے دعا ختم کر کے کہا۔

وعلیکم السلام زندہ باد……ارے میاں کہاں کھو گئے تھے (مسکراتے ہوئے)

میں بھلا کیا کہتا جی میں تو یہی آیا کہ لغت کہیں ملتی تو بتاتا کہ قبلہ کھو جانا اور چیز ہے اور رہ جانا اور چیز ہے اور پھر یہ خاکسار تو اس مرتبہ بھی رہ نہیں گیا بلکہ آپ کی صاحبزادی صاحبہ کی بدولت یہ سب کچھ ظہور میں آیا ہے میں کیا جواب دیتا اختصار کے ساتھ اس طرح سمجھایا کہ تمام الزام خانم پر آئے مگر وہ جو کسی نے کہا ہے کہ اپنے اور بیگانے میں فرق ہے سچ کہا ہے حضرت وہی قصہ بیان کرنے یعنی گنگنانے لگے چیزیں جو سفر میں مجھ سے کھو گئی تھیں اور پھر بعد میں ٹیپ کا بند

’’تمہارے ساتھ تو مستورات کا سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں‘‘۔

ان سے نبٹ کر گھر میں پہنچا تو خانم کی ایک پردادی قسم کی بہری خاتون کو خوش دامن صاحبہ چیخ چیخ کر اکھڑے اکھڑے جملوں میں میرے مل جانے کی خوش خبری سنا رہی تھیں۔

آ گیا……ہاں……آ گیا……ابھی۔

مل گیا؟ بڑی بی بولیں

ہاں مل گیا……خوش دامن صاحبہ بولیں۔ مل گیا یہ کھڑا ہے سلام کرتا ہے۔

جیتا رہے ہزاری عمر ہو۔ اس کے دشمن کھو جائیں وغیرہ وغیرہ۔

بڑی بی دعائیں دے رہی تھیں کہ گھر کی ہڑ بونگ سن کر پڑوسن نے آواز دی گفت وشنید کے لیے دیوار میں ایک سوراخ کر لیا گیا تھا وہاں ایک اور بڑھیا کھڑی پڑوسن کو

کچھ بتانے لگی پوری بات میں نے نہیں سنی مگر ہاں اتنا ضرور سنا۔

اس کے دشمن …… تھے …… مل …… ہاں …… ابھی ……

اب میرے ضبط کی انتہا ہو گئی تھی جی چاہا کہ پھٹ پڑوں ایک سرے سے سب کی خبر لے ڈالوں آخرش میں دبی زبان سے کہا کون کھو گیا تھا؟ کوئی بچہ ہوں جو کھو جاتا خواہ مخواہ آپ لوگ……

میں ایک سے چپ ہوا سامنے اپنے کمرے سے خانم انگلی سے خاموشی کا اشارہ کر رہی تھی میں ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک اور دادی نے پیچھے سے اپنی دل چسپ آواز میں کہا۔

میری چنبیلی کی کلی کہاں کھو گئی تھی۔

انہیں دیکھ مجھے ویسے ہی ہنسی آتی ہے ہنس کر میں نے سلام کیا دادی سلام۔

اس کے جواب میں انہوں نے دعا دے کر میری بلائیں لیں یہ کہتے ہوئے کیا بتاؤں بیٹے جب میں سنا کہ کھو گیا دل الٹا آتا تھا صدقہ کے میں نے مانے ہیں۔

آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں میں نے کچھ برا مانتے ہوئے کہا کوئی بچہ ہوں جو میں کھو جاتا آخر کوئی بات بھی ہے جو سب کہہ رہے ہیں کہ میں کھو گیا تھا۔

پھر اور کیسے کھو جاتے ہیں؟ دادی تیز ہو کر بولیں خود تیری گھر والی کہہ رہی ہے۔ کہ تو کھو گیا اور پھر میاں اللہ رکھے تم ہو بھی تو بالکل بھولے احمق؟ دنیا جہان کی چیزیں کھوتے پھرتے ہو آئے دن سننے میں آتا ہے کہ وہ کھو گیا یہ کھو گیا۔ پھر کل سنا کہ اے تم خود کہیں کھو گئے۔

میں نے ہنس ہنس کر اور کچھ بگڑ بگڑ کر بتایا کہ نہ تو میں کھو سکتا ہوں اور نہ کھو گیا تھا اور آئندہ اس مکروہ لفظ کا اطلاق میرے اوپر نہ کیا جائے مگر یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ جب میں نے کہا کہ میں کھو نہیں بلکہ رہ گیا تھا تو وہ بولیں کہ بیٹا رہ تو ہماری بچی گئی تھی تم تو آگے جا کر نہ معلوم کہاں کھو گئے تھے۔

قصہ مختصر تھوڑی دیر ان سے بحث کی اور جیسے بنا ان سے جان چھڑائی۔

☆

اس کے بعد خانم سے حجت اور بحث ہوئی اس نے مجھے الزام دیا اور میں نے اسے وہ اٹاوہ پر اتری اور سکینڈ کلاس میں بیٹھی اور جب دیکھا کہ میں غائب ہوں اور ریل چل دے گی تو اتر پڑی اور ادھر میں دوسری طرف سے دوڑ کر بیٹھ گیا۔ میں نے ارادہ تو لڑنے کا بہت کیا تھا مگر آئندہ پر اٹھا رکھا میں نے اس سے کہا کہ تو کھو گئی تھی اور اس نے کہا تم کھو گئے تھے اب فیصلہ ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ کون احمق ہے بلکہ نہیں احمق تو دونوں ہیں سوال یہ ہے کہ زیادہ احمق کون ہے اور کھو کون گیا تھا میں یا وہ؟

All rights reserved. ©2002-2006

کستل

لائق بہوئیں

(۱)

والد صاحب فرمایا گھوڑوں کو دانہ وقت پر بھجواتی رہنا

والدہ صاحبہ بولیں جو اگر آٹا تلوا کر نہیں دو گی تو یہ احمد روٹیاں سکھا سکھا کر پھینکے گا اور گھی کے اللّے تللّے کرے گا سو الگ۔

عرض ہے کہ بھابی جان اور خانم دراصل دونوں کی دونوں ہی بقول والدہ صاحبہ بڑی خدمت گزار اور لائق بہوئیں ہیں (بڑی مشکل سے جا کر ملی ہیں) شوہروں کا یہاں سوال نہیں لیکن ساس اور سسرال کی خدمت کرنے والی بہت ہیں لہذا دونوں نے ایک دوسرے سے پہلے سر ہلا کر کہا بھابی جان بولیں "گھی اور آٹا تول کر دیا جایا کرے گا"۔

خانم بولی اور مصالحہ بھی اور......

والدہ صاحبہ بولیں خیر اب مصالحہ بھی تلنے لگے یہ تو میرا مطلب نہیں ہے کہ کالی مرچیں اور نمک کی ڈلیاں گنو......

بات کاٹ کر خانم نے کہا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھ بھال اور اندازے سب دیا جائے گا۔

بھابی جان بولیں۔ اور کیا بلکہ گھی شکر وغیرہ روز کے اندازے بھی کم خرچ کریں گے۔

والدہ صاحبہ نے کہا یہ مطلب نہیں میرا کھانے پینے میں کمی کرو مطلب یہ ہے کہ ہر چیز ڈھنگ سے خرچ ہو ضائع نہ جائے۔

دراصل چونکہ دونوں خوب سمجھ گئی تھیں کہ قابل احترام خوش دامن کا کیا مطلب

ہے لہذا خوب سر ہلائے اور خوب سمجھیں والد صاحب نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا اور مرغوں کا خیال رکھنا اور مرغی کی دم پر دوا لگوانے روزانہ یاد کر کے بھجوا دینا۔

میں نے بہت اچھا۔

دراصل ایک مرغی کی دم کسی نالائق بلی نے اکھاڑ لی تھی لیکن چونکہ مرغی صاحبہ کچھ تو جنگ وجدل کی خوش شوقین تھیں اور کچھ مرغیاں صاحبان کی اس طرح منظور نظر واقع ہوئی تھیں کہ دم ان کی بڑھنے میں نہ آتی تھی اور نوبت یہ پہنچی تھی کہ دم پر دوا لگ رہی تھی۔

والدہ صاحبہ نے مختصر طور پر چارج دیتے ہوئے نقد رقم بھی بہوؤں کو گھر کے خرچ کی مد میں سونپی اور رخصت ہونے لگیں رخصت ہوتے وقت خانم اور بھابی جان دونوں کو والدہ صاحبہ نے گلے سے لگایا تو دونوں کی حالت صدمہ کی وجہ سے غیر ہو رہی تھی مگر کس صفائی سے بھابی جان والدہ کے کندھے کے اوپر سے بھائی صاحب سے نظر چار ہوتے ہی ہنسی ہیں کہ کسی کو پتہ تک نہ چلا۔

والد صاحب اور والدہ صاحبہ بیس روز کے لیے گھر بار ہم لوگوں پر چھوڑ کر جا رہے تھے (واللہ)

رات کے ساڑھے بارہ بجے ہوں گے جو ہم اپنے محترم والدین کو اسٹیشن سے رخصت کر کے واپس آئے اب واپس جو آئے تو طبیعت باغ باغ ہو گئی کیونکہ آپ سے صحیح عرض کرتے ہیں کہ ناشتہ تیار تھا جی ہاں ناشتہ کوئی ایک بجے رات کے کچھ نہیں صرف ایک ایک پیالی چائے کچھ مکھن ایک ایک توس اور ایک ایک انڈا بھابی جان اور خانم نے جب ہم دونوں بھائیوں نے قائل ہو کر اس غیر معمولی ناشتہ کی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ یونہی تیار کیا گیا تھا دراصل ناشتہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ تو بے حد ضروری تھا قصہ مختصر اس حسن انتظام کو دیکھتے ہوئے ہم دونوں بھائیوں کو قائل ہونا پڑا کہ آئندہ انتظام بہت اچھا رہے گا چونکہ رات زیادہ ہو گئی تھی لہذا سونے کی ٹھہری۔

(۲)

عرض ہے کہ ہمارے یہاں مرغیاں (بڑھیا والی) عمدہ عمدہ بہت سی تھیں رات کو گھنٹہ بھر مشکل سے سوئے ہوں گے کہ ایک قیامت خیز زلزلہ آیا یا مرغیوں میں بلی آئی کتے نے برموقعہ بلی کو دیکھ پایا اور اس کو ایک بڑے کمرے میں قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا ہم لوگ دوڑے بھائی صاحب نے بلی کو دیکھا اور جھٹ سے کمرے کو باہر سے بند کر کے بولے کہ بندوق لاؤ۔

میری سمجھ میں نہ آیا کہ بندوق کی بھلا کیا ضرورت ہے بلی کمرے میں بند ہے گھس کر مار ڈالیں مگر بڑے اور چھوٹے میں عقل کا بہت فرق ہوتا ہے۔ قصہ مختصر بھائی صاحب نے بندوق جھپٹ کر نکالی اور بلی کو مار دیا۔

مرغی بھی اسی کمرے میں تھی اس کو دیکھا تو سہمی ہوئی مگر زخم ندارد بھائی صاحب نے کہا کہ یہ مرغی سخت زخمی ہے اور مر جائے گی بھابی جان بولیں کہ خدا کے واسطے جلد ذبح کیجئے چنانچہ جلدی سے میں نے خانم کو چھری لینے دوڑایا اور مرغی ذبح کر لی گئی اس مرغی کو ذبح کیا ہی تھا کہ دوسری مرغی کھنبہ کے پاس کھڑی ملی اس کو دیکھ بھال کر جلدی سے اسے بھی ذبح کرنا پڑا۔

رات کو بندوق چلنے کا دھماکا ایک سرے سے کوچوان اور دھوبی اور نوکر اٹھ کر آ چکے تھے سب کو اطمینان دلایا کہ کچھ نہیں صرف بلی نے دو مرغیاں توڑ دیں۔

بلی ماری گئی اور مرغیاں ذبح کر لی گئیں دراصل ہمارے یہاں مرغیاں پیڑ پر رہتی تھی اور نیچے کتے رہتے تھے اب یہ پتہ نہیں کہ ہمارے بھاگوں آخر یہ چھینکا ٹوٹا کیسے......؟

شروع برسات کا زمانہ تھا پھر رات کو ویسے ہی دیر کر کے سوئے تھے اور پھر اب کوئی ڈر بھی نہ تھا لہذا آنکھ ہی نہ کھلی آخر کو خانم نے آکر جگایا میں اٹھا تو سامنے بھائی صاحب کی طرف نظر پڑی وہ اٹھ بیٹھے تھے مگر گود میں دونوں ہاتھ رکھے ہوئے آگے

کو اونگھ رہے تھے اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے سجدے میں چلے گئے کہ اتنے میں بھابی جان زور سے ان پر چیخیں اور اطلاع دی کہ ناشتہ ٹھنڈا ہو جائے گا چنانچہ یہ خبر فرحت اثر سن کر بھائی صاحب کی نیند اڑ گئی اور وہ تیزی سے اٹھے۔

ہم دونوں ناشتہ پر پہنچے تو دم سوکھ گیا جان جل گئی وہ تمام توقعات جو رات کے ناشتہ کی وجہ سے قائم ہوئی تھیں سب بے کار گئیں کیوں یہاں ناشتہ میں کوئی خاص فرق ہی نہ تھا ہاں انڈے البتہ ایک کے فی کس دو دو تھے ورنہ وہی مرہٹہ گھس گھس تو یہ تو کوئی خاص فرق ایسا نہ تھا جو میں خانم کا قائل ہو جاتا یا بھائی صاحب بھابی جان کے انتظام خانہ داری کی داد دے سکتے۔

چنانچہ میں نے اور بھائی صاحب دونوں نے ناشتہ دیکھ کر منہ بگاڑا بھائی صاحب نے کچھ تلخی کے ساتھ کہہ دیا صاف صاف بھابی جان اور سنا دیا خانم کو کہ اگر دو وقت پراٹھوں میں فرق پڑا یا ناشتہ پر بجائے فی کس کے کم از کم چار انڈوں کے نہ آئے اور وہی گھس گھس رہی کہ گنا چنا اور نپا تلا معاملہ تو ہم دونوں (وہ اور میں) تو گھر سے نکل جائیں گے چنانچہ یہ کہہ کر بھائی صاحب نے آواز دی احمد کو وہ آیا تو اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس وقت چودہ انڈے اور ہیں لہذا کہا گیا کہ سب کے سب ابھی لاؤ تل کر احمد نے تعجب سے منہ پھاڑ کر جو بھائی صاحب سے پوچھا کہ سب تو انہوں نے ڈانٹ کر کہا اور نہیں کیا آدھے پھرس نے اسی لہجہ میں ابھی جو کہا ہے تو ادھر وہ اس کو مارنے کو اٹھے اور میں نے چھوٹا اس کو کھینچ مارا کہ بکواس کر رہا ہے فضول۔

احمد انڈوں کا فرائی پان بھرا ہوا لایا اسے دیکھتے ہی آنکھیں کھل گئیں اور اس کے چھری سے برابر کے چار حصے کاٹ لیے گئے اب ناشتہ ہو رہا ہے اور باتیں ہو رہی ہیں۔

ان واہیات توسوں سے تو ہم تنگ ہیں۔ بھائی نے ایک توس کا ذرا سا لقمہ

بناتے ہوئے کہا۔

پھر کیا ہو؟ بھابی جان نے استفسار کیا۔

بجائے بھابی جان کو جوب دینے کے بھائی صاحب نے احمد کی طرف مخاطب ہو کر کہا سنتا ہے بے (چمچہ کو کشتی پر مار کر کھٹ سے) صبح (کھٹ...... دوپہر کھٹ) ......اور شام (کھٹ)...... تینوں وقت پراٹھے پکا کریں گے روٹی کے بدلے بھی اور ناشتہ میں توس کے بدلے بھی۔

روز؟ احمد نے پوچھا۔

اے اور نہیں کیا ایک وقت یہ کہہ کر چائے جو دیکھتے ہیں تو ختم اور جو مانگی تو ندارد لہذا ڈانٹ کر کہا کس چار پیالی سے کم نہ ہو کل سے جاؤ ابھی اور لاؤ کھولتا ہوا پانی چنانچہ وہ پانی لینے دوڑا۔

پانی تیار ہی تھا جلدی سے چائے دانی میں پانی بھر کر چائے دم کرنے کے لیے بھائی صاحب نے چائے دانی تولیہ میں لپیٹ کر بغل میں داب رکھی توس اور تیار نہ تھے لہذا ڈبل روٹی کے بغیر سینکے ہوئے توس بھابی اور خانم نے جلدی جلدی کاٹنا شروع کیے اتنے میں میں مسکرایا بھابی جان نے مجھ سے وجہ پوچھی میرے دل میں دراصل ایک بالکل ہی پاک اور اچھوتا خیال آیا تھا بھائی جان کے استفسار پر میں نے کہا،

میں سوچ رہا ہوں کہ اگر تین چار دن تک سوائے بریانی یا پلاؤ کے کسی وقت بھی کوئی چیز کھائی نہ جائے تو کیا ہو۔

بھابی جان نے مسکرا کر خانم کی طرف دیکھا اور آہستہ سے کہا ہمیں کیا خبر مگر بھائی صاحب نے پسندیدگی سے چائے کی پیالی رکھتے ہوئے کہا پلاؤ اور یہ کہہ کر خانم اور بھابی جان کی طرف غور سے دیکھا یہ بے چاریاں وفا کی پتلیاں یعنی شوہروں کی اطاعت شعار اور وفادار بیویاں اور حکم تو چاہیں ٹال جائیں مگر فی الحال تو ان انڈے

کھانے والے حکام کی معصوم اور اطاعت گزار بیویوں کی طرح تعمیل کر رہی تھیں چنانچہ جب بھائی صاحب نے دوبارہ بھائی جان سے پلاؤ والے معاملہ میں رائے لی تو انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اتنا کہہ کر خانم کی طرف دیکھا اور ان کے شاداب چہرے پر مسکراہٹ سی آئی۔

خانم نے انڈے کا نوالہ پار کرتے ہوئے بھابی جان کی مسکراہٹ سے بالکل قطع نظر کرتے ہوئے ایک اور ہی وفادارانہ انداز سے کہا ہم سے تو جو بھی کہو گے کہ پکواؤ ہم پکوادیں گے ہم کیا جانیں آپ جھاڑ پڑے گی تم دونوں پر۔

ادھر احمد نے بھی دیکھ لیا کہ ہوا کس رخ جا رہی ہے۔ لہذا اس نے ایک اور ہی تجویز پیش کی کہنے لگا کہ دلمنی کسٹل (اسٹرڈ پڈنگ) کیسی رہے لی؟

پڈنگ بھائی نے تیزی سے چائے کا گھونٹ نگل کر کہا۔

کسٹرڈ میرے منہ سے بھی پسندیدگی کے لہجہ میں نکلا چپکے سے خانم اور بھابی جان نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ کہا سنا۔

بھائی صاحب بولے کیوں جی بجائے کھانے وانے کے ایک دن پیٹ بھر کے پڈنگ کھائیں تب کیسا؟

میں نے احمد سے کہا دیکھتا ہے بے آج رات کو کھانا ہم چاروں کے لیے بالکل نہیں پکے گا۔

پھر کیا پکے گیا کسٹل؟

ہاں میں نے کہا سن لو کان کھول کر دوپہر کو مرغیوں کا پلاؤ پکے گا۔ دونوں مرغیاں پڑیں گی اور رات کو صرف پڈنگ۔

احمد بولا تو صاحب کتنے انڈوں کی پکے گی؟

بھائی صاحب بولے ان واہیات باتوں کو ہم کچھ نہیں جانتے کم نہ پڑے بس۔

میں نے دھمکی دے کر کہا اگر کم پڑی تو بس خیریت نہیں تمہاری۔

چمچہ کو دکھا کر بھائی صاحب نے کہا الٹا ٹانگ دوں گا۔

احمد نے گویا دھمکی میں لینا چاہا یہ کہہ کر پچاس انڈے آئیں گے مگر بھائی صاحب نے برہم ہو کر اس کو چپ کر دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔

اس کثیر مقدار میں ناشتہ تھا مگر ہم سب نے نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ فراغت حاصل کی اور بات دراصل یہ ہے کہ آج پتہ آخر کو چل ہی گیا کہ ناشتہ کس کو کہتے ہیں۔

☆

ناشتہ کے بعد ہی میں اپنے کمرے میں کپڑے بدلنے چلا گیا کیونکہ کالج کا وقت آ چکا تھا کپڑے بدل کر جو آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بھائی صاحب نہایت ہی اطمینان سے بیٹھے کرسی پر پیر ہلا رہے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ کالج نہیں چلو گے تو کہنے لگے ہمارے دو گھنٹہ خالی ہیں اور جب میں اس کے بعد فوراً ہی ان کے ٹائم ٹیبل سے تردید کر دی تو طبیعت کی گرانی کا عذر کر کے کہنے لگے آج صبح اٹھتے ہی طبیعت کچھ کسل مند تھی چنانچہ کالج جانے سے انہوں نے انکار کر دیا میں چل دیا لیکن مشکل سے دروازہ کے باہر قدم رکھا تھا کہ وہ بولے سنو تو۔

میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ ہنس رہے تھے اور بھابی جان بھی مسکرا رہی تھیں۔

میں نے کہا کیا معاملہ ہے؟

ہنس کر کہنے لگے آؤ پھر ہو جائے نا آج

میں نے کہا ہٹو بھی میرے پہلے ہی کے دام باقی ہیں۔

نقد ہو گا بھائی صاحب بولے، نقدا نقد

میں کھڑا ہو کر سوچنے لگا اس شش و پنج میں دیکھ کر انہوں بھابی جان سے کہا لاؤ جی تلاش اور میرے طرف متوجہ ہو کر بولے۔ کہ ہٹاؤ بھی تمہاری حاضریں پوری ہیں۔

میں نے کہا بھئی ہم نقد کھیلیں گے۔

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

کہنے لگے نقد نقد

میں نے کتابیں پھینک دیں الگ، کوٹ اتار دیا اور اپنے پاٹنر (خانم) کو پکڑنے دوڑا جلدی سے پہنچ کر نہایت تیزی سے ترپ اور جملہ بتانے کے اشارے مقرر کر کے ذہن نشین کرائے اور خانم کو لے کر کمرہ میں آیا بھابی جان تاش پھینٹ رہی تھیں اور بطور حفظ ماتقدم دروازہ میں قدم رکھتے ہی میں نے کہا۔ ہم نہیں کھیلتے تم دونوں بازی بتانے کے اشارے مقرر کر رہے تھے بھائی صاحب اور بھابی جان نے جب قسمیں کھا کر الٹا ہمارے اوپر شبہ کر کے ہم سے قسمیں کھلوائیں اور بدرجۂ مجبوری ہمیں بھی قسمیں کھانا پڑیں۔

تاش لے کر کھیلنے بیٹھے ہی تھے کہ خیال آیا کہ والد صاحب کو خط لکھنا چاہیے کہ بلی رات کو آئی تھی چنانچہ جلدی سے خانم سے حسب ذیل خط لکھا۔

☆

جناب والد تسلیم!

رات کو بلی آئی تھی اس نے دو مرغیوں کو زخمی کر ڈالا بھائی صاحب نے بلی کو تو بندوق سے مار ڈالا اور مرغیوں کو جلدی سے ذبح کر ڈالا باقی سب خیریت ہے والدہ صاحبہ کی خدمت میں دست بستہ سلام فقط خاکسار آنو۔

چنانچہ یہ خط لکھ کر سچ مچ بند کر دیا گیا اس پاک نیت سے کہ جلد سے جلد ڈلوا دیا جائے گا اور برج کھیلا جانے لگا ادھر بھابی جان کے صندوق میں تالا تھا اور کنجی نہیں مل رہی تھی اور ادھر ہمارا کمرہ کوس بھر کے فاصلہ پر لہذا والدہ صاحبہ خرچ کے لیے روپیہ دے گئی تھی پانچ روپے اس میں سے خانم نے لے لیے اور پانچ بھابی جان نے لے لیے کہ ابھی جب اٹھیں گے تو لا کر پورے کر دیں گے۔

☆

برج گھنٹوں ہوتا رہا حتیٰ کہ کھانے کا وقت آ گیا بلکہ کھانا میز پر لگا دیا گیا پہلے تو یہ

خیال تھا کہ اب چلتے ہیں کھانے اور اب چلتے ہیں پھر بھائی صاحب نے کہا کہ تاش ہرگز بند نہیں ہوسکتا اور کھانا یہیں کھانا ہوگا چنانچہ مرغ پلاؤ نہیں بلکہ مرغی کی پلیٹیں اور کانٹے جیتے ہوئے پتوں کے برابر ہی لگا دیئے گئے اور واللہ اسی شان سے تاش جاری رہا یعنی یہ کہ اس طرح کہ نہ تو خانم کے پتے بھابی جان دیکھ سکیں نہ کسی کا کوئی یکہ یا ترپ چوری جا سکے کھانا بھی ہوتا رہا اور ایمانداری سے تاش بھی۔

کھانا اسی ختم ہوا شام آئی مگر تاش اسی طرح ہوتا رہا کسٹرڈ کی وجہ سے شام کو کچھ بھی نہ کھایا گیا اور نہ کھانا اپنے بس کی بات تھی رات کو کسٹرڈ اتنی پلچ کر کھائی گئی کہ دل میں کوئی آرزو اور تمنا باقی نہ رہی بلکہ نفرت کے جذبات پیدا ہوگئے۔ اس کے بعد پھر تاش ہوتا رہا حتی کہ سچ مچ رات کے دو بج گئے تب کہیں جا کر تاش بند ہوا حساب ہوا بھابی جان اور بھائی صاحب ڈھائی روپے جیتے تھے۔ خانم نے ڈھائی روپے چھوڑ پانچ جو نکالے تھے وہ کل کے واپس بھابی جان کو دینا چاہے تو انہوں نے لینے سے انکار کیا اس پر خانم نے کہا بہن ہم کوئی بے ایمان تو ہیں نہیں اور مارے تو لیتے نہیں ہیں یہ پانچ روپے ہیں ان میں سے ڈھائی لے لو تم اور ڈھائی سرکاری تھیلی میں ڈال دو واپس کوئی تمہارا ذاتی روپیہ تو اس میں ہے نہیں میں ذمہ دار اس کی پھر علاوہ اس کے ابھی تو تاش کل بھی ہونا تھا لہذا بھابی جان نے روپے لے لیے اور پہلا دن اس خیر و خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس ہوم رول کا ختم کر کے ہم لوگ سو گئے۔

* * *

تین چار روز ہوم رول کے اسی طرح جیسے آنکھ جھپکتے گزر گئے یہ زمانہ ہم دونوں بھائیوں اور ادھر ہماری بیویوں میں دراصل عجیب وغریب طریقہ پر روایات میل و محبت قائم کرنے کا باعث ہو رہا تھا کہ خانم اور بھابی جان میں لفظ بہن کا استعمال اس قدر زیادہ اور بات بات پر لفظ میری کے ساتھ ہوتا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کی طرح

سگی بہنیں ہی تو نہیں ہیں تاش میں عموماً نقد ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے جو بدمزگی کے امکانات تھے وہ بھی مفقود تھے کیوں کہ سرکاری تھیلی موجود تھی جس کی دونوں برابر کی تحویل دار اور ذمہ دار تھیں اور دونوں اسی میں سے لے کر ادائیگی نقد کر رہی تھیں قصہ مختصر وقت کیسے کٹ رہا تھا کچھ بیان نہیں کر سکتے دل فریب گھڑیاں تھیں کہ گزر رہی تھیں۔

☆

مگر عرض ہے کہ فلک کج رفتار نہایت ہی نامعقول ہے کسی کو خوش تو دیکھ ہی نہیں سکتا شام کو احمد نے کہا صاحب ہم ایک اول نمبر نسخہ نئی طرح پکانے کا سیکھ کر آئے ہیں۔ پہلے والے سے بھی بڑھیا اول نمبر۔

بھائی صاحب نے کہا۔ کیا نسخہ کاہے کا؟

احمد بولا کسٹل کا...... نیا نسخہ۔

میں نے بدتمیز تو پکاتا بھی ہے یا یونہی نخ سانخ سا کر رہا ہے۔

بھائی صاحب بولے کل صبح تڑکے ناشتہ کی بجائے کسٹرڈ پکاؤ مگر یاد رہے کہ پیٹ بھر بھر کے سب کھائیں گے اور وقت پر۔

احمد بولا صاحب تین بجے سے اٹھ کر تیاری شروع کر دوں گا اور آپ ادھر ہاتھ منہ دھو کر اٹھیں گے ادھر کسٹل تیار۔

بہ بہ بس، بس شاباش، بھائی صاحب بولے۔

احمد بولا مگر اس میں آدھ سیر بادام پیس کر ڈالے جائیں گے۔

میں نے ڈانٹ کر کہا چاہے تو اپنا سر پیس کر ڈال اس میں ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں ہے ہم تو صبح تڑکے تیری کسٹل لے لیں گے تیار بالکل اور جو خراب ہوئی یا کم پڑی تو ہم تمہیں خدا دکھا دیں گے اب دفان ہو تم یہاں سے کھیلنے دو ہمیں شاباش۔

☆

رات کو تاش جو کھیلنا شروع ہوا ہے تو سچ مچ صبح کے تین بجے جا کر بازی ہارنے اور جیتنے کے قصوں پر بحث کرتے ہوئے اور وہ بھی اس درجہ بے خبر ہو کر کہ اول تو صبح اٹھنے کا وقت ویسے ہی گزر گیا تھا اور جو آج سونے دیا جاتا تو شاید حشر کے دن کی خبر لاتے مگر سچ مچ گویا حشر ہی آ گیا چھ بجے والی گاڑی سے۔

☆

بوکھلاہٹ میں خانم مع مسہری کی جالی کے اتر پڑی۔ بھابی جان کا بدحواسی میں ادھر یہ عالم کہ جلدی میں عینک جو لگاتی ہیں تو نہ ناک ملتی ہے اور نہ کان بھائی صاحب پھاند پڑے تھے اور میں اچھل پڑا تھا۔

☆

خانم کے ہوش زائل تھے تو بھابی جان کے حواس گم تھے۔ میں کچھ گھبرا رہا تھا تو بھائی صاحب چکرا رہے تھے مگر والد صاحب اور والدہ صاحبہ کا تو خیر مقدم لازمی تھا۔

بھابی جان کے کمرے کا دروازہ کھولا گیا اور کھولتے ہی خانم بھابی جان کے پیچھے ہو گئی اور بھابی جان نیبھائی صاحب کی آڑ ڈھونڈی۔

دروازہ کھلا اور والدہ صاحبہ اور والد صاحب نے ہم لوگوں کے سلام لیے والدہ صاحبہ نے اپنی فرماں بردار بہوؤں کو گلے لگا لیا مگر ساتھ ہی متعجب ہو کر کہا یہ باہر انڈوں کے چھلکوں کا ڈھیر کہاں سے آیا؟

ساتھ ہی والد صاحب نے مجھ سے سوال کر دیا ہمرغی کی دم کتنی نکل آئی؟

قدرتاً میری نظر اس خط پر پڑی جو خانم نے والد صاحب کو لکھا تھا پتہ لکھا سامنے پڑا تھا اور جس میں بجائے اس خوب صورت مرغی کی دم کے اس کے دم کا ذکر تھا لہٰذا والد صاحب نے خط؟ اور خط اٹھایا ہی تھا کہ انہیں خالی شیشی دیکھ کر پوچھنا پڑا کہ ہیں یہ چورن سب کا سب کون کھا گیا۔

مگر اس کا جواب ملنے کی مہلت بھی ملتی! والدہ صاحبہ کیا دیکھتی ہیں کہ باورچی

خانہ کے سامنے ہی انڈوں اور باداموں کے چھلکوں کا ڈھیر لگا ہے اور باورچی خانہ کے اندر سے آواز آ رہی ہے کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ والد صاحب نے کہا یہ کیا ہو رہا ہے؟

بڑھے جو ہی تو ان کے سامنے لگن میں انڈوں کی سفیدی کے جھاگ بنا رہا تھا دائیں ہاتھ کو انڈوں اور باداموں کے چھلکوں کا انبار لگا تھا انہوں نے متحیر ہو کر پوچھا۔ یہ...... کیا؟

احمد نے جواب دیا کس...... کستل!

پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ اللہ اللہ! کیا زمانہ تھا اور کیا ہم تھے اور کیا ہمیں پڑھنے کا شوق تھا بغیر ناشتہ کیے اس دم ہم دنوں بھائی کالج چل دیئے کوئی گھنٹہ بھر پیشتر۔

☆

نوٹ:۔

کالج سے واپس آنے کے بعد ایسے فضول واقعات پیش آئے جو قابل ذکر ہی نہیں ہیں لہذا ان کو جانے دیجیے۔

☆

IqbalCyberLibrary ©2002-2006

چنبیلی کی کلی

نوٹ:

اس کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ چنبیلی کی کلی کچھ شکر قندی کی ہم شکل ہوسکتی ہے مگر اس کے یہ معنی تو نہیں کہ سر تو سالے کا منڈے اور اولے بہنوئی کے سر پر!

(۱)

ایک روز کا ذکر ہے کہ اتوار دن تھا اور میں چارپائی پر بیٹھا قلم میں روشنائی بھر رہا تھا کہ اتنے میں بلائے بے درماں کی طرح ایسی بے تحاشا خانم آن کر گری کہ سب سیاہی پھیل گئی۔

ارے کہہ کر میں پھاند پڑا اندھی ہو۔

تار اس کے منہ سے نکلا ساتھ ساتھ ہی کس خوشی سے اس نے خبر سنائی ہے تار کھولتے ہوئے ایک عجیب نامعقول خبر کیا عرض کروں بس خبر کیا حماقت کہیے وہ یہ کہ ننھا منا سا خانم کے ایک بھائی پیدا ہوا ہے۔

پہلے تو میری سمجھ نہ آیا کہ عجیب وغریب خبر کو سن کر کیا کروں ہنسوں یا روؤں ذرا غور تو کیجئے کہ آپ کے ایک سالا پیدا ہوا ہے!...... ایک اور یک نہ شد دو شد! وہ مضمون ہے کہ کچھ جھینپ سی معلوم دی کہ کوئی سنے گا تو نہ معلوم کیا کہے گا کہ انہیں دیکھو حضرت کو سالے کی پیدائش پر خوش ہو رہے ہیں خواہ میں بالکل خوش نہ ہوں مگر لوگ تو یہی کہیں گے پبلک تو یہی کہے گی لاحول ولاقوۃ مجھے بھلا اس مولود سے کیا دلچسپی!

چنانچہ یہ وہ خیالات تھے جو تار کی عبارت پڑھتے ہی میرے دل میں آئے میں نے تار پڑھا اور پھر خانم کی طرف دیکھا خدا کی پناہ ادھر میرے تو یہ خیالات اور ادھر خانم کی یہ حالت کہ مارے خوشی کے چہرہ دمک رہا تھا آنکھیں خوشی کے نور سے لبریز!

اور چہرے پر مسرت کے تارے جھمک رہے تھے میں نے دیکھا کہ میری پیاری بیوی میری پیاری رفیقہ حیات میری ہمسفر و ہم مجلس کس طرح پھول کی طرح مارے خوشی کے پنکھڑی پنکھڑی ہوئی جا رہی ہے۔ ایک جوش فرحت و شادمانی ہے کہ چھایا ہوا ہے معاً سوال پیدا کیا ایک شوہر کا یہ فرض اولیں نہیں کہ وہ اپنی چہیتی بیوی کی خوشی میں شریک ہو کیا بیوی کے رنج و غم ہنسی اور خوشی میں شوہر کا شریک ہونا لوازمات میں نہیں ہے؟ ضرور ہے اور بالضرور سچے دل سے بیوی کی ہر خوشی میں شریک ہونا چاہیے لہذا مجھ کو بھی سچے دل سے مجبوراً خوش ہونا پڑا فوراً ہی میں نے سب سے پہلے خانم کی اس رائے سے اتفاق کیا کہ خوشی کا موقع ہے سخت خوشی کا مقام ہے جتنا بھی خوش ہوا جائے کم ہے خدا نے ہمیں خوشی کا دن دکھایا ہے خدا نے خود ہمیں ایک ننھا منا سا چاند سا سالا عنایت کیا ہے ہم کیوں نہ خوش ہوں ہماری خانم خوش اور ہم خوش اور ہمارا خدا خوش کیوں نہ ہمارے دل میں لڈو پھوٹیں بے شک پھوٹیں اول پھوٹیں کیوں نہ ہم باغ باغ ہوں بے شک ہوں کچھ مذاق تھوڑا ہی ہے مقام ہی ایسا خوشی کا ہے قصہ مختصر ہم دونوں بے حد خوش ہوئے والد صاحب نے مبارکباد کا تار بھیجا ہے اور اب ہم ایک اور صلاح کر رہے ہیں خانم نے یہ تجویز کی کہ بس اسی ہفتہ میں لڑکے کا عقیقہ ہو گا لہذا بہتر ہے کہ جوابی تار دے کر تاریخ عقیقہ معلوم کر کے اس میں باضابطہ ایک ڈیلیگیٹ کی حیثیت سے شریک ہونا چاہیے اس طرح کہ جیسے ہم بھی ایک خود مختار مہمان ہیں اور آئے ہوئے ہیں ایک رسم میں (خوشی کے موقع پر) باضابطہ شرکت کرنے کو! چنانچہ یہی کیا۔

(۲)

جب ہم دونوں چلنے کی تیاری کر رہے تھے تو خانم نے کہا کہ دیکھوں وہاں ذرا ہاتھ روک کے کھانا کھانا۔

میں نے خانم کی طرف دیکھا اور کہا تو کیا ہم کوئی کھاؤ پیر ہیں؟ خدانخواستہ ہم

بھوکے ہیں جو تم ایسا کہہ رہی ہو؟

خانم نے کہا میں ایک بات کہی ڈھنگ کی جب تم وہاں کم کھانے والے مشہور پہلے ہی سے ہو تو کہتی ہوں کہ اچھا ہے ذرا بات بنی رہے اور کرکری نہ ہو۔

میں نے سچ کہتی ہو تم بات بے شک ڈھنگ کی ہے۔

مسکرا کر وہ بولی دیکھنا تم وہاں اب کے سب ہی تو ہوں گے دیکھنا تم کیسے کیسے کاؤ لوگ ندیدوں کی طرح کھانے پر گرتے ہیں تم ویسے بھی زیادہ نہیں کھاتے جو کہیں ذرا ہاتھ روک لو گے تو مزہ آ جائے گا۔

میں نے خانم کے پرنور اور بشاش چہرے کو دیکھا کس قدر خوشی حاصل ہو گی اس کو میرے کم خوراک مشہور ہونے پر یہ میں نے اپنے دل میں کہا اور سوچا کہ بے شک میں سسرال سے اب کے نام پیدا کر کے لوٹوں گا خانم نے پھر ہنستے ہوئے کہا۔

دیکھنا تم مزے اب کے۔ ایک تو ویسے ہی تمہاری کم خوراک اور پھر ذرا ہاتھ روک گئے اور ادھر وہ ڈھوکے ڈھو دونوں کس کسے کے ہڑپے ماریں گے۔

بات دراصل یہ تھی کہ خانم کے ذہن میں اب تک بڑے بڑے اور موٹے موٹے دولہا بھائیوں کے خطرناک نقشے اور ان کے اوزان کے پیش نظر تھے اگر ایک دولہا بھائی ایک من بیالیس سیر کا تو دوسرا ڈھائی من پکے گا۔ کھانے پر جو پل پڑیں تو سسرال میں قحط ڈال دیں چولھوں میں زلزلہ آ جائے۔ آخر میں بھی تو داماد ہوں جو میری وقعت ہے وہ کسی کی نہیں کیوں؟ اس وجہ سے کہ ہر معاملہ میں میانہ روی سے چلتا ہوں کھاتا کم ہوں نازک بے حد واقع ہوا ہوں ضرورت پڑ جائے تو بڑے بڑے بچوں میں شمار ہو سکتا ہے کانٹے پر تول لیجئے کبھی ایک من ۵ سیر تو کبھی بیس سیر دبلا پتلا، نازک اندام، ہلکا پھلکا پھر اگر ایک قسم کی وودیا ساس نے میرا نام چنبیلی کی کلی رکھ دیا تو کیا بے جا کیا۔

جب ہمارا نام چنبیلی کی کلی رکھا گیا تھا تو ہمیں اور خانم کو بے حد خوشی وہی تھے طے

کیا گیا تھا کہ مصنوعی طور پر اس خطاب سے بے زاری کا اظہار کیا جائے اور چڑنا چاہیے یہ محض اس لیے کہ دادی اور بھی چھڑیں۔

مندرجہ بالا خیالات میرے ذہن میں گھوم رہے تھے جب میں سسرال پہنچا دیکھوں تو دروازے پر بڑے ساڑھو صاحب کھڑے ہیں انور میاں کس زور سے پکڑ کر انہیوں نے میرے ہاتھ کو جھٹکا ہے مصافحہ کرنے میں کہ بیان سے باہر۔ منجھلے بھائی یعنی خانم کے منجھلے بہنوئی سے بھی ملاقات ہوئی میں باتیں کرتا باہر ہی رہ گیا اور خانم اندر اتر گئی تھوڑی دیر بعد میں اندر گیا۔

* * *

مہمانوں کی وجہ سے جگہ نہ تھی پھر بھی ہماری آمد کا حال سن کر خانم والا پرانا کمرہ ہمارے لیے موجود تھا۔ خانم اپنے ننھے منے بھیا کو گود میں لائی اور مجھے دکھایا آپ خود خیال کیجئے کہ میں بھلا اسے کیا دیکھتا اور کدھر سے دیکھتا ایک پلپلی سی چیز تھی کپڑے میں لپٹی ہوئی ناک، منہ، گال وال سب ایک اور پلپلے معلوم ہو رہے تھے۔

خانم نے مجھ سے کہا۔ اس کا نام رکھا جائے گا۔

میں نے دل میں سوچا کہ آخر میں کیا کروں میں بھلا کیسے روک سکتا ہوں اس میں کون سی بات نئی بات ہے نام تو لوگ بغیر رکھے مانیں گے ہی نہیں جب میں کچھ نہ بولا تو خانم پھر بولی۔

تم بتاؤ کیا نام ٹھیک رہے گا؟

نام مجھے کئی یاد آ گئے پیر محمد، تیغ علی قلندر بخش، کلب علی، شتر محمد وغیرہ وغیرہ

غل تھا علی کی تیغ کا سب رنگ ڈھنگ ہے
جبریل کانپتے تھے کہ خیبر کی جنگ ہے

غل غپاڑہ کو تو جانے دیجئے اس پر غور کیجئے کہ نام حضرت جبریل کیا سوچیں گے۔

قصہ مختصر تیغ علی بہت اچھا نام ہے اور یہ سوچ کر کہ یہ تو ہم خود اپنے لڑکے کے لیے

رکھ چھوڑیں خانم کو کوئی اور نام بتا دیں چنانچہ ہم نے سادگی سے کہا ''پیر محمد''

مگر جناب وہ تو یہ سن کر بچہ کو منہ کے پاس سے ہٹا کر تیور بدل کر بولی معاف کیجئے میں کچھ گھبرا سا گیا آخر ناراض ہوں نا جلدی سے میں نے بوکھل کر کہا خدا کے واسطے خفا مت۔ مجھے نام نہیں معلوم (تیغ علی بتانا نہیں چاہتا تھا)

خانم خوش ہو گئی اور اب بچہ کو میرے منہ کے قریب کیا میں نے غور سے دیکھا اور انگلی اس کے گال پر رکھی ہی تھی کہ وہ بولا......ٹیں۔

جلدی سے اسے خانم نے کلیجہ سے لگا لیا اور دوڑی چلی گئی۔

اس کے بعد میں گھر میں گیا بڑی سالیوں سے دعائیں اور روپے لیے مگر دو ساس جو رشتہ سے ایک قسم کی دادی تھیں اور جنھوں نے میرا نام چنبیلی کی کلی رکھا تھا انہوں نے یاد دلایا تو کچھ نہیں بلکہ الٹی بلائیں لیں میری چنبیلی کی کلی انہوں نے کہا اور چٹ چٹ بلائیں لیں میں نے نظر نیچی کر کے جو دیکھا ہے کنکھیوں سے خانم کی طرف تو خدا جانتا ہے کہ جان بوجھ کر وہ ایسی بن رہی تھی کہ جیسے نہ تو اس نے نہیں کچھ کہتے سنا ہے اور نہ وہ اس کہنے سے خوش ہوئی اور نہ اسے ان قہقہوں سے سروکار ہے جو منجھلی آپ اور ان کے میاں اور بڑی آپا نے بلند کیے۔

(۳)

اس کے بعد کھانے کا وقت آیا جس کا میں بے چینی سے انتظار کر رہا تھا کچھ تو اس وجہ سے بھوکا تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ باوجودیکہ بھوک میں کھانا کھاؤں گا یہ نسبت اوروں کے بہت کم کھاؤں گا لوگ دیکھیں گے اور تعریفیں کریں گے۔

دستر خوان لگایا گیا کیا ہی پرلطف مجمع تھا دونوں سالیاں تھیں خانم کے جنگلی بہنوئی تھے ایک کنارے نمکدانی کی طرح میں بھی رکھا ہوا تھا خانم سب بہنوں میں چھوٹی اور خادمہ تھی بڑی بھائی نے بہت کہا کہ اری تو بھی آ جا مگر خانم نہ آئی نوکرانیوں کی طرح میاں اور دولہا بھائیوں اور بہنوں کی خدمت کر رہی تھی کھانا چنا جا چکا تھا اور

خانم نے کس ہوشیار سے کھانا چنا تھا میرے سامنے چڑیوں کا سا چوگا رکھا تھا کھانا شروع ہو گیا۔

میں کچھ نا امید سا ہو گیا کیونکہ نہ تو کوئی میرے ضرورت سے زیادہ چھوٹے نوالہ کو دیکھتا تھا اور نہ کوئی یہ غور کر رہا تھا کہ میں تیزی سے کھا رہوں یا آہستہ آہستہ خدا بھلا کرے منجھلی آپا کا کہ انہوں نے میری طرف توجہ کی اور کہا یہ لو یہ کہہ کر چاولوں کی پلیٹ آگے بڑھائی واہ ری بیوی میں تو قائل ہو گیا کس انداز سے کہا ہے کچھ چپکے اور کچھ زور سے لیا نہ ہو۔

میں نے شکریہ کے ساتھ پلیٹ ہاتھ سے لی مگر جناب آپ غور فرمائیں کہ میں اس میں سے کچھ لیتا کیسے! کیونکہ خانم کا عجیب وغریب ارشارہ پا چکا اور پھر اب آنکھ جو چار ہوتی تو اس نے پلک کا اشارہ کر دیا کہ خبر دار میں نے پلیٹ لے کر پاس رکھ لی اور پھر اس طرح چینگنے لگا اب میں نے خانم کے دولہا بھائیوں کی طرف ذرا غور سے دیکھ بخدا کیسا زوروں میں دونوں حضرات سسرال کا مال واقعی سسرال ہی کا مال سمجھ کر کھا رہے تھے۔ ان بھلے مانسوں کو بھلا کہاں فرصت کہ میری کم خوری کے کمالات پر غور کریں میں اس ناکامی کے وہم میں پھنسا ہوا تھا کہ خانم نے ایک نیا پانسہ پھینکا کیوں نہ ہو عقل مند بیوی کے قربان جائیے۔ نہ معلوم کس طرح اور کیسے وہ دادی صاحبہ کو لگا لائی وہ بھی نا معلوم کیا سکھا کر آئیں وہ اپنے دل چسپ اور پر شکن چہرہ کو پر مذاق بنا کر بولیں۔

میری چنبیلی کی کلی کو بھی کچھ کھانے کو دیا؟ بچیو؟

بڑی آپا شگفتہ ہو کر بولیں تمہاری چنبیلی کی کلی تو سونگھ رہی ہے ایک دو چپاتیاں سامنے تھیں وہی ختم نہیں ہوئیں۔

بڑے بھائی نے مذاق میں یوں حصہ لیا کہ روٹیوں کا ڈھیر اٹھا کر میری طرف رکھ دیا یہ لو دو تین رکابیاں اور سرکا دیں اور کہا کھاؤ بھئی ڈٹ کے کھاؤ نہیں تو دادی یہی

کہیں گے کہ ہم لوگ سب کھا گئے۔

میں خوب کھا رہا ہوں میں نے کہا دادی میں نے ڈٹ کر کھایا ہے آج۔

دیکھوں تو میں کیا ڈٹ کے کھایا ہے تو نے یہ کہہ کر دادی صاحبہ نے میرے پاس بیٹھ کر میرے کھانے کی وہ تشریح کی ہے کہ دل میرا باغ باغ ہو گیا کیونکہ آپ یقین مانیں کہ خانم پر جو میری نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری طرف دیکھ نہیں رہی ہے بلکہ قہقہا کیے روکے رہی ہے۔ اس کا شہرہ ان جذبات کا آئینہ تھا جن کی حقیقت ایک شوہر ہی معلوم کر سکتا ہے۔

دادی صاحبہ نے تشریح کر کے بتایا کہ میں نے صرف ڈیڑھ روٹی کھائی ہے سالن جوں کا توں رکھا ہے اور چاولوں کی باری ہی نہیں آئی ہے کباب اس طرف لوگوں نے آنے ہی نہیں دیئے کھاتا میں خاک۔

منجھلی آپا نے کچھ تشویش کا اظہار کیا اور بولیں سچ مچ انہوں نے تو کچھ بھی نہیں کھایا ادھر میں نے یہ سنا اور خانم کو دیکھا حالانکہ ابھی اور کھاتا مگر اب میں نے طے کر لیا کہ اب تو اور بھی کچھ نہ کھاؤں گا آپ ہی بتایئے کہ بھلا کیسے کھاتا۔

بڑی آپا نے کہا کھانے بھی دو یہ کیا معاملہ ہے۔ کوئی تکلف تھوڑا ہی ہے جتنا جس کا جی چاہے کھائے گا پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا کھاؤ جی تم جو تمہارا جی چاہے تو کھانا اور جی نہ چاہے تو مت کھانا تکلف اس میں کا ہے کا ہے بس بھوکے مت اٹھنا۔

ایسا میں بے وقوف تھوڑی ہوں جو بھوکا رہ جاؤں گا میں نے کہا میں کھا رہا ہوں آپ کوئی صاحب میری طرف سے فکر نہ کریں یہ کہہ کر میں نے پھر چینگنا شروع کیا۔

مگر بہت جلد کھانا اختتام پر پہنچا اور مٹھاس کا دور آ گیا ڈبل روٹی کے میٹھے ٹکڑے تھے ایک تو میں نے آدھا پیٹ کھانا کھایا تھا دوسرے کیوڑہ اور زعفران کی بھوک پرور مہک پھر نوالا جو ایک چھوٹا سا لیا تو حلق سے معدہ تک ایک ذائقہ کی لکیر بنتی چلی گئی۔

خلاف مرضی ہاتھ کو معدہ کے احکام کی تعمیل کرنا پڑی۔ میں نے بہت تھوڑا سا لیا تھا اور چار نوالوں میں رکابی صاف کر کے معدہ میں بھوک کی کھرچن محسوس کرنے لگا اور لامحالہ اس پلیٹ پر نظر پڑی بڑی آپا نے میری طرف پلیٹ بڑھائی اور میں ہاتھ بڑھانے والا ہی تھا کہ خانم سے نظر چار ہوگئی کس قدر خوف زدہ ہو کر اس نے میری طرف دیکھا ہے کہ میں کہیں لے نہ لوں چنانچہ میں فوراً رک گیا مگر انہوں نے باوجود میرے منع کرنے کے میری پلیٹ میں دو چار ٹکڑے رکھ ہی دیئے اور کہا کھاؤ جی تم پھر خانم کی طرف میں نے دیکھا کس قدر اس کو ناگوار اور بار خاطر گزرا ہے اب سوائے اس کے اور کیا چارہ تھا کہ نہ کھاؤں لیکن بدنیتی کا یہ حال کہ جی اندر سے ہے کہ تڑپ رہا ہے بس وہی مضمون کہ چور تکے لے نہ سکے خانم نے میرے اوپر گویا پہرہ لگا دیا میں نے یہ طے کر کے کہ خیر نہ کھاؤں گا مگر ظاہر داری لازمی ہے ایک آدھ ریزہ ایک آدھ پستہ کی ہوائی ایک آدھ بادام کا ٹکڑا منہ میں رکھ لیا بڑی آپا نے جو دیکھا تو پھر بولیں کھاتے نہیں تم۔

خانم پھر بولی کھایا نہ ہو دیکھ نہیں رہی ہیں آپ کہ کھیل رہے ہیں یہ بس پستہ کی ہوائیاں چن چن کر کھا رہے ہیں کھانا ہوتا تو خود نہ لے لیتے۔

اب بتائیے میں کیسے کھاتا قصہ مختصر کھانا ختم ہوا سب لوگ اٹھے میرا یہ حال کہ آپ یقین مانئے کہ دل رکابی میں چھوڑ کر اٹھا ہاتھ دھونے کے لیے کھمبے کے پاس کھڑا تھا اور نظر پلیٹ کی طرف تھی کہ خانم نے چپکے سے میری کلائی پر چٹکی لی میں نے جو دیکھا تو واللہ خانم کے مسرت آمیز چہرے پر نور کے حرفوں سے لفظ محبت کس طرح تحریر تھا۔

کھانا کھانے کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک خوش غپیاں ہوتی رہیں میرے کم کھانے کا ذکر بہت ہی تھوڑی دیر رہا کم از کم جم کر آدھ گھنٹہ تو ہونا چاہیے تھا مگر نہ ہوا۔ بات چیت ختم ہونے کے بعد جب اٹھا ہوں تو کچھ یونہی سی بھوک معلوم ہو رہی

تھی یہ واقعہ ہے کہ میں کم کھاتا ہوں مگر حضرت ایسا بھی نہیں کہ جیسی ڈیڑھ روٹی میں نے کھائی تھی ویسی پانچ چپاتیوں سے بھی گیا گزرا۔

(۴)

تجربہ شرط ہے شب فرقت کے بارے میں اتنا تو سننے میں آیا ہے کہ کاٹے نہیں کٹتی مگر حضرت سب بھوک اور ہی بلا ہے نہ سونا اچھا لگتا ہے نہ جاگنا دل ہے کہ بیٹھا جا رہا ہے لحاف کے اندر ہی اندر تکلف تو دیکھئے کہ خانم سے بھی میں نے کچھ نہ کہا کیونکہ اس نے مجھے یقین دلا دیا کہ آج کا میرا کارنامہ باورچی خانہ میں بڑے بڑے حروف میں لکھنے کے قابل ہے کس طرح دادی صاحبہ نے خانم کی بہنوں کے سامنے میرا اور ان کے موٹے اور کھاؤ شوہروں کا موازنہ کر کے ثابت کر دیا کہ میں واقعی چنبیلی کی کلی ہوں میرے لیے اب صرف یہی امر باعث تقویت رہ گیا تھا۔

☆

سونے کو نیند ظالم تو آخر آ ہی گئی مگر رات کو عجیب و غریب خواب دیکھتا کیا دیکھتا ہوں کہ عجیب ہی منور آسمان ہے ایک کمرہ میں بیٹھا ہوں چاروں طرف اس قدر نورانی روشنی ہے کہ سوائے روشنی کی تڑپ کے آنکھوں میں کچھ دکھائی نہیں دیتا ایک ہیولہ سا سامنے آتا ہے اور معاً ایک بڑی پلیٹ وہی رات کے ٹکڑوں والی پلیٹ سامنے آ جاتی ہے وہی بالکل وہی! قوام میں ڈوبے ہوئے زعفران اور کیوڑے سے معطر ٹکڑے سامنے رکھے ہیں خواب کی حالت میں بھوک کی خلش جی ہاں خلش محسوس کی پلیٹ کی طرف از خود ہاتھ بڑھ گیا لینے والا ہی تھا کہ ایک دم سے آنکھیں اوپر اٹھ گئیں ایک سایہ سا آیا اور آنکھوں کے سامنے آ کر چھا گی اور ایک غبار سا آنکھوں میں یا پھر فضا میں مسلط ہو گیا ایک عجیب سی ناقابل بیان تعلق اس غبار سے اور دل سے قائم ہو گیا نہیں بلکہ پیشتر سے تھا یہ غبار کیا تھا بلکہ ایک نورانی پردہ تھا جس کے پس پشت جذب و محبت کی بجلیاں چمک رہی تھیں جن کا عجیب و غریب تخیلی

حرکت میں گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا یہ عجیب وغریب دھندلاکا یا نورانی پردہ میری بھوک نہ معلوم کدھر اور کہاں گئی اور اب میں اس نورانی حجاب کو دیکھ رہا تھا عجیب وغریب حجاب بالکل صاف دکھائی دے رہا تھا اور نہ محسوس تو ضرور ہو رہا تھا اور پھر وہ بھی آنکھوں کے ذریعہ سے ایک لرزش سی اس عجیب وغریب پردہ پر عیاں تھی۔ زیادہ ہوئی اور زیادہ ہوئی کچھ تار کی طرح باریک راگ کا اس پردہ کی لرزش سے پیدا ہوتا معلوم ہوا ہے ایک راگ تھا اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ ان عشق ومحبت کی تجلیوں کا ایک ہوش ربا ترنم ہے جو پس پردہ چمک رہی تھیں بال سے بھی زیادہ باریک کچھ آواز اس پردہ لرزاں سے پیدا ہوئی اور اس قدر باریک کہ تار نظر کی باریکی بھی اس کے آگے ہیچ ہے اس قدر باریک اور مہین ترنم اس پردہ سے ایک لرزش کے ساتھ پیدا ہوا کہ کان اس کے سننے کے نہ تو اہل تھے اور نہ صلاحیت رکھتے تھے اس ترنم کو ایسا معلوم ہوا کہ دل کے نازک پردے نے سنا اور دماغ میں پہنچایا قصہ مختصر ایک بال سی باریک آواز میرے دل نے سنی جگہ کو چھیدتی چلی گئی کیا سریلی اور باریک آواز تھی اور کس طرح یہی آواز اپنی نزاکت کے ساتھ لرزتے ہوئے دل کے پردہ کو چھو رہی تھی۔

اپنے اپنے دامنوں میں بجلیاں لیے ہوئے

رک رک کر اپنے...... اپنے دامنوں میں...... بجلیاں...... لیے ہوئے۔

بس غضب ہو گیا میں بے تاب ہو گیا میرے دل نے اس عجیب وغریب گیت کو آگے بڑھایا جبیں پہ اپنے کس ادا سے چمکیاں لیے ہوئے...... پیام عشق التجا میں سسکیاں لیے ہوئے...... نگاہ نیم باز کی...... قمچیاں لیے ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہ گیت تھا جس کے مصنف نے مجھے بت پرستی سکھائی مشرک بنانے کے بعد پھر غضب پہ غضب کہ موحد بنا دیا کہیں کا رکھا۔ یہ باریک راگ جو دل سن رہا تھا میرے لیے نیا نہ تھا پھر بھلا مجھے یہ معلوم کرنے میں کیا دیر لگتی کہ اس پردہ خیال کے

اس طرف کون ہے لیکن اگر اس طرف پردے کے سامری تھا تو اس طرف ان دیوتا یعنی ڈبل روٹی کے ٹکڑے ...... کبھی سحر سامری کا رعب غالب آیا اور کبھی ان دیوتا کی پرستش اور پوجا کی دھن عجیب شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں جہاں علق جا کر رکتی ہے دراصل وہیں سے دوزخ اور بہشت کی شروعات ہے ہدایت قسمت اور خدا کے ہاتھ ہے پھر کسی نے سچ کہا ہے کہ

حرم و دیر کے جھگڑے ترے چھپنے سے ہوئے
تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے

یہاں بھی پردہ تھا اور نتیجہ ظاہر ہے یعنی پیٹ دماغ پر غالب آیا اور گویا مجبوراً میں نے ڈبل روٹی کے ٹکڑوں کی طرف پھر ہاتھ بڑھایا اور ہاتھ میرا قریب پہنچ ہی گیا تھا کہ دفعتہً کمرے کا نور ماند پڑ گیا ایک جھپکی سے آئی اور اس نور کے پردے پر ایک غبار ظلمت! ایک چادر زرنگار چھا گئی ایسے میں ایک دم سے سن سے ہو کر وہیں کا وہیں رہ گیا میں نے متوحش ہو کر اس منحوس چادر زرنگار یا پردۂ ظلمت کو دیکھا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس طرف پردہ کے کوئی قہرمان جلال ہے جس کے غیظ و غضب کے شعلہ اس پردۂ ظلمت کو توڑ کر میرے اوپر پھٹ پڑنا چاہتے ہیں۔ کس طرح یہ زرنگار چادر لرز لرز کر غصہ کی چنگاریاں اڑا رہی تھی۔

میں مجبوراً جوں کا توں رہ گیا خاموش! بالکل خاموش ہاتھ اپنی جگہ واپس آ گیا ڈبل روٹی کے ٹکڑوں سے باز آیا کس طرح یہ ظلمت رفتہ رفتہ نہیں بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے مدھم پڑ گئی۔ ماند پڑ گئی! وہی نور وہی روشنی بڑھنا شروع ہوئی اور ادھر میرے دل سے ڈبل روٹی کے ٹکڑوں کا خیال باہر ہوا ہے کہ پھر وہی نور کا پردہ سامنے تھا پھر وہی نور کا دھواں سا پیش نظر تھا اور پھر وہی معلوم ہوتا تھا کہ اس نور کے بادل میں عشق محبت کی بجلیاں کوند رہی ہیں قصہ مختصر پھر وہی طلسم نور افشاں میرے سامنے تھا منم شہنشاہ طلسم نور افشاں ...... پردے کی ہر جنبش نورانی دھوئیں کا ہر پیچ گویا یہی کہہ رہا

تھا۔

مگر حضرت وہ کسی نے کہا ہے اور سچ کہا ہے کہ گیہوں عجیب چیز ہے اور پھر بھوک اور گیہوں اجی اللہ میاں کو چھڑا دیں جنت کس گنتی میں ہے بھوک میں بھلا ایسے طلسم دیکھنے سے کب تک گزارہ ہو سکتا ہے چنانچہ بقول چچا سعدی بھوک میں لوگ عشق سے عموماً مستعفی ہو جاتے ہیں دمشق میں ایسا ہو ہی چکا ہے۔ پھر میں ہندوستان میں پیٹ پرستی کو عشق و محبت پر ترجیح دی تو کون سا ستم کیا اس نورانی دھوئیں یا حجاب سے قطع نظر کر کے میں نے آخر ڈبل روٹی کے ٹکڑوں پر ڈال ہی دیا ہاتھ۔

لیکن ادھر میرا ہاتھ بڑھا ہے اور ادھر ایک نا قابل بیان سرعت کے ساتھ ایک سیاہ آندھی تھی یا طوفان یا پھر قہر مجسم کہ سیاہی کے ساتھ اس نورانی چادر سے لرز کر اور اس دھوئیں کو کہ اب بالکل سیاہ تھا ایک چشم زدن میں اس زور سے پیچ در پیچ کر کر اور بجلی کی چمک کے ساتھ اس پردے کو ہیبت ناک زلزلہ کے ساتھ چیر نہیں بلکہ توڑ کر کس شان سے خانم کا پرتو لیکن پر عتاب چہرہ نکلا ہے کہ خدا کہ پناہ! معاً میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹک کر کہا تم شہنشاہ طلسم نورافشاں...... یہ کیا کر رہے ہو؟

میری ایک دم سے آنکھ کھل گئی میرا ہاتھ خانم کے ہاتھ میں تھا اس نے پھر جھٹک کر کہا یہ کیا کر رہے ہو؟

میں نے بوکھلا کر اور احمقانہ اور بھوکی نظروں سے چاروں طرف دیکھا میں آپ سے کیا عرض کروں یہ خواب یہ عالم تخیل...... خواب آمیز...... میرا سا زندہ دل! پھر میری رفیقۂ حیات! یہ دماغی کیفیت اور پھر یہ بھوک واللہ خانم کا حسین و خوب صورت چہرہ کیا تھا کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ جیسے ڈبل روٹی کے ٹکڑوں کا تمام حسن اس صناع حقیقی نے کوٹ کوٹ کر میری پیاری بیوی کے چہرے میں بھر دیا ہے تمام شیرینی و حلاوت و خوب صورتی مع عطریات خانم کے چہرے پر موجود تھی۔

یہ کیا کر رہے تھے۔ پھر خانم نے مسکراتے ہوئے پوچھا کیا سو رہے ہو؟

آنکھیں کھولے ہوئے۔

آپ خود خیال فرمائیں میں بھلا کیا جواب دیتا کیا کہہ دیتا کہ ظالم تو نے مجھے بھوکا مارا پیٹ میں چوہے قلابازیاں کھا کھا کر دماغ میں پولو کھیلنے پہنچے ہیں۔

یہ سوچ کر کہ چل اس خواب کو بتائیں گے اس وقت یونہی ٹال دیا پھر سو گئے مگر اس کے بعد پھر دو تین مرتبہ وہی ٹکڑوں کی پلیٹ نظر پڑی اور کچھ نہ کچھ ایسی بات پیش آئی کہ کھانا نصیب نہ ہوا صبح اٹھا ہوں اور آئینہ جو دیکھا تو منہ پر مارے بھوک کے بارہ بجے ہوئے تھے۔

(۵)

صبح کا ناشتہ کا وقت آیا ایک ایک چائے کی پیالی دستر خوان پر خالی رکھی ہوئی تھی مگر گیا میں نے دل میں کہا کیا اکیلی چائے ملے گی مگر نہیں خانم نے کچھ لیے پہنچی ایک کاغذ میں سے نکال نکال کر اس نے سب کے سامنے نہایت ہی خستہ اور بھرہ بھری پستئی کھجوریں رکھنا شروع کیں پانچ پانچ سب کی پیالی کے پاس رکھتی چلی آئی میرا نمبر جو آیا صرف ایک! غضب ہو گیا میں نے جو نظر ملائی تو میں کیا عرض کروں کہ کس طرح اس نے مجھے آنکھ کا اشارہ کیا ہے۔

خدا بھلا کرے کہ بڑی آپا نے فوراً میرے حصہ پر توجہ کی اور خانم سے کہا انہیں ایک ہی کھجور دی۔

کھانا ہے خانم بولی کھانا ہے ناشتہ کرنا ہے کوئی دوکان تو انہیں کرنا نہیں اور ہم لوگ تو دوکان لگائیں گے شاید منجھلے بھائی چھینٹا کستے ہوئے بولے۔ بخدا یہ جملہ بھی کیا تھا اور اس نے کیا اثر دکھایا میں نے خانم کو ایک عجیب عالم میں دیکھا مسرت کی بجلیاں چمک رہی تھیں خوشی سے چہرہ جگمگا اٹھا سارا چہرہ نور مجسم ہو کر رہ گیا۔

لطف یہ کہ سب کو تقسیم کر کے کھجوریں کاغذ سے نکال کر دستر خوان کے بیچوں بیچ میں خانم نے رکھ دیں اور منجھلے بھائی سے کہا آپ کیوں دوکان لگائیں گے آپ

کھائیں گے پھر یہ رکھی تو ہیں جس کا جی چاہے کھا لے گا میں تو روز کی ناشتہ کرانے والی کوئی آج نرالا ناشتہ تو یہ کرنے سے رہے۔

بڑے بھائی نے کہا بھلا کوئی بات بھی یہ لو جی یہ کہہ کر میری طرف مٹھی بھر کھجوریں بڑھائیں۔

میں نے کہا بھائی میں لے لوں گا آخر اس میں تکلف ہی کیا ہے لے لوں گا۔

اتنے میں ایک ایک ابلا ہوا انڈا آیا بڑے بھائی نے دو منگوائے اب ناشتہ شروع ہو گیا۔

میں نے اپنی کھجور کھائی انڈا چھیل رہا تھا میری قسمت تو دیکھئے کہ گندا نکل گیا خانم کی مہربانی کہیے کہ وہ دوسرا انڈا لائی اور جھٹ سے چھیل کر سفیدی پھینک کے زردی کی گولی رکابی میں رکھ دی بڑی آپا نے اعتراض کی نظروں سے دیکھا تو خانم نے فخریہ انداز سے کہا۔

توبہ کرو آپا انڈے کی سفیدی چھوتے تک نہیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ چھلکا تک کھرچ لیتا ہوں۔

مگر جناب یہاں یہ حال کہ اس وقت تو چھلکا تک کھا جاتا ایک زردی اور ایک کھجور کھانے میں دیر ہی کیا لگتی میں نے ختم کر کے خانم کی طرف نظر ڈالی اور آنکھ سے اشادہ کیا کہ اور اس کے جواب میں اس نے آنکھیں ایک دم سے پھاڑ کر چہرے پر برہمی کے آثار پیدا کرنے کی کوشش کی۔

اور میرا تو یہ حال اور ادھر خانم کے دونوں بہنوئیوں کا یہ حال کہ کل کی کل کھجوریں اپارہ کر گئے اور میں بے چارہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

*

اب خانم جو کمرہ پر آئی تو میں نے کہا کہ مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے اس نے اس کے جواب میں خیال کیا کہ یہ آثار دیوانگی ہیں میں جب زور دے کر کہا کہ سچ کہتا

ہوں تو اس نے گلے میں باہیں ڈال کر کہا کہ ہماری خاطر میں نے کہا کہ کچھ چرا کر لا دو اور قاعدے اور اصول چوری کے بتائے تو اس نے کہا کہ موقع نہیں ہے مگر میں نے بہلا پھسلا کر بھیجا اور لگا انتظار کرنے۔

کوئی پندرہ منٹ بعد وہ آئی منہ پھلائے ہوئے منجھلی آپا سے لڑ کر آ رہی تھی پھر وہ بھی میری وجہ سے ایک عجیب وغریب انتہا سے زیادہ دل چسپ بحث چھڑی ہوئی تھی وہ یہ کہ میری کم خوراکی کا مسئلہ نہایت ہی سنجیدگی سے زیر بحث تھا منجھلی آپا نے خانم سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم چھپا کر اپنے میاں کو کھانے کو دے آتی ہو ورنہ اتنا کم کوئی نہیں کھا سکتا (لڑنے کی بات ہے کہ نہیں غور کیجئے گا)

اس کے جواب میں خانم نے کچھ ان کے میاں کے کھانے پر چوٹ کر دی۔ خانم نے جو بحث وہاں کی وہ بے حد معقول تھی کوئی وجہ نہیں جو وہ چھپا کر مجھے کھلائے بالخصوص جب کہ لوگ (لفظ لوگ پر زور) مجھ سے کھلم کھلا دس گناہ زیادہ کھا رہے ہیں کون سا امر مانع ہے میرے لیے جو میں حسب خواہش نہ کھاؤں کوئی وجہ نہیں محض میری توہین مقصود ہے کہ میں چلا جاؤں وغیرہ وغیرہ دادی نے خانم کی طرف داری کی اور شہادت دی کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو بچی اپنے نام سے بھی کمرے کی طرف لے گئی ہو پھر تصدیق کی کہ واقعی میں کھاتا ہی اتنا ہوں یہ قصہ خانم نے مجھے سنایا اور پھر مجھ سے سنجیدگی سے کہا کہ میں کمرے میں کوئی چیز اپنے کھانے کے بہانے سے لا سکتی تھی مگر اب اگر لاؤں گی تو لوگ ایک دفعہ اور کہیں گے کہ برابر یہ ہوتا رہا ہے وہ تو کہو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں سچ مچ کوئی کھانے کی چیز اس طرف قسم کھانے کو بھی نہیں لائی اور سب کا سب کیا دھرا مٹی ہو جاتا۔

اس کے جواب میں اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ خیر دوپہر کو میں ضرور کھانا پیٹ بھر کر کھاؤں گا آخر روزہ بھی لوگ رکھتے ہی ہیں۔

☆

دوپہر کے کھانے کا وقت آیا یہاں اب یہ بیان کرنا کہ کھانے پر کیا کیا واقعات پیش آئے غیر ضروری اور ایک ہی بات کا بار بار دہرانا ہے حالانکہ میں نے خانم سے کہہ دیا تھا کہ میں سخت بھوکا ہوں لیکن بخدا میرے لیے کم از کم بدرجہا بہتر ہے۔ بجائے اس کے کو جو کھا کر اٹھا ہوں تو اتنا ہی بھوکا تھا جتنا پہلے! مگر اس کا صلہ! صلہ یہ ملا کہ خانم کے چہرے کو دیکھا بس چاندنی چوک ہو رہا تھا اور آنکھوں میں مارے خوشی کے پریاں ناچ رہی تھیں۔ ایک بھوکے شوہر کے لیے بشرطیکہ وہ فنا فی القوم ہو رہا ہو یہ بہت کافی ہے ہم نے بھی سوچ لیا کہ مر جائیں گے بیوی کے عشق میں بھوکے تب بھی پرواہ نہیں۔

دستر خوان سے واپس کمرہ پر آ رہا تھا کہ میں ایک بڑی حسین و جمیل ...... دیکھی ایسی کہ نظروں میں کھپ کر رہ گئی اور مجبوراً مجھے دل ہی دل پڑھنا پڑا عالم ہمہ نعیمائے تو خلق خدا شیدائے تو ...... حوری ندانم یا **ملک** ...... فرزند آدم یا پری ...... دیکھے گر بھوکا تجھے ...... کہتا یہی ہے یک بیک ...... ایں نرگس شہلائے تو آوردہ رسم کافری ...... بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری اور واقعی چیز بھی ایسی ہی تھی نہایت ہی خوبصورت کہ اس کے آگے پری کی حقیقت نہیں، بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔

؎ اف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

ایک نہایت ہی گداز اور خوب صورت پیچ میں سے بے حد موٹی گاؤدم ہوتی ہوئی دونوں طرف ایک حسین و جمیل نوک پر ختم ہوئی تھی ایک طاق میں موٹی سی شکر قندی رکھی ہوئی تھی واللہ کس طرح اس مہ جبین نے میرے معدہ کا دل چھین لیا۔

؎ چیزے تم کہ عجب تیر بے کامل زوئی
کسی کے دل میں رہی اور کسی کے پار ہوئی

* * *

میں نے خانم سے کہا تھا کہ اگر رات کے کھانے پر بھوکا رہ گیا تو اسٹیشن جا کر

کھا لوں گا مگر کھاؤں گا ضرور۔ خانم نے کہا کہ پاگل پنے کی باتیں تو کرومت میں تمہیں کھانے کو سر شام ہی کچھ لا دوں گی ورنہ کھانے کے بعد تو ضرور ہی لا دوں گی جب میں نے کہا کہ تم بڑے مزے سے کچھ نہیں تو آٹھ دس روٹیاں ہی روکھی چرا کر لا سکتی ہو تو اس کے جواب میں وہ ہنسی کا گول گپا ہو گئی پھر سنجیدہ ہو کر جو اس نے اس امر کا خطرہ ظاہر کیا ہے کہ تمام ریاض بے کار ہو جائے گا۔ تمام نیک نامی اور شہرت میں وہ بٹہ لگے گا کہ عمر بھر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا پھر اگر وہ شہرت جو میں نے حاصل کی ہے کہیں جاتی رہی تو لطف زندگانی ہیچ ہو گا وغیرہ وغیرہ۔

جس طرح روزوں میں مغرب کا انتظار ہوا کرتا ہے اسی طرح میں نے شام کا انتظار کیا آخر نہ کیسے آتی شام بھی آ گئی کھانے کا وقت بھی آ گیا۔ میں نے چلتے وقت خانم سے چپکے سے کہا کہ روٹیاں ضرور چرانا اس نے وعدہ بھی کیا دسترخوان پر پہنچا تو ایک قہقہہ کے ساتھ میرا استقبال ہوا رشتہ کی ایک چچی ابھی ابھی آئی تھی اور اس وقت بڑے زوروں میں میرے کھانے کا مسئلہ زیر بحث تھا الفاظ چنبیلی کی کلی کی میرے کم کھانے کے واقعات پر تفصیلی روشنی ڈال کر تفسیر کی جا رہی تھی بڑے بڑے مفسر جمع تھے چچی کو سلام کر کے میں بھی خوش ہو کر بیٹھ گیا واللہ کیا مزے کی باتیں شروع ہوئی ہیں ہر وقت کے میرے کھانے کی پوری پوری تفصیل مع نکات کے چچی کو بتائی گئی پھر اس پر وہ مزے مزے کے فقرے سالیوں کے اور موٹے موٹے ہم زلفوں کی چبھتی ہوئی چوٹیں! کچھ میری نزاکت پر کچھ میرے چنبیلی کی کلی ہونے پر بھی لگے ہاتھوں کے خانم کے اوپر دل چسپ چھینٹے پھر دادی صاحبہ کا محبت آمیز مذاقیہ ایکٹنگ جس کا اختتام اس قدر ڈرامٹک! اس قدر کومک اور اس قدر لطیف تھا کہ عرض نہیں کر سکتا طرح طرح کے ایکٹنگ کر کے انہوں نے میری بلائیں لیں اسی پر کیا قہقہہ لگے تھے کہ انہوں نے میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر میری چنبیلی کی کلی کہہ کر میرا منہ چوم لیا۔

بس کچھ نہ پوچھئے کیا لطف رہا ہے! کیا قہقہے لگے ہیں میں تختۂ مشق بنا ہوں تو وہ بھی

کس عجیب لطف و انداز کے ساتھ! میرا ہی کیا حال تھا جو خانم کا ہوا میں نے جو خانم کو دیکھا ہے تو اس کی حالت ضبط تحریر میں نہیں آسکتی ایک دریائے موج و تبسم تھا کہ خانم کے چہرے پر لہریں لے رہا تھا محبت اور خوشی کی افشاں تھی کہ چہرے پر چھڑک کر رہ گئی تھی اور خوشی و خرمی کا نور چہرے پر کہ تبسم کے تارے چہرے پر پڑے چمک رہے تھے قصہ مختصر خانم کا چہرہ میرے لیے اس وقت سچ مچ نور افشاں ہو گیا۔

اب آپ غور فرمائیں کہ اس دل خوش کن تمہید سے جو کھانا شروع ہو گا تو کیا کیا مزے دار باتیں نہ ہوئی ہوں گی قدم قدم پر لطیفے اور ان تمام لطائف کا مرکز میں بنا ہوا اور خانم ہے کہ مارے خوشی کے پھولے جا رہی ہے اب آپ ہی بتائیے کہ میں اپنی پیاری اور دلاری رفیقۂ حیات کو دیکھتا؟ اس کی خوشی کو دیکھ کر مالا مال ہوتا؟ یا ان تمام فقروں اور جملوں اور دل چسپ و دل خوش کن مذاق کا مرکز بنتا؟ یا کھانا کھاتا ؟......

نتیجہ ظاہر ہے کہ بھوکے کا بھوکا اٹھا بلکہ صحیح عرض کرتا ہوں اس وقت کی گوناگوں فرحتوں میں کھانا نہ کھانے کی تکلیف تک کا احساس نہ ہو یہ دستر خوان کا حلیہ بھی کسی قدر مزے دار ہے کہ اس پر سو فاتے قربان ساری محنت وصول ہو گئی بڑی دیر تک خوش غپیاں ہوا کیں بڑے لطف کے ساتھ مجلس برخاست ہوئی واپس میں کمرے میں آرہا تھا۔ تو پھر میری نظر میری اسی پری زاد اور حور مجسم شکر قندی پر پڑی۔ ؎

"یہ حسن مجسم ہے یا نور کا ڈھیلا ہے"

میں دل میں کہتا ہوا اور صناع حقیقی کی تعریف کرتا ہوا جس نے ایک "کن" کے ساتھ ایک عالم کو مع اس شکر قندی کے پیدا کیا! واپس کمرہ میں آیا۔

* * *

سونے کا وقت آچکا تھا اور خانم ابھی تک واپس نہیں آئی (چوری کر کے) لیکن دیر آید درست آید واپس آئی اور میرے لیے کھانے کو لائی مگر وہ جو کسی نے کہا کہ اونٹ

کے منہ میں زیرہ، گنتی کی چھ کھجوریں اور ایک انڈا فوراً زہر مار کر گیا نتیجہ یہ کہ وہاں اور تو بھی آگ تیز ہوگئی خانم نے کہا تم اب دیوانے ہو گئے ہو شاید بہت سا پانی پی لو چنانچہ بہت تو نہیں تھوڑا سا میں نے پانی پی لیا پھر خانم نے باتیں شروع کیں وہ باتیں جن سے ویسے بھی بھوک جاتی رہتی ہے اور لگتی ہو تو نہ لگے یعنی وہی میری کم خوری کے سلسلہ میں جو باتیں میری عدم موجودگی میں ہوتی ہیں بخوف طوالت نظر انداز کرتا ہوں ورنہ ضرور سناتا اور آپ دیکھتے کہ کیا سبب تھا کہ میں فاقہ پر فاقہ کھینچ رہا تھا اور نہ صرف زندہ تھا بلکہ جب کھانے کا وقت اور موقعہ آتا تو اس سے دیدۂ دانستہ کوئی فائدہ نہ اٹھاتا تھا اور بھوکا کا بھوکا رہ جاتا تھا ان ہی باتوں کے سلسلہ میں ایک تجویز میں نے خانم کے روبرو پیش کی۔

شکر قندی میں نے خانم سے کہا وہ چپ رہی۔

وہ شکر قندی کس کی رکھی ہے؟ موٹی سی اس طاق میں؟ میں نے کہا کیوں؟ خانم نے اپنے لحاف میں سے بدھو کی ہے (یہ بدھو صاحب زادے تھے چھوٹے سے ایک ملازمہ کے)

اس کو چولھے میں نہ چپکے سے داب آئیں تم۔ میں نے خانم سے کہا۔

خانم نے جواب میری طرف دیکھا...... پھر اس کے بعد ہم دونوں میاں بیوی میں کیا باتیں ہوئیں؟ کیا طے ہوا اور کیا ہوا؟ یہ باتیں میری درخوست پر اب صیغہ راز ہی میں رہنے دیجئے جھوٹ کیا فائدہ اور سچ میں بتاؤں گا نہیں۔

* * *

سو گیا...... پھر ایک خواب:

کیا دیکھتا ہوں کہ تمام عالم کائنات ایک موٹی سی شکر قندی ہے...... روئے زمین ایک شکر قندی ہے...... عجب! ذرہ ذرہ تمام حقیقی اور تخیلی دنیا کا شکر قندی ہے۔ نظام شمسی سے لے کر مہر وفا ہی تک سب شکر قندی ہے تمام عالم تخیل ہی شکر قندی ہے اور

میں خود…… (آئینہ اٹھا کر دیکھتا ہوں) ایک موٹی سی شکرقندی ہوں۔ ؎

للہ رے جذب و قوت تخیل اشتہا
چہرہ کو جو آئینہ میں دیکھا تو ……

ایک دم سے نا معلوم کہاں سے کہاں پہنچ گیا…… ایک احساس ہوا کہ میں چنبیلی کی کلی ہوں…… سامنے فوراً ہی ایک ہری بھری چنبیلی کی جھاڑی تھی جس میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مجھ جیسی چنبیلی کی کلیاں لگی ہوئی تھیں میں نے ایک عجیب دھندلکے میں غور سے ان کلیوں کی طرف دیکھا میں آپ سے صحیح عرض کرتا ہوں کہ غور سے جو دیکھتا ہوں تو وہاں چنبیلی کی کلیاں نہیں بلکہ شکرقندیاں لگی ہوئی ہیں…… ایک جھبکی سی آئی ایک لرزش سی ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں سے ایک تو بہت موٹی شکرقندی ہے۔ پہچان گیا وہی جو میں نے طاق میں رکھی دیکھی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھایا……

(۶)

صبح کچھ دیر سے اٹھا آنکھ کھلتے ہی…… شیروں کا منہ بھی کس نے دھویا ہے…… اپنے خواب کی تعبیر میں مشغول تھا خانم سامنے تھی مگر آنکھیں ہراس و اندیشہ سے پریشان اور چہرہ ہوائیاں……!

بدھو! طول العمرہ یعنی چھوٹی آپا کی ملازمہ کے لڑکے کی کسی نے موٹی سے شکرقندی غائب کر دی سوائے احمد کے (دوسرا ملازم لڑکا) اور ہو ہی کون سکتا تھا لہٰذا مارا گیا اور یہ اس کے رونے کی آواز تھی جو خانم کے کانوں کو برمائے دیتی تھی چھوٹی آپا بھی بڑی بے رحم تھیں۔

* * *

میں لحاف ہی میں اب تک بیٹھا ہوا تھا چھوٹی آپا کمرے میں آتے آتے رکیں اور پھر آ گئیں کنجیاں انہوں نے کہا میں سرہانے رضائی اوڑھے بیٹھا تھا لحاف ہٹا کر کنجیاں انہوں نے ڈھونڈیں تو انہیں مل گئیں مگر ساتھ ہی شکرقندی کے چھلکوں کی فرش

پر بارش ہوگئی۔

ہیں ان کے منہ سے نکلا اور میری طرف دیکھا میرے منہ کی طرف تو دو اور چار ......پھر خانم کی طرف اور پھر میری تو پھر وہی یعنی دو اور دو چار۔

اس کے بعد کیا ہوا صیغۂ راز میں ہے اور رہے گا ہاں اتنا بتا سکتا ہوں کہ اگر ایک طرف ان دادی صاحبہ کی شامت آ گئی جنہوں نے مجھے چنبیلی کی کلی کا خطاب دیا تھا تو دوسری طرف بدتمیزوں نے اور نالائقوں نے نہ صرف میرا بلکہ دادی کا لقب بھی شکرقندی رکھا ہے۔

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2006

انا للہ وانا الیہ راجعون ☆

یہ تصویر کس کی ہے

(۱)

مجھے اگر اپنی بیوی کی تصویریں طرح طرح کھینچنے اور کھنچوانے کا شوق تھا۔ تو کوئی تعجب نہیں تصویریں کھنچوائیں جگہ جگہ سے انلارج کرائیں ہر رخ سے کھنچوا کر تصویر لی ہر لباس اور ہر وضع سے تصویر کھینچی چوکھٹے لگوائے عمدہ عمدہ فریم بنوائے طرح طرح کے رنگ بھروائے غرض مصوری کی حد کردی اور کمرہ صنم کدہ بنا دیا۔

مگر نتیجہ اس بہزادزم کا یہ ہوا کہ جمال ہم نشیں در من اثر کرد، کے مصداق خانم کو اپنے دلربا شوہر کی تصویریں کھینچنے کھنچوانے کا شوق لگ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆

میری موجودہ تصویروں کو غور سے خانم نے دیکھا ان میں سے کوئی ٹھیک نہیں ہے بھنویں سکیڑ کر کہا۔ گھر کی کھینچی ہیں نا۔

بھابی جان نے مسکرا کر چشمک سے کہا یہ تو نہیں ہے گھر کی دیکھو، دیکھو۔

تو پھر کسی ایسے ویسے نے کھینچی ہے۔ خانم بولی۔

نام نیچے لکھا ہے پھر ایسی مشہور فوٹو گرافر کی دوکان......؟

جھلا کر خانم نے کہا اونچی دوکان پھیکا پکوان بیگار ٹالتے ہیں ہی سب۔ اس سے اچھی تو خود میں نے کھینچی ہے۔

آخر اس میں خرابی کون سی ہے؟ بھابی جان نے خانم سے پوچھا تو بالکل صاف تصویر ہے بال بال صاف نظر آرہا ہے یہ دیکھو آنکھ کے نیچے کی...... ذرا بھائی منہ ادھر پھریئے گا میں پھیر لیا تو کہا یہ! یہ! دیکھو آنکھ کے نیچے کی ہڈی جس طرح صاف اس رخ سے دکھائی دیتی ہے ویسی ہی اس میں ہے......اور پھر یہ دیکھو آنکھ کی طرف سے

نیچے کا ڈھال برابر چلا آرہا ہے اور ٹھوڑی کے پاس ...... یہ دیکھو پھر ابھری ہوئی ہڈی صاف ہے۔

اس طرح بھابی جان نے میرے چرخ چہرے کے نشیب و فراز کی تشریح کر کے ثابت کر دیا کہ یہ تصویر بالکل ہو بہو ٹھیک ہے نقل مطابق اصل ہے خانم کو بے حد برا معلوم دیا انہوں نے تصویر ہاتھ سے جھپٹ لی اور جل کر گویا کہا اچھا بہن میں تم سے تھوڑی کہہ رہی ہوں جو بحث پر تل پڑیں یہ کہہ کر تصویر بھابی جان سے لے لی۔

رستم کے دوست اسفند یار میرے ایک دوست تھے جن سے میری بحث رہتی تھی کہ میں تگڑا! وہ جاڑوں میں انڈے کھائے جاتے تھے اور پوشیدہ طور پر ڈنڑ پیلتے تھے اور پھر دونوں پہلوان اپنے قوی ہیکل جسموں کو ناپتے اور اسٹیشن جا کر وزن کا مقابلہ کرتے کبھی میں ایک من پانچ سیر کا نکلتا تو وہ چھ سیر اور کبھی میں سیر آدھ سیر بڑھ جاتا ان کی تصویر بھی نکل آئی اور بھابی جان نے تصویر دیکھتے ہی کہا ذرا ان چرخ کو دیکھنا ...... ڈر لگتا ہے بس دیکھنے سے۔

خانم دل ہی دل میں سلگ گئیں اور پھرتی سے ایک تیسری تصویر نکالی اور کہا ذرا مظہر بھائی کو ...... دیکھنا معلوم ہوتا ہے بورا ہے رکھا ہوا مجھے تو پھریری آتی ہے دیکھنے سے ...... ذرا دیکھئے تو گردن۔

مظہر واقعی بے حد موٹے تھے مگر یہ اشارہ تھا دراصل بھائی صاحب کی طرف اور بھابی جان نے فوراً ایک مسکراہٹ کے ساتھ اس کو محسوس کیا۔

نہ بھاگنے کے نہ دوڑنے کے ...... خانم نے کہا (کیونکہ پرسوں ہی کا ذکر ہے کہ بھائی صاحب نے دوڑنے کا نمونہ میرے مقابلہ میں عجیب ہی بھدی طرح پیش کیا) بھابی جان نے فوراً تردید کی۔

خیر دوڑنے بھاگنے کی بھلے آدمیوں کو ضرورت ہی کیا ہے مرغیاں پکڑنے کے لیے نوکر ہیں۔

دراصل مرغی نکل بھاگی تھی اور اس کے سلسلہ میں ایک طرف بھائی صاحب نے لگے ہاتھوں اس کے گھیرنے کی کوشش کی تھی اور دوسری طرف سے میں نے ……

جو دوڑ دھوپ نہ پائے وہ آدمی ہی کیا۔ خانم نے کہا اور اپنی تصویریں سمیٹ چلتی بنی۔

مجھ سے خانم نے کہا آج شام کو فوٹوگرافر کو لے آنا۔

(۲)

فوٹوگرافر آیا تو سب سے پہلے خانم نے اس کا کیمرہ دیکھا فوٹوگرافی خیر سے جیسی جانتی تھیں مجھے خوب معلوم تھا مگر فوٹوگرافی سے زیادہ وہ کوڈک اور زاء ساکن اور دوسرے مشہور کارخانوں کے کیمروں اور لینسوں کے نام اور قیمتوں سے اچھی طرح واقف تھیں اور واقعتاً یہی ان کی فوٹوگرافی کا ماحصل تھا۔

کون سا لینس ہے آپ کے کیمرے کا؟ خانم نے فوٹوگرافرانہ شان سے پوچھا فوٹوگرافر نے جواب میں ایک عجیب وغریب جرمن لفظ کو مورو تلفظ میں ادا کیا خانم کے چہرے پر ایک خفیف سی لاعلمی کی گھبراہٹ پیدا ہوئی انہوں نے خواب میں بھی یہ نام نہ سنا تھا مگر لطف تو دیکھئے اچھا کہہ کر اٹھالیا سر کی ایک جنبش کے ساتھ لینس کے ایک ڈبہ پر معہ مبالغہ ایک صد حرفی لفظ لینس کا نام درج تھا یا تو یہ لینس کی قسم کا نام تھا ورنہ کارخانہ کا نام تو شرطیہ تھا اس کو پڑھنے کی کوشش سوائے اس کے کیا ہوسکتی تھی کہ دل میں حرف شناخت کرتے اس موذی لفظ کا آدھا طول طے کرنے کے بعد دوسری طرف متوجہ ہو جائے چنانچہ خانم نے یہی کیا اور پھر پوچھا کتنے کا کیمرہ ہے آپ کا؟

نیا منگایا ہے کچھ دھمکی دے کر فوٹوگرافر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا فقط لینس چودہ سو روپے کا ہے۔ آہستہ سے خانم نے لینس فوٹوگرافر کے ہاتھ میں واپس دے دیا۔ آپ کہیں گی کہ لینس پر اتنے دام کیوں خرچ کیے تو وہ اس لیے کہ لینس بال کی کھال کی تصویر کھینچ لیتا ہے۔ فوٹوگرافر صاحب نے بال کی کھال کہہ کر اس تمکنت

سے ہاتھ کو جنبش دے کر کہا گویا کہ وہ لینس تھے۔

لینس کیمرہ پر چڑھا دیا گیا تو خانم نے پلیٹوں کی طرف توجہ کی اور کہا پیڈ ہیں نا یہ کہہ کر ہاتھ بڑھا دیا ڈبہ کی طرف۔

اکسٹرا پیڈ، ڈپٹ کر فوٹو گرافر نے کہا۔

خانم کو معلوم ہو گیا کہ یہ فوٹو گرافر دباؤ میں آنے والا نہیں۔ اس سے پیشتر جو آیا تھا اس کو تو انہوں نہ معلوم تکنا سکھا کر چھوڑا تھا۔

کیمرہ موقعہ پر لگا دیا گیا اور خانم نے مجھے حکم دیا کہ کپڑے پہنوں میں نے کوٹ پہن لیا تھا اور ٹائی لگا رہا تھا کہ خانم کمرے میں پہنچیں۔

آپ تو مجھ سے ضد ہے یہ کہہ کر ٹائی ہاتھ سے گھسیٹ کر وہ پھینکی۔

ہیں میں نے منہ پھاڑا۔

کوئی دوسری ٹائی ہی نہیں جڑتی بس یہی رہ گئی ہے صبح یہی شام یہی...... صبح یہی شام یہی۔

ٹرنک کھول کر ڈبے سے ایک نئی نما ٹائی نکالی اور ہاتھ میں ٹائی لے کر کہا اور کوٹ! کوٹ!

میں نے کوٹ کی طرف دیکھا کیوں کیا ہوا؟

جیسے جانتے ہی نہیں۔ سیاہ کوٹ ہونا چاہیے یہ کہہ کر سردیوں کا آسمانی بلیز نکال لائیں۔

مار ڈالو گی گرمی میں، میں نے بلیز کو دیکھ کر کہا خدا کے لیے......

آپ کو فضول باتیں آتی ہیں ہیں ایک لمحہ بھر کو پہننا ہے یہ کہہ کر برش کیا جانے لگا۔

آئیے صاحب فوٹو گرافر صاحب بولے۔

میں نے جلدی جلدی کپڑے پہنے اور چلا باہر کو خانم نے زور بازو پکڑ کر کہا۔ آئینہ

میں دیکھو ذرا سر کو سر کو۔

میں نے دیکھا بال بالکل ٹھیک بنے ہوئے تھے مگر نہ ایسے جیسے خانم کو پسند ہیں ان کا بنانا ہی دشوار ہے۔

میں نے کہا خدا کے واسطے مجھ سے ویسے بال نہ بنواؤ عورتوں جیسے۔

کیا آپ فضول باتیں کرتے ہیں...... نہیں مانیں گے آپ...... ادھر...... ادھر لاؤ میں نہ مانوں گی......؟

پکڑ لیا خانم نے آخر کو مجھے بالوں کا یہ نامعقول طرز سخت ناپسند تھا مگر...... کرسی پر بیٹھ گی اور میری محبوب شاطہ نے پیچھے کھڑے ہو کر میرا سر ٹھوڑی سے پکڑ کر گویا اپنی گود میں رکھ کر بال بنانا شروع کیے۔ نہایت کامیابی کے ساتھ برش سے نوک پلک درست کر کے اطمینان سے دیکھا اب مجھے اجازت تھی میں اٹھا اور مرکز بنا ہوا کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ فوٹو گرافر نے کیمرہ کا لیول درست کر کے سیاہ کپڑے میں سر ڈال کر شست لگائی اور تھوڑی دیر بعد سر نکالا۔

ٹھیک ہے خانم نے پوچھا اور اب اپنا سر سیاہ کپڑے میں ڈال کر دیکھا کیمرے کے طاقتور لینس نے کچھ اور ہی کہانی کہی ایک دم سے خانم نے سر نکال کر فوٹو گرافر سے کہا بالکل غلط ہے۔

کیسے صاحب، کیسے؟

دیکھو خود۔

فوٹو گرافر نے اپنا سر کپڑے میں ڈالا اور خانم نے کہا دیکھئے غور سے...... دوطرفہ چہرے کو بائیں طرف......

کیا ہے؟ فوٹو گرافر نے اسی طرح سر ڈالے کہا۔

کس قدر خراب تصویر آئے گی اور آپ کہتے ہیں کیا ہے پوز غلط ہے۔

تو صاحب گالوں کو گڑھا تو ضرور آئے گا۔ سر نکال کر فوٹو گرافر نے کہ اور ادھر معاً

میں نے ایک ناقابل محسوس طریقہ پر ایک بے اختیاری کے ساتھ ذرا گال پھلائے جواب میں بھنا کر خانم نے فوٹوگرافر کو دیکھا اور پھر کہا کیسے آپ کہتے ہیں؟ میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ آپ سیدھ میں اس بکری کی طرف دیکھئے۔ سامنے ذرا بائیں ہاتھ کو ایک بکری بیٹھی جگالی کر رہی تھی۔

اب خانم نے سر ڈال کر کپڑے میں دیکھا ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا ادھر کو......

ادھر...... ادھر...... بس...... بس اونہہ اتنا نہیں بس ایک ذرا اس طرف ہاں سر اونچا

...... ارے اتنا نہیں...... بس بس ذرا آگے۔

یہ کہہ کر خانم نے اپنا سر نکالا اور کہا بس اب جنبش نہ کیجئے گا آپ تو بکری پر نظریں جمائے رہیے۔

اب فوٹوگرافر کی پھر باری آئی انہوں نے سر ڈالا اور بولے یہ پوز تو اس سے بھی غلط ہے یہ کہہ کر سر نکال لیا باہر اور کہا بالوں کو آپ نے نہیں دیکھا بے طرح ہائی لائٹ پڑ رہی ہے پھر ہونٹ باہر نکلے معلوم ہو رہے ہیں اور ٹھوڑی کی ہڈی آگے کو...... پھر کنپٹی......۔

ادھر میرا حال بھی سنئے گرمی کے مارے برا حال پھر گردن کی رگ رگ میں درد کیونکہ تمام رگیں ایک خاص طریقہ پر گردن کو سادھنے پر مجبور و مامور کی گئی تھیں جیسے خیمہ کے وسط کے ستون کو ڈوریاں قاعدے سے کھینچے رہتی ہیں ہونٹ میرے موٹے ہیں از خود میں انہیں دانتوں سے پکڑے نہیں بلکہ گویا پیے بیٹھا تھا تمام باچھوں کی نازک و باریک شریانیں شل ہو چکی تھیں پھر ہوا کی ایک رمق اپنے چلکیدہ گالوں کو خفیف سا پھلانے کے لیے منہ میں روکے اور اس طرح کہ اس مقدار ہوا میں کمی یا زیادتی تو مجملاً طور پر ہو اور نہ پھر اس طرح کہ ایک طرف گال میں زیادہ ہوا ہو اور دوسری طرف کم اس کا ذرا تجربہ کیجئے۔ تب معلوم ہو گا کہ یہ کام بالخصوص کس قدر مشکل ہے یہ سب باتیں اور پھر بکری وہ بھلا نچلی کاہے کو بیٹھتی کھڑی ہو گئی اور گھوم کر

دوسری جگہ میں نے اس کی جگہ تو اندازلی تھی کہ یہاں بیٹھی تھی اور سوچ لیا کہ نظر جگہ پر رکھوں گا مگر فی الحال تو نظر بکری پر تھی بول سکتا نہ تھا کیونکہ ہونٹ مسوڑھوں کے ساتھ چپکائے بیٹھا تھا۔

خانم نے پھر سر اپنا ڈالا اور تھوڑا سا اُدھر ...... اُدھر اوپر نیچے کرنے کے بعد فوٹو گرافر سے کہا اب تصویر لے لو۔

فوٹو گرافر نے بھی جھگڑا ختم کرنا چاہا اور ادھر اس نے ریڈی کہا اور ادھر میں نے ذرا گالوں میں ہوا پکڑی ون ...... ٹو تھری تصویر کھینچ گئی۔

میں نے اطمینان کا سانس لیا خانم اور فوٹو گرافر نے تصویر عمدہ ہونے کے بارے میں پیشین گوئیاں کیں فوٹو گرافر کو حکم دیا گیا کہ جلد سے جلد پلیٹ دھو کر دکھاؤ اور اس کے بعد پروف۔

(۳)

غالباً آپ نے اسکول میں حساب پڑھا گا اور تمام علامت نفی اور اثبات وقوسین وغیرہ سے واقف ہوں گے نفی کی علامت ہے یہ (-) جس کو انگریزی میں اسمال بریکٹ یا چھوٹا بریکٹ کہتے ہیں عربی میں شاید قوسین صغیر

پلیٹ دھل کر اور خشک ہو کر آئی خانم نے کہا یہ کیا ہے؟

ناک اور ٹھوڑی کے درمیان حساب کی عجیب علامت موجود تھی اس طرح (-) یعنی نفی کی علامت قوسین صغیر کے درمیان۔

نہ ہے، فوٹو گرافر نے کہا اور واقعی تھا بھی منہ ہی مونچھیں میں منڈواتا تھا۔

ارے صاحب یہ کیا؟ دونوں طرف خانم نے قوسین کو پوچھا یہ کیا؟ فوٹو گرافر نے اسے شاید تجاہل عارفانہ خیال کیا اور جواباً میرے منہ کی طرف دیکھا میں نے قدرتاً جمائی لے کر ایک خاص طریقہ سے منہ سیکڑ کر ان قوسین کو اپنے چہرے پر سے معدوم کرنا چاہا یعنی ہونٹ سمیٹ کر ذرا آگے کر دیئے۔

فوٹوگرافر نے میری طرف انگلی سے بتا کر کہا۔ یہ جھریاں ہیں اچھوں کے ادھر اور اُدھر دیکھئے۔ اتنی واضح تو نہیں ہیں۔ خانم نے کہا۔

میرا لینس تو بال سے بھی باریک نشان کو بھی نہیں چھوڑتا اور پھر میری کیا خطا ہے لینس کا تو کام ہی یہ ہے کہ اصل کی نقل اتار دے۔

پرنٹ لیجئے...... پروف بنایئے دیکھیں۔ خانم نے کہا۔

☆

پروف تیار ہوا اور میں نے جان سا ہو گیا کیونکہ گال مصنوعی طور پر پھلائے تھے اور صاف معلوم ہوتا تھا یہ کیا؟ خانم نے ایک نظر قہر اب میرے اوپر ڈالی اور اسی حرکت وجہ سے یہ عجیب وغریب قوسین اس قدر واضح ہو گئے تھے۔

میں کیا جواب دیتا کچھ ہکلا کر مجرمانہ انداز سے قہر آگیں نظروں کو دیکھ دل ہی دل میں پڑھنے لگا۔

تو اگر چاہے الٹ دے پردۂ بزم مجاز
کوئی شے مشکل نہیں ہے حسن برہم کے لیے

حسن برہم نے پلیٹ اٹھا کر وہ پھینکی اور چھن سے فرش پر گر کر کھیل کھیل ہو گئی۔

پلیٹ پھینک کر خانم نے فوٹوگرافر سے کہا۔ آپ نہ تو پوز لینا جانتے ہیں نہ یہ کہ کسی جگہ کو فوکس میں لیں اور پھر آپ کو یہ پتہ نہیں کہ روشنی کا رخ کدھر ہے اور پلیٹ دھونے میں تو آپ کمال کرتے ہیں بالکل سیاہ بھت تصویر کھینچ کر رکھ دی بس کیمرہ قیمتی ہو یہ نہ معلوم کیا سوچ رکھا ہے سب نے۔

فوٹوگرافر اس کا کیا جواب دیتا اس نے میری طرف دیکھا اور میں نے اس کو۔

چپ رہے وہ ایک تاجر آدمی سمجھ گیا اور بولا آپ خفا کیوں ہوتی ہیں میں دوسرا تیار کرتا ہوں...... ابھی۔

آپ سے نہیں کھنچے گی۔ خانم نے کہا۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002

ابھی لیجئے ابھی ابھی دیکھئے میری کارکردگی۔ خانم کی کمزوری کو اس نے شاید میری آنکھ جھپکاتے ہی تاڑ لیا۔

پھر مجھے سولہ سنگھار کرنے پڑے بن ٹھن کر میں بت طناز کی طرح کرسی کے آغوش میں۔

پھر تمام وہی مراحل طے ہوئے اب کی مرتبہ میں گال نہ پھلائے کیونکہ فوٹو گرافر نے دوسری ترکیب پیش کی تھی وہ یہ کہ چھوٹے چھوٹے دو پان کھلا کر کہا تھا کہ چبا کر اِدھر اُدھر برابر کے حصوں میں تقسیم کر لوں جوں توں کر کے تصویر لی گئی۔

شام ہی کو فوٹو گرافر نے پلیٹ پیش کی خانم نے فوراً ناپسند کر دی مگر قبل اس کے کہ ناپسندیدگی کے وجوہات بیان کریں فوٹو گرافر نے زبان بند کر دی آپ ابھی کچھ نہ کہیں اگر تصویر ناپسند ہو تو جو چور کا حال سو میرا۔

پروف لیا گیا بے حد خراب آیا یعنی بالفاظ دیگر بالکل مطابق اصل کیمرے کے طاقتور لینس نے رخساروں کی مٹی پلید کر دی تھی بیچ میں پان دبا ہوا تھا اور اٹھ آئے تھے مگر ارد گرد آگرہ کے قلعہ کی طرح کی خندق تھی قوسین منہ کے ہر دو جانب بدستور تھے مگر اتنے واضح بے شک نہیں تھے جتنے گال ویسے پھلانے سے پیشتر والی تصویر میں آ گئے تھے۔ پھر چہرے کی دوسری جگہ کی تمام جھریاں جو ایک چرخ چہرے کا امتیازی نشان ہیں اپنی جگہ اس صفائی سے موجود تھیں کہ جی چاہتا تھا کہ مٹا دے سب کو ایک ربر سے پھر مثلاً تمام چہرہ پر دھوپ چھاؤں سی چھٹکی ہوئی تھی آئینہ میں شاید اپنی صورت جملہ کائنات خود پرستانہ عینک آنکھوں کے سامنے لازمی طور پر ہونے کی وجہ سے دکھائی دینا دشوار ہے۔ مگر ایک طاقتور لینس اور عمدہ کیمرے نے کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا ہے فوٹو گرافر اسے بہترین تصویر کو نامکمل اور رخانہ کا لقب دے کر لے گیا۔ ری ٹچ کرنے کے لیے ورنہ واقعہ تو یہ ہے کہ تصویر نہ صرف میری بہترین تصویر تھی بلکہ بالکل مطابق اصل۔

ارے بلانا تو ذرا خانم نے بوکھلا کر فوٹو گرافر کو بلوایا وہ آیا تو خانم نے انگلی کے اشارہ سے پلیٹ کو دیکھ کر بتایا یہ نہ آنا چاہئیں یعنی توسین۔ فوٹو گرافر نے اطمینان دلایا کہ آپ اطمینان رکھیں ان کا تو پتہ تک نہ چلے گا۔

(۴)

پانچ روز بعد کا واقعہ ہے کہ میں کالج سے واپس آیا سارا کمرہ آئینہ کی طرح گویا چمک رہا تھا۔ خانم کمرے میں کھڑی دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں کی دوربین بنائے ہوئے دیوار کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میرے پیر کی آہٹ سن کر میری طرف دیکھا میرا ایک قدم برآمدہ میں تھا اور دوسرا کمرے میں ہم دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر میں نے دیوار کی طرف سامنے میری تصویر دیوار پر آویزاں تھی واللہ کیا تصویر تھی کہ میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

یا صورتے کش ایں چنیں یا ترک کن صورت گری میں نے کہا
کیسی لاجواب تصویر کھینچی ہے۔ تصویر کی مالکہ یعنی خانم نے کہا۔

یہ تصویر کس کی ہے؟ جو کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بھابی جان نے کہا پھر ذرا زور دے کر کہا یہ تصویر کس کی ہے؟

خانم نے بھابی جان کی طرف دیکھا بھابی جان نے خانم، تصویر اور میری طرف دیکھ کر پھر خانم سے پوچھا کہاں سے آئی یہ تصویر کس کی ہے۔

خانم کے دلی جذبات کا مجھے ٹھیک پتہ نہیں سوائے اس کے کہ ان کے روشن چہرے پر غصہ کا ایک غبار سا چھا گیا مگر مجھ سے پوچھئے کہ میرا کیا حال ہوا حالانکہ تصویر کسی طرح میرا فوٹو کہلانے کی مستحق نہ تھی اور نہ میں نے اسے بنوایا تھا مگر اس کو وجود میں لانے کا ذمہ ہونے کی وجہ سے کچھ عجیب ہی طرح خجل تھا۔

بھابی جان نے شاید خاموشی کے کچھ معنے لیے اور غور سے تصویر کا اور میرے چہرے کا مقابلہ کر کے مسکرا کر اپنے سر کو جنبش دے کر کہا آپ کی ہے...... سچ بتایئے

......آپ کی ہے نا۔

افوہ خانم نے جل کر کہا۔ افوہ کیسی بنتی ہیں آپ جیسے۔

اتنے میں کھٹ سے دروازہ کی چوکھٹ پر آواز آئی اور بھابی نے اپنی بلند آواز میں کہا۔

کیا ہے؟...... ہیں یہ تصویر کس کی ہے؟

خوب یہ آپ کی تصویر ہے بھابی جان نے کہا۔

یہ کس گدھے نے تصویر کھینچی ہے؟ بھائی صاحب نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ خانم کے یہاں اس وقت کبابوں کی دوکان لگی ہوئی تھی کیا میں جواب دیتا اور کیا وہ۔

بھابی جان کے چہرے پر سخت شرارت آمیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی انہوں نے جلدی جلدی عینک صاف کی اور...... عینک داہنے ہاتھ سے پکڑ کر مجھے دیکھ کر اب تصویر کو نہایت ہی غور سے دیکھنا شروع کی ان کا چہرہ زیادہ بشاش ہو گیا مسکراہٹ آمیز شرارت اور شرارت آمیز مسکراہٹ زیادہ نمایاں ہوتی گئی خانم ان کے چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی جس مناسبت سے بھابی جان کھلتی جا رہی تھیں۔ اسی مناسبت سے خانم کے چہرے پر غم و غصہ کی تحری پرتاب ہوتی جا رہی تھی حتیٰ کہ...... جنگ۔

☆

بھابی جان کمرے سے قہقہہ لگاتی گئیں جب ذرا غصہ کم ہوا تو خانم نے اس سازش کا اندیشہ ظاہر کیا جس کا بھابی جان نے آغاز کیا تھا دراصل بھابی جان اور بھائی صاحب دونوں لڑنے کی نیت سے مشورہ کر کے آئے تھے۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شیخانی بوا آ پہنچیں۔

یہ تصویر کس کی ہے؟ انہوں نے غور سے رکابی سے تصویر کی طرف اشارہ کر کے

مسکراتے ہوئے کہا کسی فرنگن کی ہے میم کی؟

خانم اس زور سے پھٹ پڑی کہ خدا کی پناہ

ایسی باتیں وہیں (بھائی جان سے) جا کر کیا خبردار جو مجھ سے ایسی باتیں کیں بڑبڑاتی ہوئی بی شیخانی کمرے سے نکل گئیں۔

اتنے میں خربوزے والی آ گئی روز آتی تھی میری دانست میں بھائی جان کے کمرے کی طرف سے ہو کر آئی تھی جب ہی تو انہوں نے سکھا کر بھیجا اس نے آتے ہی بجائے خربوزوں کی بات چیت کرنے کے فوراً خانم کی طرف دیکھ کے پوچھا۔ یہ تصویر کس کا ہے؟

نکل یہاں سے خانم نے آگ بگولا ہو کر کہا نکل یہاں چڑیل نکل...... نہیں نکل، نکل۔

* * *

مشین کا شٹل منگوایا ہے۔

مڑ کے خانم نے دیکھا پڑوس کے بنگلہ میں خانم کی منہ بولی بہن رہی تھیں انہوں نے لڑکے ملازم کو شٹل لینے بھیجا تھا۔

اچھا دیتی ہوں، خانم نے کہا۔

یہ تصویر کس کی ہے؟ اس نے گویا جواب دیا۔

خانم نے اس زور سے ایک چانٹا اس کے گال پر دیا کہ جب تک وہ لکڑی تلاش کریں وہ روتا بھاگا۔

ابے شٹل تو لیتا جا۔ میں نے پکار کر کہا مگر وہ تو ڈبل جا رہا تھا۔

ابھی خانم بڑبڑا ہی رہی تھیں کہ ممانی جان کے یہاں سے آپا جی آئیں بھیجی گئی تھیں وہ خانم کی طبیعت کا حال پوچھنے مگر دیکھئے تو مکارہ کی باتیں کہ پوچھتی ہے یہ تصویر کس کی ہے۔

ایک ڈانٹ بتائی خانم نے اور ڈپٹ کر نکالا۔ میں تو طبیعت پوچھنے آئی تھی۔

چولھے میں جائے طبیعت ...... نکلو یہاں سے۔

آپا جی کو نکال کر اب خانم کی عجیب حالت تھی۔

آپا جی کو نکال کر اب خانم کی عجیب حالت تھی۔

آپا جی گئی ہی تھیں کہ بہشتی کا لڑکا آیا انعام مانگنے اس کی خبر لی گئی کہ دھوبن آئی اس کے بعد والد صاحبہ آئیں پھر نانی اماں آئیں اور انہوں نے بھی آنکھیں نچا کر یہی پوچھا۔

دن بھر اسی ہڑبونگ میں کٹا شام کو جو میں واپس آیا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لکڑی موٹی سی رکھی ہے پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے اب اگر کسی نے پوچھا کہ یہ تصویر کس کی ہے۔ تو اس کی خیر نہیں۔ خانم نے لکڑی دکھا کر مجھ سے کہا۔

اتفاق تو دیکھئے بھائی جان کا کتا ٹامی کمرے میں آیا اور لگا دم ہلا کر دیکھنے تصویر کی طرف۔

اس نے دم ہلانا بند کر دی غور سے تصویر کی طرف دیکھ کر ساکت ہو گیا۔ سناٹے میں آ گیا ادھر تصویر سے آنکھ ہٹا کر اس نے خانم کی طرف سوالیہ آنکھیں پھیری ہیں کہ وہی لکڑی اس زور سے اس کی پیٹھ پر پڑی کہ دہرا ہو گیا اور بے تحاشا بھاگا خانم اس کے پیچھے۔

دروازہ پر جھولے کرسی میں کتا الجھا ...... ادھر سے خانم اور ادھر سے اپنے عزیز ٹامی کی صدائے فریاد پر لبیک کہہ کر بھائی جان لپکیں کتا تو نکل گیا مگر جٹھانی دیورانی میں ایسی ٹکر ہوئی کہ دونوں گریں۔

بھائی جان کی عینک ٹوٹ گئی وہ جو انہوں نے ابھی ابھی مجھ سے مول لی تھی اور دام بھی نہیں دیئے تھے۔

یہ لیجئے اپنی عینک، بھائی جان نے ٹوٹی عینک میرے ہاتھ میں دی گویا اب دام نہ

دیں گیا اور پھر اس کے بعد......

* * *

آج تک خانم اور بھابی جان میں بات چیت نہیں ہوئی اور ہو کیسے کیونکہ انہوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں لوگوں کو سکھانے پڑھانے سے باز نہ آؤں گی چنانچہ جو آتا ہے وہ یہی پوچھتا ہے کہ یہ تصویر کس کی ہے؟ اور پھر بھابی جان کو دیکھئے کہ قسمیں کھاتی ہیں جھوٹی کہ میں نے کسی کو نہیں سکھایا کیا کوئی تدبیر ہے کہ بھابی جان لوگوں کو سکھانا پڑھانا چھوڑ دیں اور لوگ نامعقول سوال کرنا چھوڑ دیں۔

All rights reserved. ©2002-2006

میں ایک بدمعاش میاں ہوں

چوری میں نے نہیں کی ڈاکہ میں نے نہیں ڈالا دفعہ دس میں میرا نام درج نہیں اور نہ کبھی پولیس میں پکڑا دھکڑا گیا۔ مگر میں ایک بدمعاش میاں ہوں اور ایک نہ ایک دن دیکھ لیجئے گا کہ بری طرح مارا جاؤں گا۔

(۱)

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں کالج سے جو آیا تو غیر معمولی طور پر کمرہ کا دروازہ بند پایا۔ دروازہ پر ہاتھ مارنے ہی کو تھا کہ دفعتہً رک گیا اندر سے بھابی جان کے ہنسنے اور کسی کے بولنے کی آواز آئی۔ خیال آیا کہ شیشہ میں سے جھانکوں مگر پھر یہ خیال کہ نا معلوم کون ہو لہذا بجائے جھانکنے کے دروازے سے کان لگائے تو نہ معلوم کون صاحبہ تھیں جو بھابی جان سے کہہ رہی تھیں۔

ہٹو بھی...... تم یوں ہی کہتی تھی خاصی اچھی تو شکل ہے بلکہ تمہارے میاں سے بھی اچھی۔

اس کے جواب میں بھابی جان کے منہ سے ایک قہقہہ مسلسل کے ساتھ نکلا اوئی اللہ، اور ساتھ ہی ان پر ہنسی کا ایک خطرناک دورہ کا حملہ ہوگیا۔

صورت شکل کا جہاں تک تعلق ہے یہ ریمارک کم از کم میرے بارے میں تو قطعی غلط تھا اور بھابی جان کو اوئی اللہ مع ہنسی کے دورہ کے قطعی حق بجانب مگر پھر بھی اتنا ضرور کہوں گا کہ میری تصویر دیکھئے اور پھر بھائی صاحب کی تصویر دیکھئے اور انصاف کیجئے کہ کون خوبصورت ہے لہذا یہ نا معلوم خاتون غالباً میری بری والی تصویر کو دیکھ کر یہ کہہ رہی تھیں خیر کچھ بھی سہی یہ ریماک میرے ہی بارے میں۔ آپ خود فرمائیں کہ وہ شخص جس نے اپنے مردانہ حسن کے بارے میں شوخ لڑکیوں سے (شادی سے پہلے بھی اور بعد بھی) سوائے ناگوار اور تلخ الفاظ کے دوسرے لفظ ہی نہ سنے ہوں تو اس کا حال ایک غیر جانبدار خاتون کی زبان مبارک سے یہ مدحیہ جملہ سن کر کیا ہوگا

IqbalCyberLibrary

اب تک تو یہ بدقسمتی سے اپنے حسن کے بارے میں کچھ اڑتا ہوا بھی سننے میں نہ آیا تھا سوائے اس قسم کے الفاظ کے مثلاً افیونی، پھٹیچر، پنکی، روزی بنٹ، چرخ، مکڑ وغیرہ وغیرہ چنانچہ جو میں نے اپنی تعریف ان نامعلوم خاتون کی زبانی سنی تو صحیح عرض کرتا ہوں کہ میرا دل شکریہ اور احسان کے جذبات سے معمور ہو گیا میں نے دل میں کہا اے محترم خاتون تجھے خدا اس نیکی کا اجر دے اور تیرے میاں کو بھی ساری دنیا میں پری کا بچہ کہنے لگے اور پھر خدا کا کرنا ایسا ہو کہ تیری نیک مثال سے دوسری لڑکیاں اور عورتیں سبق حاصل کریں اور وہ بھی کچھ اس طرح کہ خواہ مخواہ بدصورت مردوں پر الٹے سیدھے ریمارک پاس کر کر کے ان کی میٹھی اور سچ مچ خوبصورت بیویوں کے دل دکھانا چھوڑ دیں۔

میں صحیح عرض چکا ہوں کہ مجھے کوئی مکڑ کہتا ہے تو مجھے کوئی صدمہ نہیں ہوتا اگر مجھے کوئی کبڑا کہتا ہے تو میں چپ ہو جاتا ہوں مگر میری پیاری رفیقہ حیات کے دل پر سخت چوٹ لگتی ہے چنانچہ ان خاتون کا دل سے شکرگزار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ میں نے بھابی جان کے اس رویہ سے دل ہی دل میں بیزاری کا اظہار کیا۔

اب اس کے بعد ناظرین غور کریں کہ میرا فرض کیا ہو سکتا تھا؟ یہی کہ کسی نہ کسی طرح اس نیک بخت اور پارسا خاتون کی تانک جھانک کر کے زیارت بھی کر لوں اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کون ہیں تاکہ حتی الوسع آئندہ کے لیے احتیاط کروں کہ کہیں کسی موقع پر یہ مجھے نہ دیکھ لیں اور جو رائے کہ میری خوبصورتی اور شکل وصورت کے بارے میں قائم کر چکی ہیں کہیں اسے بدل نہ ڈالیں۔ یہ بے حد ضروری تھا فی الحال ان خاتون کی زیارت اس طرح ممکن تھی کہ شیشہ میں سے جھانک لوں مگر یہ انتہائی بدتمیزی تھی اور میرے لیے یہ ناممکن تھا دروازہ میں کہیں کوئی سوراخ یا دراز ایسی نہ تھی جس میں کچھ دکھائی دے سکتا بلکہ سنائی مشکل سے دے رہا تھا لہذا مجبوراً پھر اسی طرح دروازہ سے کان لگائے۔

بھابی جان ان نیک بی بی کے خیالات کی کچھ تردید کر رہی تھیں کہ ایک دم سے چپ ہو گئیں اور پیر کی چاپ سے معلوم ہوا کہ خانم آ گئی اور اس طرح سے اس کی تصدیق ہو گئی کہ انہوں نے کہا۔

بہن تمہارے میاں تو بڑی بھولی بھالی اور اچھی شکل کے ہیں خواہ مخواہ ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

حالانکہ میں دیکھ نہیں رہا تھا مگر یہ جملہ سنتے ہی خانم کا دلچسپ چہرہ جیسے میرے سامنے آ گیا اور میں نے دیکھا کہ تعریفی جملہ سن کر اس کا کیا حال ہو گیا شوہر پرستی کے نور سے چہرہ چمک اٹھا۔

صباحت گویا تبسم کرنے لگی ملاحت کو لرزش سی ہوئی شرم کی کلیاں کھل گئیں! جھینپ سی گئی کچھ شرما سی گئی میاں کی خوبصورتی کی تعریف سن کر اور اس کی خاموشی ان تمام باتوں کی تصدیق تھی میں نہیں دیکھ رہا تھا مگر قلبی اور روحی لگاوٹ بھی کوئی چیز ہے مجھے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے مارے خوشی کے اس کا دل بھر آیا ہے اور اس کی دھڑکن میں خود سن رہا ہوں چنانچہ وہ کچھ نہ بولی لیکن بھابی جان نے کس اس دل خوش کن سلسلہ کو کاٹنا چاہا ہے کس قدر بے موقع بات انہوں نے کی ہے۔

بہن ایسا بھی پردہ کا ہے کا کہ بیٹھی ہو دروازہ بند کئے ہوئے نہیں تمہارے میاں دیکھنے کو بیٹھیں گے۔

یہ سن کر میں ذرا گھبرایا کہ دروازہ جو کہیں ایک دم سے کھلا تو نہ یہ صرف عارضی محبت برہم ہو گی بلکہ مجھے سخت کوفت ہو گی اور پھر کیا عجب کہ پکڑا و کڑا جاؤں لیکن اس کے جواب میں انہوں نے دروازہ بند ہی رکھنے کو کہا اور میری خوبصورتی پر ریمارک پاس کیا کہنے لگیں۔

کتنا سبک تو نقشہ ہے خاصی اچھی شکل ہے۔

خانم نے اس موقع پر کس طرح خوش ہو کر جواب دیا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔

کہنے لگی بہن ہمارا مرد وابد شکل ہے تو اور اچھی شکل کا ہے تو بے چارہ ٹھیک ہے لڑتا وڑتا تو نہیں ہے۔

غضب کرتی ہو بہن بھابی جان جیسے گھبرا کر بولیں روز تو لڑائیاں ہوتی ہیں ……

آئے دن کی بلکہ ناشتہ لڑائی کا کرتی ہو اور یہ واقعہ ہے کہ جناب خانم کا شاید خیال ہے کہ میاں بیوی کی لڑائی ایک ذوقی اور وجدانی چیز ہے۔ چنانچہ ان کی وجدانیات کے سلسلہ میں بخدا میرے ہوش زائل کئے جا چکے ہیں جو امن میں معطل فرما دیئے جاتے ہیں بوکھلاہٹ طاری کر دی جاتی ہے بدحواسیاں رقص کرنے لگتی ہیں یعنی خانم سے لڑائی ہوتی ہے۔

خانم بھابی جان کے اعتراض پر ہنس کر بولی۔ بہن انصاف کی بات کہوں گی وہ نہیں لڑتے کبھی میں ہی جھڑکتی رہتی ہوں۔

خانم کا یہ کہنا تھا کہ بڑی تیزی سے ہنسنے اور بولنے کی آوازیں آئیں یہ تمیز نہ ہو سکا کہ کس نے کیا کہا جلد بازی میں جو قدرے کمی ہوئی تو وہی بولیں بھابی جان سے کیا میاں بیوی بہت لڑتے ہیں۔

بھابی جان بولیں بس کچھ نہ پوچھو بہن خوب ہوتی ہے۔

مجھے شبہ ہوا کہ خانم کمرہ میں نہیں ہے اور شبہ کی تصدیق بے طرح ہوئی اور وہ اس طرح کہ میں بڑی دل چسپی سے اندر کی گفتگو سن ہی رہا تھا کہ پیچھے سے خانم کے نرم اور نازک ہاتھ کی عزیز از جان مگر بے رحم انگلیاں ایک گھسا دیتی ہوئی میری ناک پر سے نکل گئیں یعنی میری آنکھوں کے آگے ہاتھ کر کے زور سے مجھے اس عجیب و غریب طریقہ سے ہٹایا گیا اور بڑے زور سے مگر نہایت ہی آہستہ سے کس طرح بگڑ کر خانم نے مجھ سے کہا جھانک رہے ہیں آپ۔

قبل اس کے کہ میں گھبراہٹ سے نجات پاؤں اور کچھ بولوں بھابی جان کی پیشانی شیشہ میں چمکی اور خانم نے گھبرا کر مجھ سے خدا کے واسطے …… جلدی …… معاً

بھاگا میں وہاں وہاں سے سر پر پیر رکھ کر۔

* * *

پھر اس کے بعد وہاں کیا ہوتا رہا؟ مجھے کچھ پتہ نہیں مجھے کچھ شرم آ رہی تھی کہ واقعی میں نے غلطی کی جو اس طرح پوشیدہ باتیں سننے لگا خوب میں نے اپنی کمزوری پر نفرین کی۔

بہت دیر بعد جب وہ چلی گئیں تو کچھ ڈرتے ڈرتے میں کمرہ میں آیا سننے میں آیا ہے کہ بعض بیویاں میاں سے جب بہت غصہ ہوتی ہیں تو روٹھ جاتی ہیں چپ ہو کر گم صم ہو جاتی ہیں منہ پھلا لیتی ہیں اور لوگ ایسی بیویوں سے تنگ رہتے ہیں غالباً ایسے تمام لوگوں کو کبھی جنگ عظیم ہو جانے کا موقع نہیں ملا یعنی مطلب میرا یہ ہے کہ جس کو ایک معصوم شوہر کی شامت کہا جاتا ہے وہ تو کم از کم خاموش رہنے سے آیا نہیں کرتی غرض اتنا تو ہم بھی تجربہ رکھتے ہیں۔

جب میں کمرہ میں آیا تو خانم نے مجھے بہت غور سے دیکھا جیسے کوئی بدمعاش کو دیکھتا ہے۔ میں نے قہر آلو نگاہوں کے استقبال کے لیے مجبوراً دوسری طرف آنکھیں کر کے جماہی کے بہانے سے منہ پھاڑ دیا۔ خانم نے کچھ چتون ٹیڑھی کر کے کہا میں تمہیں خوب جانتی ہوں۔

اب آپ خود غور فرمائیں کہ آخر میں کیا کروں شوہر کو اچھی طرح جاننا دراصل بیوی کے لیے کوئی خاص کمال کی بات نہیں بلکہ صحیح عرض کرتا ہوں کہ غالباً ضروری ہے انٹرنس پاس کرنے سے پہلے ملاقات اور پاس کرنے کے بعد شادی ہوئی اور جس وقت کا یہ ذکر ہے خیر سے میں بی اے میں تھا پھر علاقہ اس کے جاننے میں کلام ہی کیسے ہو سکتا ہے خود بہ نفس نفیس نکاح و شادی میں بہ حیثیت ایک فریق کے شرکت کی اور بعد شرکت مجھ نحیف و لاچار کے حال زار پر کرم جاری تھا ایسی صورت میں نہ تو میں اس کی داد دے سکتا تھا اور نہ جواب اور جب کچھ نہ بولا تو کہا۔

یہ آخر کون سے ڈھنگ ہیں کہ پرائی عورتوں کو تانکا جھانکا جاتا ہے آج پکڑے گئے آخر کو۔

پکڑا تو گیا تھا مگر واللہ کس قدر ناانصافی تھی کہ میرے اوپر جھانکنے کا الزام لگایا جا رہا تھا میں نے کچھ اکڑ کر کہا۔

کون جھانک رہا تھا کب! کب...... کب جھانکا میں نے؟ میں تو سن رہا تھا باتیں اور بے شک غلطی ہوئی۔

تم نے نہیں جھانکا؟

آخر کدھر سے جھانکا؟ شیشہ سے جھانکنا ناممکن تھا اور کوئی......

بات کاٹ کر خانم نے کہا اچھا پھر میں نے کیسے دیکھ لیا کہ تم جھانک رہے تھے مجھ سے اڑتے ہو میں تمہیں خوب جانتی ہوں معلوم ہوگئی ہے مجھے آپ کی ترکیب افوہ یہ ترکیبیں کہتے تو ہو گے یہ بھی بلا کی پرزہ ہے کیا ترکیب نکالی تھی آج نہ سریش سے موٹی سی کیل ٹھکوا دی ہو تو میرا ذمہ۔

اب جناب غور فرمائیں اس احمق کی بیوی کی بے ربط عبارت سے میں کیا نتیجہ نکالتا سوائے اس کے کہ میں نے کان لگا کر باتیں سن لیں کہ یہ بڑھئی بلا کر میرے کانوں میں میخ ٹھوکنے کو کہتی ہے ظاہر ہے کہ میں کیسے یہ باتیں گوارا کرتا لہذا لڑ پڑا اور کہہ دیا میں نے کہ ہوش میں آؤ بہت دیکھی ہیں میں نے میخیں ٹھکوانے والی اور سریش ڈال کر کیلیں جڑوانے والی ایسے ہی سنیں گے باتیں بلکہ روز سنیں گے اور دیکھیں تو سہی کہ کون ہمارے کانوں میں سریش اور گوند بھرواتا ہے۔

میری اس گفتگو کو سن کر اول تو اس نے تعجب سے منہ پھاڑا پھر آنکھیں پھاڑ کر کہا ہیں! کیا کہا؟ میں کے کب کہا کانوں میں میخیں ٹھکوانے کو...... سے ڈرو! کیسے الزام دیتے ہو؟

میں نے اس عذر کو تسلیم نہیں کیا اور یہ سمجھا کہ گستاخی کرنے کے بعد یہ مکرتی ہے

اور عذر گناہ بدتر اس گناہ والا معاملہ پیش کر رہی ہے لہذا اکڑ کر میں نے کہا جی عذر گناہ بدتر از گناہ۔

اس کے جواب میں وہ بولی یہی میں کہتی ہوں کہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔

اب میں تنگ آ گیا اور ضرور بالضرور بہت لڑتا اگر کہیں میرا ہاتھ پکڑ کر وہ دروازے کے پاس لا کر نہ کھڑا دیتی اور کہتی کہ آپ نے جو جھانکنے کی ترکیب نکالی ہے اس سے بندی بہت پہلے سے واقف تھی۔

الغرض اس الجھن کو جانے دیجیے جو ہوئی اور قصہ کو یوں مختصر کرتا ہوں کہ دروازہ کی لکڑی میں ایک گانٹھ تھی جیسی عموماً لکڑیوں میں ہوا کرتی ہے اس گانٹھ کے بیچوں بیچ میں گانٹھی کی قدرتی ساخت سے ایک حلقہ سا بنا ہوا تھا جس میں ایک چھوٹا سا قدرتی سوراخ تھا اور اس سوراخ میں اسی کی ناپ کا ایک قدرتی کاگ لگا ہوا تھا بالکل جیسے بوتل کے منہ میں کاگ لگا ہو دروازہ کی سطح پر وہ بالکل برابر تھا مگر انگلی کے اشارہ سے نکل آتا تھا اور جھانکنے کے لیے ایک بہترین روزن بن جاتا تھا اور دیکھنے کے بعد پھر اسی طرح بند کیا جا سکتا تھا اب ذرا غور کیجیے کہ میرے اوپر یہ الزام لگایا کہ میں نے یہ عجیب وغریب سوراخ محض جھانکنے کے لیے دریافت کر کے رکھ چھوڑا ہے اور اس وقت اسی میں سے جھانک رہا جو شبہ ہوا اور اس نے آ کر عین موقعہ پر ایک غیر عورت کو جھانکتے ہوئے مجھے پکڑا یہ وہ روز تھا جس کے بارے میں تجویز ہو رہی تھی کہ سریش سے بند کر دیا جائے گا اور میرے کان کا سوراخ بالکل محفوظ تھا مگر بخدا اس عجیب وغریب سوراخ کا اس سے پہلے مجھے علم بھی نہ تھا اگر علم ہوتا تو ضرور بالضرور میں اس نیک خاتون کو اس میں سے جھانک کر دیکھتا مگر مجھ کو تو معلوم ہی نہ تھا چنانچہ یہی میں نے خانم سے کہا مگر اس نے یقین کرنے سے انکار کر دیا یہ کہہ کر اگر میں جھانک نہیں رہا تھا تو اس کو شبہ کیسے ہو گیا اور میں پکڑا کیسے گیا۔

اب اس کا میرے پاس کیا جواب تھا کیونکہ یہ ایک غلط فہمی تھی لہذا میں نے ایک

دوسرا پانسہ پھینکا جھگڑے کو ختم کرنے کے نیت سے میں خانم کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

قسم لو مجھ سے جو اس عجیب و غریب جھانکنے کی کھڑکی کا اب سے پہلے مجھے علم بھی ہو یا مجھے معلوم بھی ہو یا میں نے ان نیک اور پارسا بہن کو دیکھا بھی ہو۔

میری یہ ترکیب کارگر ہو گئی خانم خود جانتی ہے کہ اللہ میاں وغیرہ کی جھوٹی قسمیں اور چیز ہیں اور خود اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا اور معاملہ ہے لہذا اسے یقین آ گیا بلکہ اس طرح اپنی پرستش کو شاید پسند کیا اور کہا۔

خیر نہیں جھانکے تھے تب بھی یہ ٹھیک نہیں ہے کہ سن رہے ہیں چپکے چپکے باتیں۔

میں نے اس کے جواب میں پوچھا یہ کون تھیں؟

جیسے چونک کر خانم نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور کہا تم تو کہتے ہو کہ تم نہیں جھانک رہے تھے اور۔

احمق ہو میں نے کاٹ کر کہا بے وقوف ہو تم کیا کوئی دیکھتا ہے کسی کو جب ہی پوچھتا ہے اور ویسے ہی نہیں پوچھتا آخر کون سا غضب ہو گیا اس میں جو میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

خانم بولی ایک ہیں

اور ہم کب کہتے ہیں کہ دو ہیں۔

وہ بولی آخر کیوں پوچھے جاتے ہو غیر عورتوں کو……لو اور سنو……نہیں بتاتے نہیں بتائیں گے کہہ دیا سو مرتبہ کہ ایک ہیں کوئی بھابی جان کی سہیلی دلی والی مگر آپ ہیں کہ پڑ گئی کرید کوئی ضرورت نہیں بتانے کی بس معاف کیجئے۔

میں نے جل کر کہا مت بتاؤ۔

دراصل اس سے زیادہ میں پوچھنا ہی نہیں چاہتا تھا یہ قصہ آیا گیا ہو گیا مگر اس سوراخ کو بڑی صفائی سے خانم نے سچ مچ سریش سے بند کروا دیا اس واقعہ کے بعد

خانم سے نہ تو میں نے یہ کہا تم پر بھی ان نیک خاتون کے شوہر محترم کی تعریف کرنا فرض ہے اور نہ بھابی جان کی شکایت کی کہ میری بدصورتی کے بارے میں کس طرح وہ افسانہ پر افسانہ رنگتی پھرتی ہیں کیونکہ دراصل ان باتوں سے خود خانم ہی کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا پھر یہ بھی ڈر لگا رہتا تھا کہیں خانم ردوقدح کے بعد قائل نہ ہو جائے کہ میں سچ مچ بدصورت ہوں لہذا خوبصورتی اور بدصورتی کے قصے ہی فضول ہوئے۔

(۲)

اب اس قصہ کو ذرا چھوڑ کر کچھ علی گڑھ کی ذرا دلچسپ نمائش کا حال سنیئے۔

علی گڑھ کی نمائش بھی دراصل عجیب چیز ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ احمقوں کی ایک تازہ بتازہ فہرست تیار کی جائے اور آپ علی گڑھ میں ہیں تو آپ کو لامحالہ نمائش تک ٹھہرنا پڑے گا۔ جب نمائش منعقد ہو تو چلے جائیے سیدھے نمائش عین گیٹ سے کوئی پچاس قدم پیشتر بائیں ہاتھ کو سرخ یا سبز کپڑے پر سنہری حروف میں ایک سائن بورڈ نظر پڑے گا جس پر ایک ہو گا پردہ کلب اب اس جگہ بعد مغرب آپ دیکھئے گا کہ کچھ لوگ عمدہ عمدہ سوٹ پہنے کھڑے ہیں کچھ تو جیسے غفلت میں کھڑے سیٹیاں بجا رہے ہیں کوئی صاحب کلب کے خیمہ کی طرف کان لگائے ہوئے کھڑے ظاہراً طور پر نمائش کے پھاٹک کی بجلی کی بتیاں گن رہے ہیں کوئی صاحب اپنی چھڑی سے زمین کرید رہے ہیں اور کوئی صاحب حالانکہ ہیں اسی زمرہ میں مگر ظاہراً طور پر ''پردہ کلب'' کے خیمہ سے بالکل بے تعلق اور بہت الگ کھڑے ہوئے ہیں یہ وہ ہیں جنھیں کانسٹیبل نے پہلے ہی بھگا دیا کہ کلب کی طرف جانا منع ہے اور یہ غریب نہیں جانتے کہ کانسٹیبل سے دو دفعہ لڑو تب جا کر وہ تیسری دفعہ کچھ بھی نہیں کہتا خواہ پھر آپ کلب کے خیمہ میں گھس جائیں پھر کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو کھلم کھلا اور بڑے دھڑلے کے ساتھ ایک مناسب سائز کے چھوکرے کو اس طرح خیمہ کے اندر بار بار بھیج رہے

IqbalCyberLibrary.Net

ہیں کہ شبہ ہوتا ہے کہ سنگر مشین والوں نے شیٹل آئیڈیا کہیں یہی کارروائی دیکھ کر تو نہیں لیا لڑکا ہے کہ سچ مچ بار بار بڑی تیزی سے آ جا رہا ہے مگر ہر مرتبہ بغیر دوڑے کے یعنی کسی طرح بیوی کو دروازہ پر نہیں لاتا یہ حضرات ہیں کہ اچھل اچھل پڑتے ہیں مگر جورو پلے نہیں پڑتی کوئی صاحب ہیں کہ اپنے ملازم لڑکے کا نام لے لے کر دروازہ پر بڑے زور زور سے چیخ رہے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ ملازم لڑکا خیمہ میں نہیں ہے بلکہ آیا بھی نہیں ہے گھر سے خود نہیں لائے ہیں مگر پکار رہے ہیں حلق پھاڑ پھاڑ کر غرض کیا بتائیں کہ کیا کیا حماقتیں ہوتی ہیں یہ سب احمق ہیں جو کھڑے ہیں اور بدقسمتی سے ان میں سے ایک میں بھی لیکن جناب میں ان احمقوں سے کہیں زیادہ ہوشیار ہوں۔

پردہ کلب کی طرف سے چند آٹھ آٹھ دس دس برس کے بچے بطور والنٹیر وں کے کام کرتے ہیں یہ والنٹیر نہ صرف سمجھدار ہوتے ہیں بلکہ بڑے لائق مگر کیا کیا جائے باہمیں بچگان باید ساخت۔ میں نے ایک والنٹیر کی انتہائی خوشامد کی کہ خانم کو بلا بلائے مگر وہ ڈیوٹی سے نہ ہلا میں ایک چالاک اسے یونیورسٹی کی ڈیوٹی شاپ پر لایا کچھ کیک کھلایا چائے کی دھمکی دی انگریزی مٹھائی کھلائی اور ساتھ ہی خانم سے غائبانہ تعارف کرایا خوب اچھی طرح پتہ دیا ساڑھی کا رنگ بتایا بیل کی ڈیزائن تک بتا دی چہرہ مہرہ کا کٹ بتایا لب ولہجہ کا پتہ دیا اپنا نام بتایا اور خوشامد کر کے کہا کہ استاد بس تم انہیں جا کر دروازہ پر ہی پکڑ تو لاؤ تاکہ ہم تمہیں سچ مچ دلی کا حلوہ سوہن کھلائیں والنٹیر نہ صرف اس خدمت کے لیے راضی ہو گیا بلکہ خوب پہچان گیا۔ میں نے پھر لجاجت سے کہا کہ بھیا تو یہ کہنا کہ ہم گھنٹہ بھر سے کھڑے چیخ رہے ہیں دروازہ پر۔ چلتے چلتے کپڑوں پر تفصیل اور حلیہ وغیرہ پھر بتا دیا اور یہ والنٹیر دوڑا ہوا خیمہ میں گیا اب اس نالائق کی عقل مندی تو ملاحظہ ہو کہ نہ معلوم کسے پکڑ لایا اور میری ملاقات جو ان سے دروازہ پر کرائی ہے تو ادھر تو جیسے انہوں نے قلابازی کھائی اور ادھر ارے کہہ

میں تڑپ کر بھاگا مگر خاتون تھیں کوئی تیز اس ناشدنی ملاقات کرا دینے کے عوض والینٹیر صاحب کے نہ صرف انہوں نے کان توڑے بلکہ اندر گھسیٹ کر لے گئیں واللہ اعلم وہاں اور مارا یا چھوڑ دیا۔

غرض کیا بتائیں وہاں کیا حماقتیں کرنا پڑتی ہیں سب ہی کرتے ہیں مجبوری ہے۔ لیکن علاوہ اس کے اور بھی ملاحظہ ہو۔

مغرب کے بعد ہی برقع پوش اور غیر برقع پوش خواتین کا کلب کے خیمہ سے آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کوئی صاحبہ آ رہی ہیں اپنے احمق کے ساتھ تو کوئی صاحبہ جا رہی ہیں ان آنے جانے والیوں میں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک تو غیر برقع پوش اور دوسری وہ برقعہ پوش جن کی آنکھ کے بارے میں ڈاکٹر گل نے کہہ دیا ہے کہ اگر تم برقعہ کی جالی سے اپنی پلکیں لڑاتی رہیں تو چوندھی ہو جاؤ گی۔ اور انہوں نے اپنے میاں سے کہہ دیا کہ یہ برقع کی جالی میری آنکھ پھوڑ ڈالے گی چنانچہ میاں نے ان سے گھبرا کر کہا کہیں جورو کانی وانی نہ ہو جائے یہ کہہ دیا ہے کہ تم مجبوراً اور ربطوردوا کے اب برقع کا نقاب سر پر کھول گیا کر نمائش میں جان پہچان والا اور گھس پڑا وہ ہماری طرف زبردستی تو ہم کہنی مار دیں گے اور نقاب ڈال لینا جھٹ سے اور پھر سچ بھی ہے کہ نمائش میں تو اپنی اپنی مرغی سب ہی گھیرے پھرتے ہیں کس کو فرصت ہوتی ہے کہ پرائی عورت کو دیکھے اگر ایسا کرے تو وہیں کے وہیں گھر والی آنکھ نکال لے۔ وہ نمائش جو کچھ دیکھتی ہے سو دیکھتی ہے مگر اس سے زیادہ دراصل میاں کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں کہ کہاں جاتی ہے مطلب میرا یہ ہے کہ کہ ان آنے جانے والیوں میں بغیر برقع والیاں یا وہ جو نقاب سر پر ڈالے پھرتی ہیں کم از کم ان احمقوں کے دلی شکریہ کی مستحق ہوتی ہیں جو لیڈیز کلب کے دروازے پر کھڑے جماہیاں لیتے ہوتے ہیں۔

لیکن ان احمق حضرات میں سے بعض تو کمال ہی کرتے ہیں باوجود عینک لگائے

ہونے کے خیمہ کی موٹی موٹی ڈوریوں کے دیکھنے قطعی انکار کر کے ان میں الجھ کر نہایت ہی کامیابی کے ساتھ گریں گے تو نہیں ہاں گرنے کی مشق ضرور کریں گے اور پھر جو گھٹنا پونچھ کر طلوع ہوں گے تو وہ بھی محض کسی ایسی جلد باز خاتون سے ٹکر کھانے کے لیے جس کی نہ تو آنکھ دکھتی ہے جو برقع کا نقاب سر پر رکھے اور نہ اسے دیکھ کے چلنے کی عادت یا فرصت نتیجہ یہ کہ اپنے برقع کی جھالر والر میں یا اور کسی طرح ٹکر کے ساتھ عینک اڑائے لیے چلی جاتی ہے درحالیکہ وہ احمق کھڑا اپنی ناک ٹٹول رہا ہے کہ کہیں عینک کے ساتھ ناک بھی تو نہیں چلی گئی۔

اب غور فرمائیں کہ میری نظر واقعی بے حد کمزور ہے اور پھر اس طرح ناک پر ضرب شدید عینک ایک جھٹکے میں برقع کے ساتھ اڑی چلی گئی اور میں جیسے اندھا ہو گیا اب واقعہ تو دراصل یہ ہوا کہ عینک بے شک برقع میں الجھی چلی گئی مگر دو ایک قدم چل کر یا تو گر گئی اور یا انہوں نے گرا دی مگر مجھے بھلا کیا پتہ میں نے جو اپنی عینک جاتے دیکھی تو ایک آٹھ برس کے والنٹیر سے جو امرود کھا رہے تھے اور جن کی نہ صرف موجودگی بلکہ شرکت میں ناگوار اور ناشدنی ٹکر یا تصادم اس طرح ہوا تھا کہ ان کا امرود گر گیا تھا ان سے میں نے ایک کے بدلے دو امرودوں کا وعدہ کر کے کہا بھیا دور کے ان سے میری عینک تو لینا چنانچہ یہ سعادت آثار دوڑے ان کے پیچھے۔

اب میری قسمت تو ملاحظہ ہو کہ سینکڑوں آنے جانے والیوں کو چھوڑ کر مجھے ان سے ہی دلی والی بہن سے ٹکر بھی کھانا رہ گئی تھی اور نہ انہیں کوئی چار آنکھوں والا ملا جس کی وہ عینک جھپٹتیں قصہ مختصر میری بدقسمتی کہیے جو یہ ٹکر والی بہن سے ہوئی وہ دراصل دو تھیں ایک تو آگے اور ایک ان کے پیچھے آگے والی بھابی جان تھیں اور پیچھے ان کی سہیلی دلی والی مگر بخدا مجھے تو اس کا علم بھی نہ تھا کیونکہ دونوں ایسی جھپٹتی آ رہی تھیں کہ میں نے دیکھا تک نہیں۔

اب اندر کی سنئے۔ بھابی جان کو ہنسی کا دورہ ہو گیا ایسا کہ وہ مارے ہنسی کے دوہری

ہو کر بیٹھ گئیں اپنا سر پکڑ کر اور خوش دلی تو ملاحظہ ہو کہ خانم نے جو پوچھا کہ کیا ہوا تو اور بھی ہنسیں اور پھر مذاق میں کہہ دیا خانم سے کہ بہن ہوا یہ کہ تمہارے میاں نے انہیں پکڑ لیا ہوتا اور پھر دلی والی بہن سے بولیں اور کرو تم تصویریں دیکھ کر مردوں کی تعریف یہ کہہ کر ان پر بوجہ ہنسی کے دورے کے گویا غفلت طاری ہو گئی اور اتنے میں خانم یہ سنتے ہیں چلی وہاں سے چنگاری کی طرح میری طرف۔

ادھر میں عینک کا منتظر باہر ہی کھڑا تھا کہ میاں والینٹیر سلمہ پہنچے اور یہ جواب لائے کہ عینک وہی ہو گی یعنی برقع میں الجھی نہیں چلی گئی بلکہ الجھ کر گر گئی میں نے ادھر ادھر اندھوں کی طرح ٹٹولا تو شکر ہے کہ مل گئی اور ٹوٹی بھی نہیں میں اپنے کو خوش قسمت خیال کر کے عینک پوچھ ہی رہا تھا اور والینٹیر صاحب کو نقدی کی صورت میں دو امرود ادا کرنے کے لیے امرودوں کا نرخ پوچھ ہی رہا تھا کہ وہ پہنچی بل کھاتی ہوئی دندناتی ہوئی برٹس ٹریڈ ناٹ کی طرح...... مجھے عینک لگاتے دیکھا ہے کہ بس آگ بگولا ہی تو ہو گئی اور بگڑ کر کہا اس مذاق کے کیا معنی؟...... عینک تو یہ رہی اور تم منگاتے ہو ان سے واضح رہے کہ اس وقت تک مجھے علم نہیں کہ کس سے میری ٹکر ہوئی ہے۔

اب میں نے کیا کہا اور اس نے کیا سمجھا؟ یہ تحریر میں آسانی سے نہیں آ سکتا مگر واقعہ یوں تھا کہ خانم نے اتنا تو سنا تھا کہ میں عینک منگوائی ہے اور یہ کچھ بھی نہ سنا کہ انہوں نے کیا جواب دیا ہے اب میں لاکھ سمجھنا چاہتا ہوں کہ کیا معاملہ ہے اور خود سمجھتا ہوں مگر وہ تو ایک ڈور ہے کہ الجھ کر رہ گئی ہے اور وہ بھی ایسے بے موقع قصہ ختم کرنے کی نیت سے خدا کے واسطے دیئے الٹی سیدھی جتنی قسمیں یاد تھیں سب کھا گیا حلف اٹھائے غصہ ہونے کی کوشش کی مگر توبہ کیجئے وہاں کون سنتا ہے انسان ہو تو سمجھے بیوی بھلا کیا سمجھے الٹا زہر چڑھنا شروع ہوا اور بولی وہ تو میں پرسوں ہی سمجھ گئی تھی۔

اس کا یہ کہنا اور میں یہ سوچ کر کہ ان احمقوں کی فہرست میں اب پہلا نمبر میرا ہی لکھا جائے گا لہذا بھاگا خیمہ کی پشت کی طرف میدان چھوڑ کر آپ ہی آپ جلتا اور

غصہ میں بل کھاتا اور اپنی قسمت اور واقعات دونوں پر لعنت بھیجتا ہوا مع پرسوں والے واقعات پر۔

پرسوں والے واقعات کیا تھے یہ بھی سن لیجئے۔

مغرب کا جھٹپٹا وقت تھا اور سب نمائش جانے والی ہو رہی تھیں چنانچہ دلی والی بھی آئی تھیں میرے کمرے میں بوجہ الگ تھلگ ہونے کے ہر پردہ والی بیٹھنا پسند کرتی تھی یہی وجہ تھی کہ یہ دلی والی بہن حالانکہ بھابی جان کی سہلی تھی مگر ادھر ہی آ کر بیٹھی تھیں میں باہر سے آ رہا تھا اور بخدا مجھے پتہ تک نہیں کہ کون آیا ہوا ہے اور کون نہیں سیدھا ٹوپی ہاتھ میں ہلاتا ہوا کمرہ میں داخل ہوا اس دروازہ سے میں داخل ہوا ہوں اور دھندلکے میں کسی دوسرے شخص کے سامنے والے دروازہ سے جانے کا ایک شائبہ سا گزرا میں سمجھا کہ لڑکا ملازم ہوگا میں نے اسے آواز دی بلکہ خود بھی چلا اسی طرف اب دروازہ کے باہر قدم جو رکھتا ہوں تو کس طرح خانم سینہ سپر ہو کر گویا راستہ روک کھڑی ہو گئی اور کچھ گھبرا کر اس نے کہا یہ کیا؟ کدھر؟

جب میں وجہ بتائی تو مجھ سے کہتی ہے پھر وہی حرکت۔

اب میں سخت متعجب کھڑا دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا اور مجھے برا معلوم ہوا چنانچہ میں نے برا مان کر پوچھا اس سے کیا مطلب۔

جواب ملا یہ دروازے کیسے کھلے۔

میں بھلا اس کا کیا جواب دیتا آیا ہوں تو دروازہ کھلا ہوا تھا خوب جھائیں جھائیں ہوئیں قصہ مختصر کرتا ہوں کہ جیسا کہ بعد اچھی طرح لڑ لینے کے معلوم ہوا تھا وہ یہ کہ دلی والی کمرہ میں دروازہ بند کیے بیٹھی تھیں کمرہ سے خانم کے جانے کے بعد انہوں نے بوجہ اندھیرا بڑھ جانے کے دروازہ کھول دیا ہوگا بعد میں میں جو آیا تو میرے پیر کی چاپ سن کر وہ نیک بخت اٹھ کر ادھر گئیں تیزی سے اور میں سمجھا کہ ملازم لڑکا ہے اور کمرے سے باہر جو میں نے قدم رکھا تو گھر والی راستہ روک پڑی۔

میں بھی اس بات پر خوب الجھا تھا اور وہ بھی خوب الجھی تھی اس کا خیال تھا کہ مجھے سب معلوم تھا کہ کون بیٹھی تھی اور کیسے دروازہ کھلا وجہ یہ تھی کہ ایک روز پیشتر میرے ہی سامنے طے ہوا تھا کہ دلی والی آئیں گی اور سب ساتھ جائیں گے لہذا میرا عذر محض تجاہل عارفانہ تھا مگر میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ مجھے خیال تک نہ تھا اس بات کا کہ دلی والی آنے والی ہو رہی تھیں۔

اسی روز رات کو میری وہ معرکتہ الآرا اور قابل تعریف تصویر جو ہر آنے جانے والی سے خراج تحسین وصول کیا کرتی تھی خانم نے خود اتار کر الماری میں رکھ دی میں نے دبی زبان سے وجہ جو پوچھی تو سخت طنزیہ لہجہ میں مجھ سے کہا گیا کہ معاف کیجئے۔

اب آپ اندازہ لگائیے کہ تصویر آخر کیوں اتاری گئی تھی میں سچ کہتا ہوں کہ محض اس وجہ سے کہ اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی۔ خانم دراصل دیکھ رہی تھی کہ اس کے دل ربا شوہر کا حسن و جمال ہی سب کچھ گڑبڑ کر رہا ہے۔ درحالیکہ اس تصویر میں میرے جمال جہاں آرا کی اصلیت کا ایک نقطہ بھی شاید نہ تھا اور میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ وہ تصویر ملکیت کی حد تک تو میری تھی ورنہ خدوخال اور رنگ و روپ اور نقاشی کے لحاظ سے میری اس تصویر کا ہلکا سا دھندلا سا نقش تھی جو خانم کی آنکھوں میں بسی ہوئی تھی اور مجنوں را بچشم لیلیٰ باید دید کی شاید بہترین تصویر تھی۔

یہ تھا وہ پرسوں والا کل واقعہ جس کی بنا پر مجھ سے اس وقت کہا گیا تھا کہ وہ تو میں پرسوں ہی سمجھ گئی تھی۔

☆

میں ان تمام باتوں پر غور کرتا جاتا بھنتا ہوا پردہ کلب کی پشت کی طرف سے گھوم کر نمائش جا رہا تھا جی میں خانم پر جلتا ہوا اور بطور احتجاج کے ان دلی والی بہن کو سگی بہن سمجھتا ہوا خانم کے جملے تیر کی طرح لگے تھے بالخصوص میری معذرت پر معذرت اور اس کا کہنا میں نے اس قسم کی حرکات پر کمر باندھ رکھی ہے...... دیدہ دلیر ہوں سخت

...... دن دہاڑے ...... کھلے بندوں! سر راہ ...... بدمعاشی کی حد ہوگئی ہے۔ وہ تو خیریت گزری جو دلی والی کے میاں نہ ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہ جملے تھے کہ ایک ایک کے پیچھے مجھے کم از کم خانم سے ایک ایک ہفتہ لڑنا چاہیے مگر فی الحال تو سخت کوفت غالب تھی گئے تھے گھر والی سے نمائش کی سیر کا پروگرام طے کرنے اور وہاں یہ جھگڑا کھڑا ہو گیا مگر لطف تو دیکھئے کہ ہم تو یہاں بل کھا رہے ہیں اور وہاں کلب میں ہماری ایک اور بدمعاشی پکڑی گئی اور وہ یہ کہ آخر کو پتہ چل ہی گیا کہ والینٹیر کے ذریعہ میں نے ایک خاتون کو بلایا تھا یعنی وہ جو دھوکا میں آ گئی تھیں محض والینٹیر صاحب کی غلطی سے بھی اس طرح کہ جب یہ ٹکروالا واقعہ ہو چکا تب خانم کو خیال آیا کہ آج میرا میاں بدمعاشیاں کر رہا ہے کہیں یہ اسی کی حرکت نہ ہو چنانچہ تحقیقات جو کی تو سولہ آنے تصدیق ہوگئی کہ میں ہی تھا پھر خدا سمجھے اس والینٹیر کو کہ میرا نام تو اس نے بتا دیا مگر معاملہ صاف نہ کیا قصہ مختصر ادھر میں جل بھن رہا تھا اور ادھر خانم کا ایک اور واقعہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو کچھ حال ہوگا ظاہر ہے۔

(۳)

نمائش کا ذکر کرتے کرتے میں وجدانیات کو لے بیٹھا خیر اب پھر وہی نمائش کا ذکر کیجئے۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ نوجوانان علی گڑھ کے لیے نمائش دراصل پیغام مسرت لے کر آتی ہے دراصل طالب علموں ہی کی نمائش ہے ان ہی کے دم سے نمائش کی بہار ہے۔ سب کے لیے ایک عجیب سامان دلچسپی لے کر نمائش آتی ہے بالخصوص وہ طالب علم جو کالج کی اصلاح میں بال بچے دار کہلاتے ہیں خواہ وہ عملاً و عمراً اشاردا ایکٹ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں مگر ان کی نمائش ہی کچھ اور ہے ادھر شام ہوئی اور ادھر بال بچوں سمیت نمائش جانے کی تیاریاں ہوئیں اب ان کا یہ کام رہے گا کہ بس

نہیں جو روزانہ بال بچوں کو بھی کنسیشن پر رعائتی سینما دکھائیں یعنی جس طرح خود دیکھتے ہیں رات کے دس بجے تک نمائش میں الٹے سیدھے گھومتے رہیں گے اور اس درمیان میں اپنی اپنی تقدیر کے مطابق ہر گھنٹہ یا ہر آدھ گھنٹہ یا ہر پندرہ منٹ بعد پردہ کلب پر حاضری دیتے رہیں گے اور پھر بعد دس گیارہ بجے کے پردہ کلب سے بیوی کو لے کر نمائش میں ایک بجا دیں گے (بشرطیکہ وہ اپنی ہم جولیوں کے ساتھ خلاف وعدہ خود نہ چل دی ہو) دس بجے کے بعد یونیورسٹی کے حاکموں کا حکم نہیں کہ کوئی بھی طالب علم نمائش میں گھومتا پھرے بغیر خاص اجازت کے جو روزانہ کسی حالت میں نہیں مل سکتی وہ اور بات ہے کہ بیوی روز سیر کرے گی چنانچہ یہ معصوم طالب علم محض بیوی کی معیت کی دل دادگی کی وجہ سے بعد مقررہ ٹائم کے بیوی کے ساتھ ٹہلتے ہوئے پکڑا بھی جاتا ہے اور جرمانے بھی بھرتا ہے پروفیسر صاحبان یہ نہیں دیکھتے کہ ایک نگرانی کرنے والی جان کو ایسی چھٹی ہوئی ہے کہ ناکردہ گناہوں کی پاداش میں جان آفت میں ڈالے ہوئے زندگی سے بےزار اور عاری کر دیا ہے کہ دوسرے آپ الگ اٹک رہے ہیں جان کو ویسے ہی کیوں نہ مار ڈالیے۔ طالب علم کو کہ بالکل ہی نیک چلن ہو کر رہ جائے مگر کچھ بھی ہو یہ کالج کا انتظام ہے اور وہ ذمہ دار ہیں طالب کے چال چلن کے لہذا کسی طالب علم کو بعد وقت مقررہ نمائش میں ٹہلنا خالی از خطرہ نہں ہے رہ گئی خود اس کی بیوی تو وہ شوق سے گھوم سکتی ہے۔

(۴)

اب اس کے بعد نمائش کے سلسلہ میں پردہ کلب یا لیڈیز کلب کا حال بھی سنئے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ خیمہ لگ گیا بڑا سا اور قناتیں لگ گئیں اور اس میں طرح طرح کی زرق برق عورتیں بھی گئیں مگر سوال یہ ہے کہ اب وہاں اندر کیا ہو رہا ہے۔ وہ کچھ بھی ہوتا ہے مگر باہر کھڑے ہونے والوں کو تو یہی شبہ ہوتا ہے کہ نمائش کے پروگرام میں غلطی ہو گئی اور بجائے دن کے رات کو گھوڑ دوڑ شروع ہو گئی ہے پھر

معاً خیال آئے گا کہ لاحول ولا قوۃ یہ تو خیمہ ہے مختصر سا اور معمولی قناتوں کی چہار دیواری اس کے اندر تو گھوڑا جا بھی نہیں سکتا کجا گھوڑ دوڑ! اللہ کو دیکھا نہیں تو عقل سے تو پہچانا ہے ہو نہ ہو پروگرام میں تو تبدیلی ہوگئی مگر گھوڑ دوڑ نہیں دنگل ہو رہا ہے اس میں۔

پھر اس کی تردید کے بعد دعوت لڑائی جھگڑا فساد وعظ اور نکاح یا دعوت ولیمہ مع تعزیہ داری کے سب کچھ بیک وقت ہوتا ہوا معلوم ہوگا بس لگا لیجئے اندازہ کہ اندر کیا ہوتا ہوگا یہ سب کچھ تو اندر ہوتا ہے جسے مرد نہیں دیکھ سکتے باہر سے محض فلغپ سن کر اندازے لگا سکتے ہیں پھر کلب میں تو دو تین نہیں بلکہ بہت سے کمانڈنگ افسر بھی ہوتے ہیں اور آپ دیکھیں گے تو قبل اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ نمائش میں گھومنے کے یہ بڑی بڑی بچیاں یعنی پردہ کلب کی ممبرانیاں یہ کرتی ہیں کہ ٹولیاں کی ٹولیاں بنا کر برقعے پہنے ہوئے متحرک خیموں کی طرح اس طرح اڑی اڑی چلی جا رہی ہیں کہ معلوم ہو کہ اکاؤنٹ زیلین نے اپنے طیاری کا آئیڈیا شاید برقع ہی سے لیا ہے یا پھر یہ برقع دراصل نظریۂ ارتقاء کے مطابق ایک معمولی غبارے اور حیراف زیپلن کے درمیان کی غیرہ گم گشتہ کڑی ہے...... یعنی اپنے شوہروں سے الگ اپنی ہم جولیوں کے ساتھ چلی جا رہی ہیں فارورڈ۔

اگر کہیں راستہ میں شوہر محترم مل گئے اور انہوں نے دیکھ لیا اور روکا تو فوراً ایک اطاعت گزار اور فرماں بردار بیوی کی طرح رک گئیں مگر کھڑی ہیں اور جگہ سے نہیں ہلتیں گویا ایک شش و پنج میں مبتلا ہیں ایک طرف کشش شوہرانہ زور مار رہی ہے تو دوسری طرف لحاظ دوستانہ ہے اب میاں جو ہاتھ پکڑ کر ساتھ لیتے ہیں تو ایک رسی ہے کہ کھینچی چلی آرہی ہے۔ یعنی ہاتھ میں ہاتھ دیئے تین چار اور چلی نہیں آرہی ہیں بلکہ بہت کچھ رسہ کشی کا سا مضمون پیش ہے۔ اب سڑک یا نمائش نہ تو بحث مباحثہ کے لیے موزوں اور نہ رسہ کشی کے لیے مناسب۔ لہذا سوائے اس کے اور کیا چارہ ہے

کہ گھبرا کر چھوڑ دے شوہر اور چھوڑتے ہیں وہ جیسے ہوا ہو گئی اپنی ہم جولیوں کے ساتھ اب کھڑے دیکھ رہے ہیں احمقوں کی طرح دیکتے ہیں اور غصہ سے بل کھاتے ہیں وہ سیدھی نمائش کے ان مقامات پر جائے گی جہاں آپ اسے باوجود اصرار کے نہیں لے گئے یعنی وہ مقامات جہاں آپ کو خود جاتے جھینپ آتی ہے جہاں بیوی کو لے جان کسر شان ہے یعنی پیسہ پیسہ والے بائیسکوپ اور تھیٹر آپ کھڑے دیکھتے رہیے اور وہ آپ کے دیکھتے دیکھتے آٹھ دس آنے کے اسی قسم کے واہیات بائیسکوپ اور تماشے دیکھ ڈالے گی یہاں تک بھی غنیمت ہے مگر مصیبت تو دیکھئے کہ اگر ابھی کہیں خیمہ کی ڈوری سے الجھ کر گری تو سنبھلنے نہ پائی تھی کہ اٹھتے اٹھتے کسی ساتھ والی نہ کسی گنوار پر دھکیل دیا اور پھر انتہا ہو گئی یعنی وہ کھڑی مونگ پھلیاں خرید فرما رہی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ چلے جایئے آپ بھی کسی دوسری طرف تاوقتیکہ وہ تھک جائے اور خیمہ پر واپس آئے یا پھر گھومتی پھرتی نمائش میں مل جائے اور آپ کے ساتھ ہو جائے۔

کچھ کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ یہی میرے ساتھ ہوا تماشہ گھروں سے واپس آرہی تھی کہ میں نے دیکھا بھائی جان ساتھ ہیں اور وہ مجھے دیکھتے ہی کٹ گئی دوسری طرف مجھے معلوم ہی تھا کہ آج کے ناگوار واقعات کی دل میں خلش ہے مگر مجھے تو مجبوراً نمائش میں گھومنا تھا۔

(۵)

رات کے کوئی ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے پردہ کلب میں بار بار ڈھونڈا اور ساری نمائش چھان ماری مگر کہیں پتہ نہ چلا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نظر نہیں پڑتی قصہ مختصر کوئی ساڑھے گیارہ یا بارہ بجے ہوں گے کہ علی گڑھ کی جما دینے والی سردی تھی نمائش کی خوب صورت اور روشن سڑکوں پر بہ نسبت مردوں کے عورتوں کا ہجوم زیادہ تھا ہر رنگ اور ہر وضع قطع کے متحرک خیمہ تھے کہ آنکھوں میں گھوم رہے تھے تمام سڑکیں بجلی

کی تیز روشنی سے بقعۂ نور بنی ہوئی تھیں اور دوکاندار زیادہ تر نہیں بلکہ تمام تر عورتوں سے خرید وفروخت میں مشغول تھے کچھ احمق اپنی اپنی گمشدہ بیویوں کو ان کے برقعوں کے نمایاں رنگ اور وضع قطع سے شناخت کرنے میں مشغول تھے۔ اور بخدا ان ہی احمقوں میں ایک میں بھی تھا اپنی رفیقۂ حیات سے خواہ مخواہ کی لڑائی کی کوفت سے پژمردہ سا ہو رہا تھا مگر ہر چہار طرف بڑی تیزی سے نظر دوڑا رہا تھا قصہ مختصر خانم کو دیکھ رہا تھا جو اپنے برقع کے نمایاں رنگ اور وضع سے دور سے پہچانی جا سکتی تھی۔

میں چاروں طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میری شریک زندگی ملتانی زیورات کی دوکان کا معائنہ فرما رہی ہے اور خوش قسمتی سے اپنی تیز رو سہیلیوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ یہ بہترین موقع تھا۔

لیکن ادھر میں نے اسے دیکھا ہے اور ادھر اس نے محسوس کیا کہ میں اکیلی رہ گئی اور میری ہم جولیاں آگے بڑھ گئیں لہذا وہ چلی دوکان سے جھپٹ کر...... اور ادھر سے میں لپکا کہ بیچ ہی میں سے لے لو اسے ورنہ چڑ چڑی ویسے ہی ہو رہی ہے۔ ساتھ والیوں کے ساتھ جو پھر ہو گئی تو پھر سمجھو کہ گئی ڈیڑھ بجے تک کے لیے پھر وہی رسہ کشی ہوئی تو کیا فائدہ چنانچہ یہی سوچ کر جھپٹا میں اس کی طرف تیزی سے۔

اب کچھ تو یہ بات کہ نمائش کا بازار گویا ویسے ہی چوراہا، پکارنا وہاں کسی کو بھی مناسب نہیں اور پھر بیویوں کو پکارنے کے واسطے تو میں اردو میں الفاظ بھی نہیں مقرر ہوئے ہیں لہذا تیزی سے جھپٹ کر اور بالکل ہی قریب پہنچ کر میں نے آہستہ سے کہا۔

کہاں جاتی ہو؟

مگر جناب اس کے دل میں آج کے قصہ کی وجہ سے کدورت پیدا ہو گئی اس نے مڑ کر تو دیکھا اور وہ بھی کس طرح باوجود اپنی آنکھوں کی خرابی کے مجھے شاید جلانے کے لیے چہرے پر نقاب اور بھی زیادہ چست کر کے اور پھر دیکھتے ہی کسی صفائی سے

بگڑ کر تیزی سے چلی ہی تھی……

مگر بیوی پر بیوی ہے میں دل میں کہا کہ ہم ہی ہارے سہی پکڑ واسے اب تو یہ سوچ کر میں قریب تو تھا ہی بالکل لپک کر میں نے آہستہ سے ہاتھ پکڑ کر روکا ہے کہ ……خدا کی پناہ اس زور سے کسی مضبوط اور طاقتور ہاتھ نے مجھے پیچھے سے بازو پکڑ کر گھمایا ہے کہ ایک دم سے میں اباؤٹ ٹرن ہو گیا یا چہرہ ایک دم سے گھوم کر گدی کی طرف ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مضبوط الاعضا خطرناک جوان فاختی سرج کی شیروانی پہنے کس غیض وغضب سے ام……بم کر کے غصہ سے آگ بگولا ہو کر مجھ سے گرج کر کہتے ہیں کہ کیا لغویت؟

اور قبل اس کے کہ میں طے کر سکوں کہ یہ حضرت آیا کٹکھنے ہیں یا مرکھنے……کسی نازک ہاتھ نے ایک کرخت جھٹکے کے ساتھ میرا بازو پیچھے سے پکڑ کر اپنی طرف جو مجھے موڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ خانم……سر پر برقع کا نقاب، طلسم ہوشربا کی براں شمشیر زن یا مارے غصہ کے گویا شعلہ جوالہ بس یہ سمجھئے کہ مجسم نہ منم اخگر سرخ آہن شکن۔

یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے ایک طرف کٹکھنا جوان تو دوسری طرف……میں نے ایک نظر براق تاباں جمال پر ڈالی اور پھر ان حضرت کو دیکھا اور پھر پلٹ کر خانم کو دیکھا جو بجائے اپنے برقع کے ایک آسمانی رنگ کا برقع پہنے ہوئے تھی پر ہائے میری قسمت کہ وہی برقع جس میں میری عینک الجھی چلی گئی تھی سامنے بی دلی والی مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر خانم کا برقع اوڑھے بھابی جان کے پاس کھڑی ہنس رہی تھیں واللہ اعلم میری حماقت پر یا اپنے شوہر محترم کی بہادری پر اور پاس ہی ان کے بھابیجان کے برقع کی جنبش کہہ رہی تھی کہ انہیں ہنسی کا دورہ پڑنے والا ہے۔

آپ خود فرمایئے کہ اب ایسے موقع پر میں کیا کہتا سوائے اس کے دلی والی بہن کے شوہر محترم حضرت دلی والے سے یا خانم سے اور یا پھر دونوں سے کہوں کہ مجھے

سخت افسوس ہے کہ برقع کی ……

دلی والے حضرت نے میری بات کاٹتے ہوئے غصہ سے کہا آخر میں نے دھوکا نہ کھایا مجھے دھوکا نہ ہوا میں بھی تو آخر آدمی ہی ہوں۔

میں نے بھی تیز ہو کر کہا حضرت یہ بھی کوئی زبردستی ہے آخر ایسی صورت میں آدمی کیسے شناخت کرے۔

کیسے کرے ارے صاحب میں نے کیسے شناخت کر لیا۔

جی میں تو آیا کہ کہہ دوں حضرت کہ آنکھوں میں لگا ہوگا آپ کے ایکسرے مگر چونکہ وہ بقول خانم مجھ سے دو کو کافی تھے لہذا میں نے یہی کہا کہ حضرت مجھے کیا معلوم بتائیے کیسے؟

سر کو جنبش دے کر وہ بولے۔ بندہ پرور برقعے تبدیل ہو گئے تھے تو کیا جوتے بھی بدل گئے تھے آپ کا عذر تو بالکل ہی عذر لنگ ہے۔

خانم بولی اور نہیں کیا۔ میں نے تیزی سے خانم اور ان کی بیوی کے پیروں کی طرف نظر ڈالی اور واقعی قائل ہو گیا ایک کا جوتا سفید اور ایک کا جوتا سیاہ قبل اس کے میں کچھ بولوں وہ حضرت بولے۔

آپ دیکھتے کیا ہیں۔ مگر آپ کا کیا ہے کہہ دیجئے کہ جوتوں میں دھوکا ہو گیا۔

ساتھ ہی خانم بولی میرا جوتا سیاہ ان کا سفید دھوکا ہو ہی نہیں سکتا۔

اب اس ظالم دلی والی سے تو میں کیا کہتا ہاں گھبرایا کہ یہ نیک بخت مجھے ضرور پٹوائے گی یہ نہیں دیکھتے کہ غنیم ویسے ہی کیا کم تگڑا ہے اور الٹا اسی کو بھڑکا رہی ہے لہذا خانم کو تو میں نے آنکھ مار کے اشارہ کیا کہ چپ رہے اور ان سے میں اپنی غلطی کی معافی مانگی اور کہا کہ بے شک مجھ سے سخت غلطی ہوئی۔ سراسر میری خطا ہے اور پھر اپنی جلد بازی اور گھبراہٹ کا عذر کر کے پھر معافی مانگی اور انہیں دفان کیا ویسے تو میں ان حضرت سے کیا دبتا مگر ڈر یہ لگا تھا کہ خود گھر والی کہیں کوئی بے جا بات نہ کہہ بیٹھے

جو وہ مارے غصہ کے پاگل ہو کر عجب نہیں جو مجھے جنت رسید کر دیں۔

وہ تو ادھر جمپت ہوئے اور ادھر میں خانم کا ہاتھ پکڑ کر دوسری طرف چلا ایک دس قدم چل کر میں نے سوچا اب فضول باتیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے کہا وہ تم موزے لینے کو کہتی تھی۔

موزے تو گئے چولھے میں خانم نے جل کر کہا یہ تو بتاؤ تم نے سوچا کیا ہے؟

اب جناب میں گھبرایا اور بجائے جواب دینے کے میں نے چپکے سے خاموشی کے لیے خانم کا ہاتھ دبا کر کہا ہوں۔

یہ ہوں اور چوں کیا؟ آخر اور باتیں تو ہوئیں یہ والینٹیر وں سے پرائی عورتوں کو بھی بلوانا شروع کر دیا گیا ہے اور۔

ارے خدا کے واسطے...... قسم خدا کی ...... میں نے گھبرا کر کہا اور چونکہ نمائش کی سڑک لڑنے کے لیے مناسب مقام نہیں اور ادھر بیوی ہو رہی تھی شمشیر برہنہ لہذا پردہ کلب کی طرف لوٹا آہستہ آہستہ چپکے چپکے تسلی دیتا ہوا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے معاملہ کو سمجھاتا ہوا کہ دراصل بلانا چاہتا تھا تمہیں اور وہ شریر والینٹیر پکڑ لایا کسی اور کو لیکن توبہ کیجئے وہاں بھلا کون سنتا ہے ان عذرات کا جواب وہی ملا کہ سب کچھ ٹھیک مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے سوچا کیا ہے۔

جلدی جلدی پردہ کلب پہنچے اور وہاں سے تانگہ لے کر گھر روانہ ہوئے ظاہر ہے کہ راستہ میں تانگہ پر کیا معاملات پیش آئے ہوں گے میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں قسمیں فضول تھیں لڑنا بے کار تھا مکرنے کا سوال ہی نہ تھا۔ ہر معاملہ کی عینی شہادت میرے خلاف موجود تھی۔

قصہ مختصر ڈیڑھ بجے تک کمرے میں بیٹھے اسی طرح الجھا اور سلجھا لیے لیٹ رہے سونے کو عینک اتار کر رکھ دی روشنی کم کر دی اور معلوم ہوا کہ اب باقی لڑائی کل مگر پھر باتیں شروع ہوئی تڑپ کر میں بھی اٹھ بیٹھا اور وہ بھی اٹھ بیٹھی روشنی تیز کی گئی عینک

پھر لگانا پڑی اور ہو رہی ہے جھائیں جھائیں غرض کیا بتائیں کس طرح خدا خدا کر کے سونا ملا۔

* * *

خانم نے صبح اٹھتے ہی دلی والی بہن کا برقعہ بھیج کر اپنا برقعہ واپس منگایا واقعہ در اصل یوں تھا کی بی دلی والی بہن کا برقعہ کسی بچہ کی کرم کردگی کا شرمندہ احسان ہو کر دھویا گیا اور اس دوران میں وہ خانم کا برقعہ لے کر اڑ گئیں اور خانم اس کے بعد ان کا برقعہ پہن کر نکل گئی ان دونوں کا تو کچھ نہیں بگڑا آئی گئی میرے سر پڑی۔

بڑی مشکل سے شام تک کہیں معاملات کو اتار کر شیشہ میں لایا جس طرح بن پڑا قابو میں کیا میری صفائی بھی ہو گئی بلکہ بھابی جان نے خاص امداد دی۔ یہ سب کچھ سہی مگر میں ایک بدمعاش ہوں اور ایک نہ ایک دن ضرور مارا جاؤں گا اس دفعہ بچ گیا تو کیا ہوا ایک نہ ایک دن ہونا ہے یہی...... اس وقت دلی والی بہن کے میاں اگر اتفاقاً نہ ہوئے تو کیا ہر روز یہی ہو گا؟

نہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ دلی والا میرے سے دو کو کافی ہے اور نہ مجھے یہ خیال کہ بیوی اول ہی سے بھانپ گئی تھی قصہ مختصر ٹھان لی ہے گویا میں نے کہ باز نہ آؤں گا اور اس کا نتیجہ یہی ہونا ہے کہ ایک دن مارا جاؤں گا خوب ان ہی بدمعاشیوں پر کیونکہ میں ایک بدمعاش میاں ہوں۔

* * *

بھابی جان نے خانم کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ لو بہن اور سنو میرے اوپر حلوا کھانے کا الزام دھرا وہ الگ اور عینک توڑی وہ الگ اور اب یہ کہتی ہو۔

اس کا خانم نے کچھ جواب دیا جس کو جواب الجواب بھابی جان نے دیا نتیجہ یہ کہ سانپ تو نکل گیا تھا اب لکیر پیٹی جا رہی تھی مگر بہت جلد سانپ کا خیال آیا اس کے عبد غسل خانہ میں جا کر سانپ کر دیکھا تب جا کر معلوم ہوا کہ او ہو یہ تو وہی رسی کا ٹکڑا

ہے جو بھابی جان نے کتے کے گلے میں ڈالنے کے لیے نکالا تھا مگر چھوٹا ہونے کی وجہ سے خود ہی گھڑے کے پاس رکھ دیا تھا کچھ بھی دونوں بال بال بچیں اس کٹکھنے سانپ نے دونوں کو کاٹتے کاٹے چھوڑا۔

☆

IqbalCyberLibrary.Net
www.
All rights reserved.
اقبال اردو سائبر لائبریری
©2002-2006

کٹکھنا سانپ نمبر ۲

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم دونوں بھائی کالج سے واپس آئے تو کمرے کے پاس ہی پہنچ کر معلوم ہوا کہ اندر شاید کچھ جنگ کا نقشہ کھنچا ہوا ہے ہم دونوں جو اندر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خانم اور بھابی جان میں کو کچھ یوں ہی سی جھائیں جھائیں ہو رہی ہے۔ بھائی صاحب کو دیکھتے ہی بھابی جان اپنے کمرے میں بھاگیں اور انہوں نے کہالینا بھائی صاحب کی عادت تھی اگر کہیں اس طرح بھابی جان کر لڑتے ہوئے دیکھ لیتے تو ان کے قریب ہی کھڑے ہو کر تمام وہ جملے استعمال کرنا شروع کر دیتے جو مینڈھا لڑاتے وقت استعمال ہوتے ہیں۔

ایسے موقعہ پر بھابی جان تیر کی طرح جنگ سے پشت دکھا کر بھاگتی تھیں۔

اس وقت والدہ صاحب دراصل جج بنی بیٹھی تھیں اور ایک عجیب وغریب دیوانی کا مقدمہ فیصل کر رہی تھیں۔ خانم نے بھابی جان سے ڈھائی روپے کا ریشم قرض لیا تھا اور بھابی جان نے مجھ سے سوا روپے کی عینک کی کمانیاں مول (قرض) لی تھیں جو غسل خانے سے سانپ نکلنے والے روز ٹوٹ گئی تھیں کیونکہ سانپ ہمارے غسل خانہ میں نکلا تھا اور یہ خانم کی خطا تھی کہ بوکھلا کر بھابی جان پر گری لہذا وہ کمانی کے دام دینا ہی نہ چاہتی تھیں اور اس وقت خانم نے بھابی جان کو سوا روپیہ دے دیا تھا یہ کہہ کر کہ حساب کتاب برابر۔ خانم کا عذر یہ تھا کہ بھابی جان خود بوکھلا کر اس کے اوپر گریں اور عینک ٹوٹنے کی ذمہ دار ہیں۔

(۱)

بدقسمتی سے آج پھر بھابی جان کا راج تھا یعنی انتظام کی آج ان کی باری تھی۔

ہری بھری مولیاں آئی تھیں اور خانم نے اپنا ملازم لڑکا جو کمرہ سے بھیج کر مولیاں منگائیں تو بھابی جان نے لڑکے کے ہاتھ مروڑ کو مولی رکھوالی اور زور سے چلا کر کہا مولی کسی کو نہیں ملے گی یہ مولیاں نہیں بٹیں گی یہ سب شاید اس ہلکی سی جنگ کے بخار کی وجہ

سے تھا والدہ صاحبہ نے پکار کر بھابی جان سے کہا کہ بھئی ایسا بھی کیا ہے مولی دے دو آخر کون کھائے گا اتنی تو ہیں مگر بھابی جان گھر کے انتظام کی آج انچارج بھلا کسی کی سفارش کاہے کو مانتیں ملازم نے آکر جو اپنی ناکامی کا قصہ سنایا کہ مولی میرا ہاتھ مروڑ کر چھین لی تو خانم کا چہرہ مارے غصہ کے لال لکھتر ہو گیا میں روکتا ہی رہا ہیں ہیں مگر وہ بھلا کہاں سننے والی تھی تیر کی طرح پہنچی اور بھابی جان کے سامنے ایک جنگلی مولی جھپٹ لائی بھابی جان نے بطور احتجاج بقیہ مولیاں پھینک دیں اور کام سے استعفے داخل کر کے چلی گئیں ۔

خانم نے مولی کے زائد اور موٹے پتے توڑ ڈالے اور اس کو نہایت اچھی طرح چھیل کر چورنگ کاٹ کر پانی میں ڈال دیا ۔

خانم نے مجھ سے کہا کہ صبح تڑکے بجائے ناشتہ کے ہم ماش کی کھچڑی پکائیں گے کہ سبز مولی اور ماش کی کھچڑی کا جوڑ ہے کہ چونکہ انتظام کی باری خود خانم کی تھی لہذا بجائے ناشتہ کے دال چاول اور گھی حسب خواہش اول وقت مل جانا کوئی بات نہ تھی ۔

(۲)

صبح تڑکے خانم نے دال چاول دھو بنا کر انگیٹھی پر کھچڑی چڑھا دی اور اس کے بعد ایڈورڈ کیوینٹر کے یہاں کے تازہ مکھن کا خوشبودار گھی بنایا اور اس میں پیاز اور دوسرے لوازمات ڈال کر نہایت ہی عمدہ داغ تیار کیا انگیٹھی کی آنچ کم کر کے کھچڑی کو دم کرنے میز پر رکھ دیا اور خود ایک عجیب و غریب نسخے کے مطابق چٹنی پیسنے باورچی خانہ میں چلی گئیں میری کم بختی کہ میں اپنا فونٹین پن قلم لینے سامنے والے بنگلہ میں چلا گیا ادھر مجھے غیر معمولی طور پر دو چار منٹ زیادہ لگ گئے اور ادھر خانم کی چونکہ آج انتظام کی باری تھی گھر والوں کے ناشتہ وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ دیر لگ گئی جو واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کھانے کی میز پر جہاں پلیٹ اور چمچہ وغیرہ پیشتر ہی سے رکھا تھا کوئی شخص ابھی کھچڑی کھا کر گیا ہے دیگچی بالکل خالی پڑی تھی اور خوشبودار

گھی کی کٹوری صاف البتہ انگیٹھی کے پاس ایک مسواک رکھی ہوئی تھی اتنے میں خانم بھی ایک عجیب وغریب چٹنی لے کر پہنچی اور یہ دیکھ کر کہ کوئی دعوت اڑا گیا ہے وہ بھی ہکا بکا رہ گئی افتاد دراصل یہ پڑی کہ بھائی صاحب منہ عموماً ہمارے ہی غسل خانہ میں دھوتے تھے ورنہ نیم سے مسواک توڑ کر سیدھے ہمارے ہی کمرے میں آتے تھے آج بھی آئے اور کھچڑی کو تیار دیکھ کر ساری کی ساری کھچڑی ہم دونوں کی غیر موجودگی میں کھا چڑی کر کے چل دیئے ستم تو دیکھئے کہ دانہ نہ چھوڑا خانم کی آنکھوں میں خون اتر آیا اپنی عجیب وغریب چٹنی کی رکابی غصہ میں دیوار سے ماری اور مجھ سے جواب طلب کیا کہ میں تو باورچی خانہ کی طرف کام سے رک گئی تھی مگر تم کیسے بے کہے چلے گئے خانم کا یہ قیاس قابل داد تھا کہ بھابی جان نے بھائی صاحب کو محض کل کا بدلہ لینے کے لیے بھیجا تھا کہ جا کر ہماری کل کھچڑی کھا جائیں یا پھر یہ کہ میں ہوتا تو بھائی صاحب کو جیسے روک ہی تو لیتا۔

بھائی صاحب تو واللہ اعلم کہاں غائب ہو گئے رہ گئیں بھابی جان تو ان کی خوشی اور راحت کا عالم بیان سے باہر۔ خانم کو دن بھر انہوں نے کوئلوں پر سینکا۔

(۳)

تیسرے روز کا ذکر ہے کہ کالج سے واپسی میں سیدھا گھر آنے کی بجائے ذرا بازار چلا گیا واروہاں سے سیدھا گھر پہنچا شام کے کوئی پانچ بجے ہوں گے جیسے میں بنگلہ میں داخل ہوا ایک عجیب بدنظمی اور شوروشغب کو بنگلہ کی فضا میں مسلط پایا ایک عجیب پکار اور کھلبلی مچی تھی دھوبن مع اپنی لڑکی اور لڑکوں کے اور ایک عدد گود میں لادے سیدھی گھر کی طرف رخ کیے ڈاک گاڑی کی رفتار سے چلی جا رہی تھی بہشتی میاں کی مشک بیچوں بیچ میدان میں کسمپرسی کے عالم میں پڑی تھی۔ بھنگی کا لونڈا ایک پھٹا سا بانس لیے تیر کی طرح دوڑا آ رہا تھا اور اس کی ماں کچھ واہی تباہی چیختی آ رہی تھی الٰہی خیر میں نے اپنے دل میں کہ برآمدے کے قریب جو پہنچا تو بڑے میاں

اپنی کوٹھڑی سے بوکھلائے ہوئے لاٹھی ہاتھ میں لیے نکلے اور بھاگ ہی گئے ہوتے اگر میں نہ پکڑ لیتا۔

سانپ انہوں نے کہا ور اندر پکڑا گیا بھنگی کے لونڈے نے کہا تب جا کر کہیں جملہ پورا ہوا ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر میں نے کیا کیا ہوگا۔ سائیکل پھینک میں بھی سیدھا اندر بھاگا سب کمرے سنسان تھے چشم زدن میں بنگلہ کے صحن میں نظر پڑی اور میں بھی پہونچ گیا سبحان اللہ کیا مجمع تھا۔ سارا گھر خدا کے فضل سے بیچوں بیچ صحن میں موجود تھا نانی اماں اور والدہ صاحبہ سے لے کر موہن اور سوہن تک اپنے اور پڑوس کے بنگلہ کی تمام خادمائیں، ملازمائیں اور مہترانی وغیرہ علیحدہ پھر کسی کے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی میز کا پایا تھا۔ تو کسی کے ہاتھ میں لاٹھی اور کسی کے ہاتھ میں اینٹ تھی تو کسی کے ہاتھ میں بیڈ منٹن کا بلا نانی اماں کے ہاتھ میں سروتا تھا اور تمام بچوں کو وہ صحن کے بیچ والے چبوترے پر رکھنے کی کوشش کر رہی تھیں یہ تو وہ تھا جو میں نے پہلی نظر میں دیکھا میرے پہنچتے ہی مجمع میں گویا ایک تموج سا پیدا ہوا دراصل اس مجمع ناجائز کی کمانڈر انچیف خانم تھی کیا عرض کروں کہ حال کیا تھا مارے جلد بازی اور گھبراہٹ کے چہرہ سرخ ہو رہا تھا بال پریشان نہ تن کا ہوش نہ بدن کا ہاکی اسٹک ہاتھ میں اور قریب ہی بہشتی صاحب کی نگرانی میں ایک سر بمہر گھڑا رکھا ہوا تھا اور اس گھڑے میں غالباً وہی موذی کٹکھنا سانپ مقید تھا جس نے حلوے والے روز خانم اور بھائی جان کے حواس زائل کر کے چبوترے کے نیچے گرایا تھا پھر بقول خانم کاٹتے کاٹتے چھوڑا تھا۔ آج یہ موذی پکڑا گیا تھا اسی روز کی طرح آج بھی گھڑا خالی پا کر اس میں بیٹھا تھا کہ پکڑا گیا اور اب یہاں اس لیے رکھا گیا تھا کہ مشورہ کر کے اس کو کسی طرح بخیر و خوبی مار ڈالا جائے والدہ صاحبہ اور نانی اماں کا خیال تھا کہ سانپ چونکہ کالا ہے لہذا اس کو باہر بھیج دو کہ گڈھا کھود کر مع گھڑے کے دفن کر دیں اور اگر مارنا ہو تو کہیں دور لے جا کر ماریں کہ بچ کر نکلے تو بنگلہ میں نہ آئے خانم کی بہادری دیکھئے کہ وہ کہتی تھی

کہ گھڑا پھوڑ کر ہم سب عورتیں ہی مل کر موذی کو جوتیوں سے پیٹ لیں مگر بھابی جان اس وقت تمام لڑائی جھگڑے چھوڑ کر خانم سے کہتی تھیں کہ اچھی بہن سانپ کالا ہے اور پھر اسی روز ہمیں اور تمہیں اس نے کاٹتے کاٹتے چھوڑا ہے لہذا گھڑا پھوٹتے پھوٹتے یہ ایک آدھ کو لے لے گا اور بعض کھکھنے سانپ اچھل کر یا اڑ کر بھی کاٹتے ہیں لہذا گھڑا پھوڑنا خالی از خطرہ نہیں ہے اور بہتر ہے کہ اس کو انگیٹھی پر دھیمی آنچ دکھا کر دم پخت کر لیا جائے۔

نانی اماں نے کہا۔ بیوی بنو بیگم یہ سانپ ہے اور پھر تم خود ہی کہہ رہی تھیں کہ اس روز جو تم نے دیکھا تھا تو دم گول تھی نہ معلوم یہ کتنوں کو کھا چکا ہے پھر کالا! ادھر تم انگیٹھی پر رکھو گی اور ادھر وہ ایک پھن مار کے گھڑے کے چار ٹکڑے نہ کر دے تو میرا ذمہ۔

مگر اس ہڑبونگ میں تو جس کی سمجھ میں آ رہا تھا وہ کر رہا تھا چنانچہ بھابی جان کی انگیٹھی اور کوئلے بھی آ گئے تھے غرض یہی بحث تھی کہ اس کا باہر بھیجا جائے یا یہاں دم پخت کیا جائے دراصل قصہ طے اس وجہ سے اور بھی نہ ہوتا تھا کہ خود خانم اور بہشتی صاحب سانپ کی گرفتاری کے قصہ کو بار بار دہراتے تھے کہ کس طرح بہشتی صاحب پانی لے کر آئے اور کس طرح خانم نے پکار کر کہا کہ بہشتی میاں گھڑے میں چلو بھر پانی ہوگا اسے کھنگال کر پھینک دینا جب پانی بھرنا چنانچہ میاں بہشتا نے جو گھڑے کو ہلا کر چاہا کہ پانی جو کچھ ہو پھینک دیں تو ایک سے انہیں کچھ سرسراہٹ معلوم دی جب سے گھڑے میں سانپ نکلا تھا میاں بہشتا ویسے ہی ہوشیار رہتے تھے اور پھر خانم بھی میاں بہشیت کو کھکھنے سانپ سے ہوشیار رہنے کو کہتی رہتی تھی چنانچہ میاں بہشتا کو کچھ شبہ سا ہوا شبہ کو دور کرنے کے لیے بقول خود میاں بہشتا۔

اب جو میں غور سے گھڑے میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرسراہٹ کیسی تو میاں ہواں (وہاں) تو کالا سانپ۔

بس پھر کیا تھا میاں بہشتا نے مشک کو وہیں پھرتی سے پٹکا اور کچھ تو ملا نہیں دانت صاف کرنے کا برش وغیرہ ایک چائے کی پرچ میں رکھا تھا پرچ کو اٹھا کر وہیں گھڑے کو ڈھک دیا اور مضبوطی سے پکڑ کر اللہ کا نام لے کر جو حلق پھاڑ کر چلائے تو تڑپ کر خانم پہنچی جھٹ سے خانم نے جوتہ پونچھنے کا جھاڑن پرچ پر رکھ کر جوتے کے فیتہ سے اچھی طرح کس دیا اور پھر باہر بہشتی نے اور اندر خانم نے اعلان کر دیا کہ وہی کٹکھنا سانپ خانم کی نگرانی میں پکڑا گیا ہے بس پھر کیا تھا تو چل اور میں چل بھابی جان اور خانم کی رائے ہوئی کہ اندر گھڑا لایا جائے اور باہر بھیجنا ہوگا تو بعد میں بھیج دیا جائے گا بار بار نانی اماں اور والدہ صاحبہ بھابی جان اور خانم گھڑے کو ہلا ہلا کر اس کٹکھنے سانپ کی پھنکار سن چکی تھیں چنانچہ میں نے بھی گھڑے کو کان لگا کر ہلایا اور باوجود اس بلڑ کے سانپ کی پھنکار کو خود سنا مجھے بھی یقین ہو گیا کہ واقعی سخت کالا کٹکھنا سانپ ہے یہ چپقلش ہو رہی تھی اور باتفاق رائے یہ طے پا چکا تھا کہ سانپ مذکورہ بوجوہ دم پخت کیا جائے گا کہ اتنے میں ساعت بخیر بھائی صاحب آ دھمکے ہر شخص کی یہی کوشش تھی کہ اپنی زبان سے بھائی صاحب سے پورے کا پورا قصہ کہے۔ جس طرح ہو سکا تمام معاملات سے انہیں آگاہ کیا انہوں نے بھابی جان کی بزدلی کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کی دم پخت کرنے کی تجویز کو سچ مچ ایسا ٹھکرایا کہ انگیٹھی وہ جا کر گری خانم کی تجویز کہ ایسے ایسے سنپولیوں کو تو لڑکیاں جوتیوں سے پیٹ لیں انہوں نے بے حد پسند کی اور خانم کو شاباشی دی (شاید کھچڑی کے بالعوض) غرض خانم کی بہادری کی تعریف کرتے کرتے انہوں نے خانم کے ہاتھ سے ہاکی کی اسٹک کو ہٹنا ہٹنا کہہ کر جو سانپ کے گھڑے پر تانا اور خانم کو سانپ والا گھڑا اپنے پیروں تلے پھوٹتا نظر آیا تو اس طرح بدحواس ہو کر بھاگی کہ قبل اس کے وہ چبوترے پر چڑھنے میں کامیاب ہو مجھ سے اور بھابی جان سے الجھ کر بھابی جان کو گرا اور مجھ سے گر کر اٹھ چکی تھی غرض ایک کائی سی پھٹ گئی نانی اماں کے ہوش زائل ہو گئے مگر وہ سنبھلیں اور

بڑھ کر انہوں نے ایک دوہتڑ بھائی صاحب کی پیٹھ پر ایسا دیا کہ بھائی صاحب کے تو کچھ بھی نہ لگی البتہ ان کے ہاتھ ہفتہ بھر تک درد کیا کئے اور ہاتھ پکڑ کر کہا کم بخت یہ کیا کر رہا ہے حالانکہ بھائی صاحب نے محض مذاق ہی کیا تھا خانم کی بزدلی پر بھائی جان نے بری طرح فقرے کسے اے لو بہن وہی مثل ہوئی کہ بھاگتوں کے اگاڑی مارتوں کے پچھاڑی اتنا تو میں بھی نہیں ڈری ایسی بھی بدحواسی کیا کہ مجھے گرایا تو گرایا ہی خود گھٹنوں کے بل گریں اور دھوبن کا پیر الگ کچل کر بھرتا کر دیا اور ادھر بھائی صاحب نے الگ کہا کہ واہ بہن یہی بہادری تھی اس بری طرح بھاگیں خانم کے نوجوان خون نے جوش کھایا ڈرپوک ہو وہ اور بات ہے مگر جناب خانم بزدل نہیں چنانچہ اس نے کہا کہ لکڑی تو میری آپ نے چھین لی میں بھاگتی نہ تو کیا کرتی۔

(۴)

بھائی صاحب نے طے کر لیا کہ یہ سانپ ابھی یہیں گھڑا پھوڑ کر مارا جائے گا۔ خواہ ادھر کی دنیا ادھر کیوں نہ ہو جائے اور خواہ گھر بھر کو کاٹ کھائے وہ عورتوں کی لاچاری و بزدلی سے سخت خفا تھے۔ خصوصاً اس اظہار بزدلی نے انہیں اور بھی برافروختہ کر دیا تھا جو بھائی جان نے دکھائی بھائی جان سے انہوں نے کہا تمہیں یہ سانپ مارنا پڑے گا بلکہ وہ تو والدہ صاحبہ اور نانی اماں سے بھی کہہ رہے تھے کہ یہ بزدلی عورتوں کی جب ہی جائے گی جب بڑی بوڑھیاں سانپ کو مارنا ایک معمولی سی بات خیال کریں گی اور واقعہ بھی دراصل یونہی ہے کہ ہم نے خود عورتوں کو لاچار بنا دیا ہے آخر کیوں عورتیں اتنا ڈرتی ہیں بھائی جان کے ہاتھ میں ایک لکڑی دی گئی خانم کے ہاتھ میں حربہ پیشتر ہی سے تھا دونوں کو برابر کھڑا کیا دھوبن بھنگن وغیرہ وغیرہ کو کہا یا تو بھاگ جاؤ ورنہ لکڑی لے کر کھڑی رہو لکڑی پتھر سب ہی کے ہاتھ میں تھے۔ سب کو موقعہ بموقعہ کھڑا کیا نانی اماں سر پکڑ کر چبوترے پر بیٹھ گئیں بی شیخانی کو ایک تدبیر سوجھی چبوترے پر انہوں نے دو چار چارپائیاں بچھا کر نانی اماں کو مع

چھوٹے بچوں کے کھڑا کر دیا اور خود ہاتھ میں پھکنی لے کر بیٹھ گئیں اب سب تیار ہوئے اور طے یہ ہوا کہ بھائی صاحب گھڑے پر ایک زبردست ہاتھ لکڑی کا دیں اور سانپ کے نکلتے ہی ساتھ ہی میرا اور خانم اور بھابی جان کا وار ہو پھر جس کا جی چاہے جیسے مارے سوائے ہم دو بھائیوں کے عورتیں ہی عورتیں سانپ کو مارنے والی رہ گئیں اور بہشتی کو بھی بھائی صاحب نے نکال دیا دراصل آج عورتوں کو بہادری کی تعلیم دی جا رہی تھی ادھر بھائی صاحب نے گھڑے پر اسٹک تانی اور ادھر خانم ایک قدم اور بھابی جان چار قدم پیچھے ہٹ گئیں بھائی صاحب نے بھابی جان کو غصہ سے گھسیٹ کر خانم کے پاس دوبارہ کھڑا کیا اور کہا لکڑی تانو مجبوراً وہ بھی جان پر کھیل گئیں۔

سب کی نظریں گھڑے پر پڑی ہوئی تھیں اور بھائی صاحب ہاکی اسٹک کا دو ہتڑ تانے کھڑے ہوئے تھے کہ یا علی کہہ کر انہوں نے گھڑے پر وار کیا اسٹک کا گھڑے پر گرنا اور اس کا پھوٹنا تو سب نے دیکھا مگر گھڑا پھوٹنے پر جو غدر نمایاں ہوا اس کو دیکھنے اور سمجھنے کی کسی کو مہلت نہ ملی گھڑا پھوٹتے ہی دو ڈھائی گز مربع زمین کے رقبہ میں وہ سب کچھ ہو گیا اور گزر گیا جو ۱۸۵۷ء اور روس میں بعد از جنگ ہوا تھا جو کچھ بھی ہوا اور دیکھنے میں آیا وہ اس قدر جلدی اور غدر کے ساتھ کہ بیان سے باہر۔

پٹاپٹ ...... تیزی سے ہوئی ...... کیوں کہ گھڑا پھوٹتے ہی بھائی صاحب نے تیزی سے دوسرا وار کیا تھا اور میں نے بھی اور شاید خانم اور بھابی جان نے بھی ساتھ ہی وار کیا تھا مگر تحقیق نہیں قصہ مختصر پٹاپٹ پٹاپٹ تیزی سے ہوئی کہ سانپ اچھل کر سیدھا خانم کے منہ پر خانم اور بھابی جان کا حفاظت خود اختیاری میں دل ہلا دینے والی چیخوں کے ساتھ اس کٹکھنے سانپ پر حملہ کرنا اور پھر سارے گھر کی چیخ اور سب کا دور ہی سے اینٹ پتھر اور دوسرے حربے سانپ کی طرف (خانم اور بھابی جان کو غالباً اس کٹکھنے سانپ سے بچانے کے لیے) پھینکنا پھر خانم کا کوئی دو فٹ اچھل کر

وہیں کٹکھنے سانپ کے پاس گرنا درحالیکہ خود کٹکھنا سانپ خانم پر حملہ آور تھا اور پھر اس بدحواسی کے عالم میں بھابی جان کا خانم کی کمر پر ہنک کر ایک لٹھ دینا اور پھر لٹھ کی جھوک سے پھر خود بھی وہیں گر پڑنا اور حربوں یعنی لکڑیوں اور پتھروں کی بوچھاڑ میں خانم اور بھابی جان کا زور سے بھاگ کر چبوترے پر بلائے بے درماں کی طرح چارپائیوں پر گرنا خدا کی پناہ ایک قیامت آگئی ذرا ہوش جو آئے تو وجہ معلوم ہوئی کیوں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ میرے اور بھائی صاحب کے سامنے ایک زبردست مولی پڑی تھی جس کے ہم نے پرخچے اڑا دیئے تھے وہی ناشدنی مولی جو خانم بھابی جان سے چھین کر لائی تھی نہ تو بن بلائے مہمان بھائی صاحب کو معلوم تھا کہ گرم گرم کھچڑی کے ساتھ کھانے کے لیے ایک ہری بھری مولی بھی غسل میں تیر رہی ہے اور نہ خانم کو یہ توقع تھی کہ بھابی جان تاکید کر کے بھائی صاحب کو کھچڑی تو کھاچڑی کرنے کو بھیج دیں گی اور مولی کھانے کی تاکید نہ کریں گی اور وہ دشمن جان اس طرح روز بد دکھائے گی کہ بھائی صاحب کی لکڑی کی ضرب کھاتے ہی گلی ڈنڈے والی گلی کی طرح اچھل کر سیدھی خانم کی ناک پر آ کر لگے گی اور تمام عقل و حرکات کا اس طرح توازن درہم برہم کر دے گی۔

☆

نتیجہ اس کا یہ رہا کہ دو پتھر میری پیٹھ میں آ کے لگے سب نے اپنے اپنے ہاتھ کے حربے پھینک مارے تھے اور ایک لکڑی بھائی صاحب کے سینے پر پڑی بھابی جان کی گردن پر ایک ٹوٹی ہوئی پیڑھی کا پایہ لگا علاوہ تین چار اینٹوں پتھروں کے رہ گئی خانم تو اس بے چاری کے سب سے زیادہ چوٹیں لگیں ایک تو بھابی جان کا کمر پر پورا کا پورا لٹھ کا ہاتھ پڑا جو دراصل انہوں نے سانپ کے مارا تھا علاوہ ایک اوچھے سے داؤ کے جو بھائی جان نے پہلے کیا تھا۔ پھر سب سے زیادہ اینٹ پتھر بھی خانم ہی کو لگے اور بدقسمتی پہ بدقسمتی چبوترے پر چڑھنے میں پھکنی پر پیر پڑ گیا جو بی شیخانی نے پھینک ماری

تھی نتیجہ یہ کہ پٹی پر گری اور اوپر بھابی جان گریں اس طرح کہ پلنگ کی پٹی سے اور بھی زیادہ چوٹ آئی بھابی جان کو ہنسی کا دورہ ہو گیا مگر خانم کی چوٹوں درد ہنسی پر غالب آیا ہرہم پٹی تو عجیب چیز ہے سوائے مذاق کے کوئی مزاج پرسی کرنے والا نہ تھا مگر خدا بھلا کرے نانی اماں کا انہوں نے خانم کی چوٹوں کو توپ کے زخموں سے زیادہ اہمیت دی اور سینکا سانکی کی خانم نے بھی اور غل مچائے اور کئی روز تک دودھ پھٹکری کے بہانے سے ایک بھینس کے پورے دودھ کی ملائی بطور دوا کھائی کچھ بھی ہو اب نہ تو میں مولی کو غسل خانہ میں رکھنے کا روادار اور نہ خانم مگر یہ واقعہ کیا بلحاظ نوعیت اور کیا بلحاظ دلچسپی اس لائق ہے کہ جتنی مرتبہ بھی اس کو دہرایا جائے کم ہے۔

☆

All rights reserved ©2002-2006

کٹکھنا سانپ نمبر ۳

کیوں جناب اگر آپ کے کسی عزیز کے دشمنوں کو کوئی نالائق سانپ کاٹ کھائے تب کیسا! غالباً بلکہ میری دانست میں نہایت ہی واہیات اور بہت خراب۔

(۱)

ایک روز کا ذکر ہے کہ صبح تڑکے جو آنکھ کھلی تو کچھ کھٹا پٹ کی آواز کمرے سے آئی اٹھ کر جو دیکھتا ہوں تو ہاکی اسٹک گھر والی کے ہاتھ میں اور واللہ عزیز پیٹنٹ کے جوتے کا داہنا پیر منہ کے بل غریب ایک طرف پڑا زمین پر اپنی ناک رگڑ رہا ہے۔

پہلے تو میں نے سوچا کہ اللہ میاں نے جب سفید رنگ کا بنایا تو اس کے جواب میں سیاہ رنگ کو بھی بنایا اور اس طرح یہ ابیض (سفید) اور اسود (سیاہ) کی رقابت کی بنیاد پڑی تو شاید یہاں بھی وہی معاملہ ہے اور یہ نالائق جوتا کم بخت رقیب روسیاہ ہونے کی وجہ سے کوٹا گیا ہے لیکن بہت جلد یہ شبہات رفع ہو گئے جب خانم نے مجھے دیکھ کر کہا۔

ان سانپوں سے تو ہم تنگ ہیں۔

عرض ہے کہ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے۔ جب ایک نالائق اور کٹکھنے سانپ نے سچ مچ ہمارا ناطقہ بند کر رکھا تھا اول تو اس نے یہ مذبوحی حرکت کی کہ سامنے کے کھیت والے کو ایک روز سچ مچ گویا گھول کر پی گیا پھر اس کے بعد جو ہم لوگوں نے سانپوں کے تذکرے کئے تو وہ الٹا ہماری طرف بڑھا یعنی سائیس کے لڑکے کو کاٹ کھایا وہ تو خیر بچ گیا لیکن پھر اس کے بعد ہی وہ ایک روز ہمارے غسل خانہ میں پہنچا تو مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب اس نالائق سانپ نے ہمارا ناطقہ بند کر رکھا تھا جی ہاں یہ اسی وقت کا ذکر ہے جب کہ کمرہ اور برآمدے کے تمام سوراخوں میں اینٹیں ٹھوک دی گئی تھیں۔ غسل خانہ کی موری میں لوہے کی ایسی جالی لگوائی جا چکی تھی کہ نہ صرف ادھر کا کوڑا کرکٹ ادھر ہی رہ جائے چیونٹیوں کو اپنے تمام ضروری کاموں کے

لیے گھوم کر بجائے موری کے دوسری طرف سے آنا پڑے۔

چنانچہ جب خانم نے کہا ان سانپوں سے تو ہم تنگ ہیں تو میں یہی سمجھا کہ آن پہنچا یہ موذی پھر خانم کو بیوگی کے صدمات پہنچانے کی نیت سے! مگر بہت جلد معلوم ہو گیا کہ حماقت تو خود میری ہے جو موزے اور گیٹس کچھ اس طرح لپیٹ کر رکھتا ہوں کہ ہر ذی ہوش اور محتاط کو کچھ کا کچھ دھوکا ہو جائے۔

میں نے یہ سوچ کر کہ خیر کوئی بات نہیں ایسا ہوتا ہی ہے جوتے سلمہ کو جو دیکھا تو صحیح عرض کرتا ہوں کہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے تڑپ کر میں نے کہا غضب خدا کا نوک چھیل دی تم نے۔

اس پر خانم نے کچھ عذر نہ کیا بلکہ الٹی جھائیں جھائیں شروع کر دی میں بھی الجھ پڑا اور جل کر میں نے کہا تمہارے بلا سے ہمیں سانپ کاٹ کھائے تمہاری بلا سے مگر خبردار جو تم نے ہمارے جوتے چھوئے یا اور کسی عجیب وغریب طرح ہمیں اس سانپ سے بچانے کی کوشش کی۔

میرا یہ کہنا اسے اور بھی برا معلوم ہوا اور یہ بحث زوروں پر تھی کہ بھائی صاحب مسواک ہاتھ میں لیے پہنچے اور دخل در معقولات کر کے کہنے لگے کہ کیا معاملہ ہے انہوں نے اول تو میرے جوتے کی حالت زار دیکھ کر ماتم پرسی کی اور پھر خانم کے خلاف یہ فیصلہ دیا خانم تیز ہو کر بولی۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جوتے کیوں اس قدر جان سے پیارے ہیں جان نہ رہے چاہے مگر جوتے رہیں کہو جب جان ہی نہ رہی تو جوتے کیا کریں گے۔

بھائی صاحب بولے بہن تمہاری بلا سے مر جائیں گے نہ یہ سانپ کے کاٹے سے تو ان کے یہ تمام جوتے ہم ان کی قبر پر چنوا دیں گے لہذا خدا کے واسطے ان کے جوتوں کا ستیاناس نہ کرو۔

بھائی صاحب نے یہ کہا ہی تھا کہ اوئی اللہ کے ساتھ بھابی جان کی آمد کا قائل ہونا

پڑا اور اس فقرے پر مارے ہنسی کے ان کا برا حال ہو گیا خانم پر ہر چہار طرف سے فقروں کی بوچھاڑ جو پڑی تو ظاہر ہے کہ کیا حال ہوا ہو گا کہ ایسے موقع پر بھابی جان ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور خانم سے بولیں۔

بہن وہ روپیہ میرا۔

کون سا؟ خانم نے پوچھا۔

وہی بیلوں والا میرا روپیہ۔ لو اتنی جلدی بھول گئیں۔

خانم بولی تم ہی نے تو کہا تھا سانپ کی دوا میں شریک ہو گی اور

بھابی جان انتہا سے زیادہ چہرہ کو بشاش بنا کر ہنسی کو روکتے ہوئے بات کاٹ کر بولیں۔

بخشو مجھے بہن تم ...... باز آئی میں دوا سے ...... کاٹ کھانے دو جو مجھے سانپ کاٹے کھائے گا میرے پاس روپیہ فاضل نہیں ہے جو میں تمہاری دواؤں میں اپنے روپے پھینکتی پھروں۔

خانم جو ذرا ششدر سی کھڑی رہ گئی تو بھابی جان نے اب ہنس کر اور تیزی سے انگلیاں ہلا کر کہا لائیے میرا روپیہ۔

دراصل بھابی جان کی کچھ زیادتی ہی تھی جو وہ اس طرح روپیہ مانگ رہی تھیں خانم نے تیہے میں آ کر بھابی جان کی روپلی کو نکال کر وہ پھینکا ادھر بھابی جان نے دو چار تیز فقرے سنائے اور ادھر خانم نے کچھ کہا نتیجہ یہ کہ چیخنے لگی خانم نے کہا جب ضرورت پڑتی ہے تو جھک مار کر دوا مانگنے لوگ آیا کرتے ہیں اس کا جواب بھابی جان نے یہ دیا کہ انہیں اگر سانپ نے کاٹ کھایا تو وہ موت بخوشی قبول کر لیں گی مگر دوا مانگنے ان کی جوتی بھی نہ آئے گی۔

بات تو بہت آگے بڑھ جاتی اگر والدہ صاحبہ نہ آ جاتیں قصہ مختصر ہوا کہ بھابی جان ادھر چلی گئیں بڑبڑاتی اور خانم ادھر مجھ سے کشیدہ ہو گئی۔

(۲)

عرض ہے کہ جب ہندوستان ہمارا آزاد ہو جائے گا اور ہوم رول مل جائے گا تو ہندو مسلم نفاق کی باتیں سچ مچ قصۂ ماضی ہو کر رہ جائیں گی ہمیں خود اس کا تجربہ ہے کیونکہ والدین گھر بار سارا کا سارا صرف بیٹوں اور ان کی منتظم بیویوں پر چھوڑ کر چل دیں تو واللہ وہی ہوم رول کی شان نظر آتی ہے پک رہا ہے پلاؤ ڈٹ ڈٹ کے ہو رہے ہیں ناشتے دن میں چار سوائے پراٹھوں کے روٹی نظر بھی پڑ جائے تو قیامت بلا دیں نتیجہ یہ اقتصادی اور معاشرتی سہولتوں کے یہ ہوتا ہے کہ لڑائی بھڑائی کا خاتم ہو جاتا ہے اور گھر میں خوشی کا دور دورہ رہتا ہے۔ پھر خاص طور پر جب کہ ہوم رول کے سلسلہ میں ملٹری کے لیے فائنس (مالیات) تک خود اپنے ہاتھ میں ہوئی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں کے دونوں صرف احمد کو کھانا پکانے کے لیے چھوڑ کر سچ مچ پندرہ دن کے لیے چلے گئے اور بھابی جان اور خانم کی لڑائی پلے پار پہنچی اور وہ محبت جٹھانی دیورانی میں قائم ہو گئی جو سگی بہنوں میں نہ ہو۔

یہ تو سب کچھ تھا ہر طرح ہوم رول کی گنگا میں نہا رہے تھے۔ سب ہی خوش تھے۔ مگر خانم کو ایک بڑی فکر تھی وہ یہ کہ کہیں وہ نالائق سانپ کسی دن سچ مچ اسی خاکی پتلے کو سونگھ کر ختم نہ کر دے کیوں؟ محض اس لیے کہ میں انتہا سے زیادہ لاپرواہ ہوں صبح ہوتے ہی آنکھ کھولے بغیر جوتے میں لیے اور پاؤں گھسیڑ دیئے کچھ بحث نہیں اس سے کہ اس میں کہیں سانپ وانپ تو نہیں بیٹھا ہے گھر والی چیختی رہ جاتی ہے اور میں کمرے میں بغیر روشنی لیے چلا جاتا ہوں پھر روز کا یہ معمول ٹھہرا کہ جگہ اور بے جگہ اندھیرے اجالے کونے کھدروں میں ہاتھ ڈال دیا قصہ مختصر یہ نہیں دیکھتا کہ ایک نہایت ہی پاجی اور کٹکھنا سانپ سانپ کا بچہ کہیں کا ہم لوگوں کی تاک میں لگا رہتا ہے بقول خانم اگر کہیں وہ نہ ہوتی تو کب کا مجھے اس سانپ نے کاٹ کوٹ کر الگ

کیا ہوتا رہ گئیں، بھابی جان تو ان کے بارے میں خانم کہہ چکی کہ ایک نہ ایک دن ان کے دشمنوں کو ضرور بالضرور سانپ کاٹ کھائے گا اور سو دفعہ خوشامد کر کے دوا ان کو ہمیں سے جھک مار کر اور خوشامد کر کے لینا پڑے گی۔

دراصل دوا کب کی آ چکی تھی پہلے تو یہ طے ہو گیا تھا کہ جب بھابی جان کے دشمنوں کو سانپ کاٹ کھائے گا اور وہ دوا مانگیں گی تو انہیں صاف جواب دیا جائے گا دوا آنے کے دوسرے ہی روز پھر یہ طے ہوا تھا کہ ایسا ستم تو خیر نہیں کیا جائے گا مگر ہاں دوا جو دی جائے گی تو کافی طعنہ زنی کے بعد دی جائے گی۔

قصہ مختصر ادھر تو ہوم رول تھا اور ادھر سانپ نے خانم کا ناطقہ بند کر رکھا تھا تمام احتیاطیں برتی جاتی تھیں مسہری کی جالی اس طرح دری کے نیچے اور سرہانے اور پائنتی دبا دی جاتی تھی کہ سانپ اگر مچھر بن کر بھی جانا چاہے تو اندر نہ جا سکے مگر میری حماقت کو دیکھئے تو رات برات پلنگ پر وہ پٹہ بازی کرتا کہ کبھی مسہری کی جالی سے ہاتھ نکال دیا تو کبھی پیر نیچے لٹک رہا ہے آخر آدمی پھر آدمی ہے ایک روز رات کو خانم نے میرا ہاتھ جو باہر لٹکتا ہوا دیکھا تو بطوسزا اس سے لالٹین لگا دی ایک نعرہ اور تڑپ کے ساتھ اٹھ بیٹھا اور لڑنا شروع کیا ہوم رول کے زمانہ میں ہم سب اندر کے ہی صحن میں سوتے تھے بھائی صاحب اور بھابی جان کی بھی آنکھ کھل گئی لڑائی کا سبب دریافت کرکرے مجھے سخت تعجب ہوا جب بھائی صاحب اور بھابی جان نے سولہ آنے خانم کی طرف داری کی بلکہ بھائی صاحب نے تو یہ تجویز کیا کہ ایسے نہ مانیں گے تم یہ کرو کہ اگر اب جو یہ کبھی ہاتھ باہر نکالیں بے خبری میں تو لالٹین کی چمنی سے کام نہ چلے گا سچ مچ دیا سلائی سے کام لو۔

(۳)

ہوم رول میں قاعدہ تھا کہ رات گئے تک تاش ہوتا رہتا تھا بجائے صبح تڑکے اٹھنے کے خوب دیر کر کے اٹھتے تھے بلکہ آنکھ کھلنے کے بعد بھی پڑے اونگھتے اور اینڈتے

رہتے تھے کالج کے کئی کئی گھنٹہ پی جاتے تھے چنانچہ ایک روز جو آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ خانم اور بھابی جان دونوں جھکی ہوئی آہستہ آہستہ قدم قدم زمین پر کچھ نشانات پر غور کرتی ہوئی ٹہل رہی ہیں۔

بہت جلد معلوم ہو گیا کہ وہ آ گیا کون؟ اجی وہی نالائق سانپ آج اس شہدے نے یہ کیا کہ سیدھا وہ موری سے نکل کر آیا اور اس خاکسار کی فکر میں چاروں طرف چارپائی کے گرد گھوما اتفاق ہی سمجھیے جو خانم نے مسہری کی جالی کس کر اس طرح دبائی تھی کہ میرا ہاتھ پیر باہر لٹکنا مشکل تھا ورنہ مجھے کاٹے بغیر وہ کاہے کو مانتا کم از کم اس کے رینگنے کے نشانات تو یہی کہہ رہی تھے کیونکہ پہلے تو وہ خانم کی طرف آیا مگر وہاں اس نے دل نہ گلتی دیکھی تو میری طرف پہنچا اور یہاں بھی کوشش بلیغ فرمائی مگر ناکام رہا۔

میں نے بھی نشانات دیکھے غور سے دیکھنے کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ ہرگز ہرگز سانپ کے چلنے کے نشانات نہیں بلکہ کسی نے لکڑی سے نشان بنائے ہیں مگر بھائی صاحب بھابی جان اور خود احمد نے دیکھ کر سر ہلایا اور خانم نے بھی یہی کہا کہ یہ لکڑی کے نشان قطعی نہیں ہیں بلکہ سانپ ہی کے ہیں خوب خوب بحث ہوئی یہاں تک کہ خانم مجھ سے الجھ پڑنے کو تیار ہو گئی پہلے تو میں سمجھا کہ بھائی صاحب اور بھابی جان محض مذاق میں خانم کی تائید کر رہے ہیں مگر نہیں واقعی دونوں کا یہی خیال تھا کہ مذاق نہیں سچ مچ سانپ آیا تھا اور یہ اسی کے نشان ہیں۔

* * *

چار پانچ دن تک ایک آدھ دن کا وقفہ دے کر یہ سانپ اسی طرح آیا کہ واپس باہر چلا جاتا اور گھاس میں پہنچ کر اس کے نشان غائب ہو جاتے ایک روز جو میری آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ خانم اور بھابی جان لکڑیاں لے کر باہر بنگلے کے پچھواڑے سانپ کی فکر میں گئی ہیں یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ ادھر جو پانی کا گڈھا ہے اور جس میں

مینڈک صاحبان رہتے ہیں ضرور بالضرور وہیں یہ سانپ جاتا ہوگا چنانچہ میں گھوم کر باہر والے برآمدہ میں جو آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بھابی جان اور خانم کو اس گڈھے کے کنارے کھڑی ہیں اس گڈھے میں دور تک ایک پتلی سی خاکنائے چلی گئی تھی میں نے دیکھا کہ خانم لکڑی پانی میں ٹیکتی ہوئی اس پتلی سی خاکنائے یا تنگ نائے پر چلی بھابی جان نے اس پار ٹیلے کی طرف انگلی اٹھائی اور گھوم کر ایک لمبا بانس لے کر وہ ادھر پہنچیں بانس کی نوک سے دراصل کوڑے کے انبار کو بھابی جان کرید نے پہنچی تھی اور چونکہ وہ بائیں طرف کو تھیں اور صاف نہ دیکھ سکتی تھیں لہذا سامنے سے ہدایت کرنے خانم پہنچی تھی بھابی جان نے اپنے بانس سے کچھ کریدا ہی تھا کہ خانم زور سے چلائی کہ ''ارے بہن کچھ ہے''۔

یہ سن کر ادھر میں لپکا ہی تھا کہ بھابی جان کی حرکت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے نہ صرف سانپ کی جائے سکونت صحیح طور پر معلوم کر لی بلکہ اس کو بانس سے پکڑ کر چ چ بے چاری خانم پر اچھال ہی تو دیا۔

بیک وقت ادھر سے میں چلا اور بھابی جان نے ادھر یہ حرکت کی آپ خود ہی غور فرمائیں کہ خانم بے چاری کیا کرتی جان سب کو پیاری ہے اچھل تو گری گڈھے میں ایک چیخ کے ساتھ وہاں سے بدحواس ہو کر جو نکلی ہے سر سے پیر تک شرابور تو میں اب عرض نہیں کر سکتا کہ کیا حال تھا اور ادھر بھابی جان کو دیکھئے ان پر ہنسی کے ایک سخت ترین دورہ کا حملہ ہو گیا سر پکڑ کر اور بے حال ہو کر بیٹھ گئیں مارے ہنسی کے کھانسی آ گئی منہ لال ہو گیا حلق میں پھندہ پڑ گیا آنسو نکل آئے حتیٰ کہ قے ہوتے ہوتے بچی۔

بات دراصل یہ ہوئی تھی کہ انہوں نے خانم کے اوپر دیدہ دانستہ ایک سیاہ دھجی اچھال دی تھی جو کوڑے میں دبی ہوئی تھی خانم کی حالت زار کا اندازہ لگانے کا موقع ہی نہ ملا کیوں کہ وہ بھیگی چوہیا کی طرح اپنے بل میں مگر جناب وہاں سے جو وہ نہا دھو کر اور کپڑے بدل کر نکلی ہے تو بھابی جان سے وہ معرکہ خیز معاملہ ٹھنا کہ اللہ دے اور بندہ

لے نتیجہ یہ کہ بات چیت بند ہوگئی۔

اس لڑائی کے بعد رات کو تاش بھی نہ ہوتا تھا کھانے پر بھابی جان مسکراتی تھیں لہذا اب کھانا بھی ہم دونوں پہلے کھا لیتے تھے بھائی صاحب اور بھابی جان عموماً رات کو ٹہلنے بنگلہ کی پشت کی طرف کھیتوں میں چلے جاتے تھے اور ہم دونوں بھابی جان کی شرارتوں پر اور ان کی زیادتی پر تبرا بھیجتے ہوئے اور سانپوں کی احتیاط کی باتیں کرتے کرتے جلد ہی سو جاتے۔

(۴)

بھابی جان کی خانم سے لڑائی ہوئے تیسرا دن تھا سر شام ہی کھانے سے فراغت ہو جاتی تھی ہم دونوں برسات کی خوش گوار ہوا کے جھونکوں سے بہت جلد غافل ہو گئے۔

☆

سوتے سوتے مجھے ایک دم سے یہ معلوم ہوا گویا مجھے خود کو کسی نے توپ میں بھر کے داغ دیا ایک شور بے ہنگام...... خانم کی دل ہلا دینے والی چیخ...... بھائی صاحب کی پکار...... احمد کی گوہار اور بھابی جان کی آواز...... ایک قیامت سی آ گئی...... بڑبڑا کر اٹھا ہوش جاتے رہے خانم کی مسہری نچی پڑی ہے ڈنڈے کہیں...... جالی کہیں...... یا الٰہی میرے اوپر قیامت نازل ہے یعنی یہ کہ خانم کے دشمنوں کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں سچ مچ اس کٹکھنے سانپ نے کاٹ کھایا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون پھر لطف یہ کہ دوا جو ہر دم سرہانے رہتی تھی کس طرح نہیں ملتی سانپ مرا ہوا پڑا تھا جسے بھائی صاحب نے مسہری کا ڈنڈا گھسیٹ کر وہیں کا وہیں قتل کر دیا تھا۔

خدا کی پناہ خدا دشمن کو ایسا وقت نہ دکھائے دنیا مجھے اندھیر ہوگئی میرا دل بیٹھ گیا تن بدن میں ایک موت سی تیرتی معلوم دی مگر بھلا وقت کہاں تھا وہ تو کہیے کہ بھائی صاحب کے ہوش درست تھے جو انہوں نے کس کر جوتے کا فیتہ انگلی میں خانم کے

باندھا اور اب دوا تو مل نہیں رہی تھی لہذا دوڑے ہم کالج کے ہسپتال کی طرف۔

رات کا وقت اور یہ مصیبت ایک کمپونڈر کو مارتے مارتے چھوڑا ڈاکٹر صاحب کو جگایا اور انہیں جس طرح بن پڑا ساتھ لائے اور سانپ دکھایا گیا اور پھر خانم کی انگلی لیمپ کی تیز روشنی میں دکھائی گئی خانم کا برا حال تھا مگر بخدا اس سے بدتر میرا حال تھا الغرض خانم کا ہاتھ ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش کیا گیا اس طرح کہ ہاتھ بے چارہ میرے اور بھائی صاحب اور بھابی جان کے تین جوڑی ہمدرد انگلیوں کی کانفرنس منعقد تھی یعنی پندرہ سولہ انگلیوں کی گرفت میں پھر وہ بھی اس طرح کہ صاحبہ ہاتھ یعنی خود خانم کہاں؟ بالکل ہی پیچھے اس طرح کہ خود اپنی ذاتی اور مقبوضہ و مملوکہ انگلی کو اگر دیکھنا چاہے تو ناممکن قصہ مختصر اس طرح خانم کا ہاتھ ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش ہوا۔

ہم لوگ دراصل جلد تر خانم کی انگلی میں شگاف ڈلوانا چاہتے تھے کہ خدانخواستہ کہیں زہر تیزی سے سرایت نہ کر جائے مگر ڈاکٹر ایک عجیب ہی اطمینان کے ساتھ غور سے انگلی کو طرح طرح سے دبا کر ایک طاقتور آتشی شیشہ سے دیکھ رہے تھے اور ان کو مطلق جلدی نہ تھی چنانچہ اچھی طرح دیکھ بھال کر انہوں نے کہا شکر ہے کہ انگلی میں کہیں (پنکچر) سوراخ نہیں ہوا بال بال بچ گئیں کہیں سوئی برابر نشان تک نہیں بہت خیر ہوئی۔

تو گویا سانپ نے ایک سرے سے کاٹا ہی نہیں، میں خوش ہو کر ڈاکٹر صاحب سے پوچھا۔

وہ بولے میری دانست میں تو نہیں کاٹا۔

خانم بولی نہیں کیسے کاٹا ہے۔ خدا کے واسطے جلدی علاج کیجئے مجھے زہر چڑھتا معلوم ہو رہا ہے۔

میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ یہ الفاظ سن کر میرا دل ہل گیا چنانچہ میں نے بھی گھبرا کر

ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ علاج کریں مگر ڈاکٹر کی ہٹ دھرمی ملاحظہ ہو کہ جس کے کاٹا وہ خود کہہ رہی ہے کہ میں کاٹتے ہی کی تکلیف سے جاگی ہوں سامنے مارنے والے موجود جنہوں نے اپنی آنکھ سے کاٹتے دیکھا مگر ان حضرت کی تشخیص ہے کہ سانپ نے نہیں کاٹا یقین نہ ہو تو آتشی شیشہ موجود ہے خود دیکھ لو۔

میں نے بگڑ کر کہا جناب من محض رات کو پنکچر دکھائی نہ دینے کی وجہ سے آپ علاج میں تاخیر فرما رہے ہیں ذرا خیال تو کیجئے۔ کہ یہ تو چھوٹی چیز ہے۔ بعض اوقات بڑی چیز نہیں دکھائی دیتی آخر یہ کہاں کی ڈاکٹری ہے کہ رات کے وقت ایک باریک سوراخ دیکھا جا رہا ہے آپ کا کیا ہے کسی کی جان جائے گی اور آپ کہہ دیں گے کہ نظر کی غلطی ہو گئی۔

بھائی صاحب بولے بعض رات کو پھانس نہیں دکھائی دیتی۔

بھابی جان بولیں مگر ہاتھ سے ٹٹول تو کھٹکتی ہے اور ہوتی ہے وہیں۔

جب ہم نے ڈاکٹر صاحب کو آڑے ہاتھوں پر لیا تو وہ بھی کچھ جھنجھلا گئے مگر قائل ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے ایک ٹیچر کی پھریری لے کر انگلی پر لگائی اور بسم اللہ کہہ کر نشتر سے شگاف دے کر اس میں دوائی بھر دی۔

خانم کی درد بھی ہوا چیخی بھی خون بھی بہا مگر کیا کیا جائے تھی جان سب کو عزیز ہوتی ہے اور جان بچانے کے لیے سب تکلیفیں سہنا پڑتی ہیں۔

*

ڈاکٹر صاحب تو شگاف دے کر اور ضروری ہدایات دے کر چلتے بنے ایک پینے کی دوا بھجوانے کو کہی اب علاج تو ہو گیا تھا مگر پھر بھی مجھے ایک دھڑکا سا لگا تھا کوچوانی جو آئی تو اس نے کہا کہ نیم کھلا کر دیکھنا چاہیے اگر کڑوا نہ لگے تو سمجھ لو زہر چڑھ رہا ہے ورنہ نہیں میں نے تو مخالفت کی مگر بھابی جان نے تائید کی اب نیم جو لایا گیا تو خانم مزے سے چبا رہی ہے میرا دل بیٹھنے لگا۔ میں گھبرا کر پوچھتا ہوں کہ کڑوا ہے یا نہیں

تو وہ اس معصومیت سے سر ہلا کر نہیں کہتی ہے کہ میرا دل کٹ جاتا ہے اس کا یہ کہنا تھا کہ میں پریشان ہو گیا اور دوڑایا احمد کو ڈاکٹر صاحب کے پاس پہنچا بھی نہ ہو گا کہ سارا منہ خانم کا اس بے طرح کڑوا ہو گیا کہ میں خوشی کے مارے اچھل پڑا مگر بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ احمد کی واپسی کے ساتھ ہی ساتھ کڑواہٹ بھی جاتی رہی خانم کوئی بچہ وچہ تو تھی نہیں خود خطرے کو محسوس کر رہی تھی چہرہ کاغذ کی طرح سپید ہو رہا تھا کوچوانی نے میرے کان میں کہا تا کہ کہیں خانم نہ سن لے وہ یہ کہ نیم کڑوا معلوم ہوا اور پھر کڑوا نہیں معلوم ہوا اس سے صاف ظاہر ہے کہ سانپ کا زہر لہریں مار رہا ہے اس نے یہ بھی کہا کہ سانپ کو تم نے مار ڈالا یہ اور بھی غضب کیا۔

* * *

اب میں اپنی مصیبت کا کیا حال بیان کروں دو تین گھنٹے یہی حالت رہی جب جا کر اطمینان ہوا کہ اب زہر نہیں چڑھ رہا ہے اور خانم نے کہا نیم قطعی طور پر کڑوا ہے بلکہ سارا منہ کڑواہٹ سے خراب ہو گیا صبح کے کوئی تین بجے ہوں گے جو بھائی صاحب اور بھابی جان اور کوچوانی اور ہمدرد دھوبن وغیرہ سب رخصت ہو چکے تھے مگر اب ایک اور مصیبت آئی وہ یہ کہ نیم تو کڑوا معلوم ہو رہا تھا کہ زہر نہیں چڑھ رہا ہے مگر اس کے برخلاف اب نیند اس زور سے آ رہی تھی کہ شبہ ہوتا تھا کہ کہیں اس صورت میں زہر زور نہ مار رہا ہو ڈاکٹر صاحب خود منع کر گئے تھے کہ سونے نہ دینا اگر نیند بہت ستائے تو مجھے اطلاع دینا چنانچہ جب تین بجے نیند کا سخت غلبہ ہوا تو احمد کو ڈاکٹر صاحب کے پاس دوڑایا وہاں سے دوا آئی جو فوراً دے دی گئی مگر یہ دوا بھی کس قدر فضول تھی کہ نیند ہے کہ چلی آ رہی ہے وہ بھی ایسی کہ خانم خود جس طرح بیٹھی تھی وہیں کی وہیں اونگھ کر رہ گئی اور میں الگ ایک طرف کو جھک کر لیٹ سا گیا اور غافل۔

صبح بھائی صاحب بھی نہ اٹھے احمد کی بھی آنکھ نہ کھلی کافی دن چڑھ آیا تو خود خانم ہی کی آنکھ کھلی اور اس نے بوکھلا کر مجھے اٹھایا۔

کیا ہے؟ میں نے تڑپ کر کہا کیسی ہو تم؟

سخت گھبراہٹ میں خانم نے مجھ سے کہا سانپ نے تو اس انگلی میں کاٹا تھا۔ یہ کہہ کر دوسری انگلی دکھائی جو انگلی چیری گئی تھی اس کے برابر والی یعنی بیچ کی انگلی۔

ارے میں نے کہا غضب ہو گیا اب میں غور سے اس انگلی کو دیکھتا ہوں تو اس میں صاف پنکچر کا نشان موجود میں نے چلا کر کہا۔ پھر تم نے اس انگلی میں کیوں شگاف دلوا لیا۔

خانم نے اس فاش غلطی کی ذمہ داری بھائی صاحب اور بھابی جان پر یہ کہہ کر ڈال دی کہ مجھے تو جیسے ہی اس نے کاٹا ہوش ہی نہ رہے بھائی صاحب کی سراسر غلطی ہے کہ انہوں نے دوسری انگلی میں فیتہ کس دیا۔

میں بھائی صاحب کے پاس دوڑا گیا ان کو اور بھابی جان کو قائل کیا وہ دونوں آئے واقعی بڑی غلطی ہوئی مگر سوال یہ تھا کہ اب کیا کیا جائے کرنا چاہیے ایسے میں دوڑ دھوپ وہ بھی بڑی تیزی سے چنانچہ احمد بدحواس ہو کر ڈاکٹر صاحب کو بلانے دوڑا۔

ڈاکٹر صاحب آئے انہوں نے انگلی دیکھی اور مسکرائے کہنے لگے کہ ہاں اس میں بے شک کاٹا تھا؟

اب ہم سب ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں سوال یہ ہے کہ اب کیا ہو؟

ڈاکٹر صاحب نے خانم سے کہا کہ لائے اس میں بھی شگاف دے دوں۔

بڑی تیزی سے خانم نے اپنی انگلی ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ سے چھڑائی ایسے کہ معلوم ہوا کہ شگاف سے بال بال بچی۔

کیوں ڈاکٹر صاحب نے کہا لائیے نا۔

اب بھائی صاحب اور بھابی جان خانم سے کہتے ہیں کہ بہن احتیاط بڑی چیز ہے۔ تم اس میں شگاف ڈلوا لو مگر توبہ کیجیے وہ راضی نہ ہوئی۔

کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ آخر زہر کیوں نہ چڑھا ڈاکٹر صاحب خود چکرائے سانپ کو دوبارہ منگا کر دیکھا سخت زہریلا تھا دیکھ بھال کر ڈاکٹر صاحب نے یہ کہا کہ زخم اوچھا تو پڑا ہی تھا اور جو کچھ بھی تھوڑا بہت زہر تھا۔ وہ شاید دوسری انگلی کے ذریعہ سے نکل گیا کچھ ہی ہو خیریت گزری۔

کوچوانی نے یہ تشخیص کی کہ سانپ نے کاٹا تو بے شک تھا مگر زہر نہ چڑھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ دراصل سانپ کا قاعدہ ہے کہ بعد کاٹنے کے پلٹا کھاتا ہے اور قبل اس کے کہ وہ پلٹ سکے اس کو بھائی صاحب نے مار ڈالا سوائے اس کے دوسری بات ہی ناممکن تھی اور ڈاکٹر صاحب کے چلے جانے کے بعد تو کوچوانی ہی کی تشخیص برقرار رکھی گئی۔

☆

ڈاکٹر صاحب بھی چلے گئے بھائی صاحب بھی چلے گئے اور کوچوانی بھی چلی گئی تو خانم نے مجھ سے بھائی صاحب اور بھابی جان کی بے حد تعریف کی اور واقعی ان کا رویہ تھا ہی قابل تعریف بالخصوص بھابی جان کا رویہ باوجودیکہ خانم سے سخت لڑائی تھی مگر پھر بھی بھائی صاحب اور انہوں نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر سانپ کو قتل کر دیا اور جو کہیں بھائی صاحب اور بھابی جان ٹہل کر واپس آتے ہیں تو حسب معمول دوسری طرف سے نکل جائیں یا ادھر سے نکلیں اور بھابی جان دیکھیں کہ سانپ ڈس رہا ہے اور بھائی صاحب کو نہ بتائیں کیا ہو غضب ہی تو ہو جاتا۔

خیر سے سانپ نے کاٹ تو کھایا ہی تھا اور شاید اور کاٹ کھاتا …… یا پھر بالکل کاٹ کھاتا کچھ بھی ہو خانم نے کہہ دیا مجھ سے کہ آج سے قسم ہے مجھے بھی جو کبھی بھابی جان سے لڑوں خواہ ان کی زیادتی کیوں نہ ہو انہوں نے میری جان بچائی آہ وہ نہ بتائیں بھائی صاحب کو اور نہ وہ دیکھتے سانپ کو اور نہ وہ مارا جاتا۔

قصہ مختصر وہ مضمون ہوا کہ رسیدہ بود بلائے و بے بخیر گذشت۔ بلکہ میں خدا کا

لاکھ لاکھ شکر ادا کر رہا تھا۔ کہ جٹھانی اور دیورانی میں اس ناشدنی حادثہ کے سلسلہ میں کم از کم اس محبت کی بنا پڑ گئی جو کبھی بھی نہ ٹوٹے گی۔

والد صاحب اور والدہ صاحبہ آئیں تو تمام قصہ بڑی دل چسپی سے سنا گیا والدہ صاحبہ نے خانم پر سے صدقہ اتروایا اور وہ بھی بہت خوش تھیں کہ مصیبت آئی تھی مگر خوب ٹلی۔

(۷)

مگر غرض ہے کہ فلک کج رفتار ایسا ہے کہ دو دلوں میں اتحاد کی صورت ہی کے ایک سرے سے خلاف ہے ابھی خانم کو بھائی جان سے نہ لڑنے کی قسم کھائے ہوئے دن ہی کے ہوئے تھے کہ وہ معرکہ خیز اور طوفان خیز جنگ کا نقشہ درپیش ہوا کہ اللہ دے اور بندہ لے یہ لڑائی کس طرح ہوئی؟

خانم کی ایک سہیلی تھی ان کے میاں بھی کالج میں پڑھتے تھے انہوں نے خانم سے کالج کے نوٹس کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اس نوٹس کو اپنے میاں سے کہا کہ نوٹس بورڈ پر سے نوچ لاؤ وہ نوچ لائے اور انہوں نے وہ نوٹس سچ مچ جوں کا توں خانم کے حوالے کر دیا۔

نوٹس

حسب ذیل طالب علموں پر بیالوجی کلاس کی لیبارٹری (علم تشریح کا معمل) ہے تالا توڑ کر سانپ چرانے کی پاداش میں پانچ پانچ روپے جرمانہ کیا جاتا ہے۔

بدقسمتی ہے یہ واقعہ تھا کہ ان طالب علموں کی فہرست میں بھائی صاحب کا نام چوٹی پر تھا اور خانم اور بھائی جان سے اس بات پر خوب لڑائی ہوئی کہ خانم نے کہا کہ تم نے میری انگلی میں سوئی کیوں اور کیسے بھونکی اس کے جواب میں نہ صرف بھائی جان پر ہنسی کے سخت ترین دورہ کا حملہ ہو گیا بلکہ بدقسمتی سے میرے لبوں کو بھی جنبش ہو گئی اور وہ جو کسی نے کہا۔ بزلہ بر عضو ضعیف می ریزد تو آئی گئی وہ سب میرے سر۔

مگر کچھ ہی جو ہونا تھا سو ہوا ہمارے یہاں نہ تو سانپ سے اب کوئی ڈرتا ہے اور نہ کوئی احتیاط برتی جاتی ہے اور غسل خانہ کی موری میں سے اب چیونٹے بدستور اپنے ضرور کاموں کے سلسلہ میں آتے جاتے ہیں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال اکادمی پاکستان
©2002-2006

مٹھو بیٹے

(۱)

ہمارا گھر اللہ کے فضل سے جانوروں سے پاک تھا بلکہ کیا مجال تھی جو احاطہ میں بھی کوئی پرندہ یا چرندہ چر ما سکے ورنہ برادر عزیز میاں چنو کا وہ غلہ پڑے کہ یاد ہی کرے مگر ایک نالائق طوطے کی عقل پر پڑیں پتھر کہ بنگلہ کے احاطہ اور آس پاس کے بیسیوں نیم چھوڑ چھاڑ اندر صحن کے نیم پر ایک سوراخ چھانٹ کر گھونسلہ بنایا اور لگا دھڑلے سے اس میں کھلم کھلا رہنے دو۔

میاں چنوں غلیل تان تون ہی کر رہ گئے کیونکہ دو آنے ان کو خانم نے دیئے اور دو آنے بھابی جان نے کہ بھیا طوطے کو تو چھوڑ دے اس کے حال پہ کہ یہ بچے دے گا اس چھید میں اور ہم پالیں گے۔

بدقسمتی سے پھر ہمارے ہاں ایک طوطے کے ماہر بھی رہتے تھے کوچوان صاحب پورب کے منئی بغیر طوبے کے ان کے گھر کی آبادی نہیں ہوئی رات کو جب سناٹا ہو جاتا تو اصطبل کی طرف آواز آئی۔

ست گروت داتا گرو کے چرن چت لاگا بیٹے مٹھو بیٹے پڑھو مٹھن لال چتر کوٹ کے گھاٹ پر بھئی متن کی بھیڑ تلسی داس چندن دیت تلک ویت کھو بیر پٹے...... مٹھن لال مٹھو بیٹے......

مٹھن لال کی طبیعت موزوں ہوتی تو وہ بھی کچھ ٹیں ٹاں کر دیتے اگر بھائی صاحب کبھی اس طرف مٹر گشت کو پہنچ جاتے تو فوراً بول اٹھتے۔

الو کے بیٹے مٹھن لال پڑھو چتر کوٹ کے گھاٹ پہ ہوئی بھوتوں کی بھیڑ......

ہاہا ارے ہمارا طوطا بگڑ جائے گا صاحب کیا کرتے ہو ہاں ہاں کر کے کوچوان صاحب روک دیتے۔

لیکن باوجود اس نائٹ اسکول کی تعلیم کے طالب علم کا یہ حال ہوا کہ پروفیسر اس

All rights reserved ©2002-2006

کو گھنٹوں پڑھاتا اپنا دماغ پچی کرتا رہا مگر مٹھن لال سوائے سٹو سٹو کے اور کچھ نہ سیکھے اور کوچوانی کہتی کہ مٹھن لال ابھی پڑھ رہے ہیں مٹھو مٹھو کہنا سیکھا ہے لیکن واقعہ دراصل یوں تھا کہ مٹھن لال چونکہ ایک شیشم پر سے اتارے گئے تھے لہذا قدرتاً کند ذہن تھے چنانچہ جب طوطے نے گھر میں گھونسلا بنایا تو کوچوانی نے مٹھن لال کی نالائقی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک بچہ ہم بھی لیں گے نیم کے گھونسلا کا بچہ خوب پڑھے گا۔

روزانہ اس پر گفتگو ہوتی کہ کب طوطا بچے دے گا آخر کو وہ دن بھی آ گیا اور ایک روز حالت خوشی میں خانم نے خبر سنائی کہ طوطے کے بچے نکل آئے ہیں۔

بھابی جان کی عینک شکنی سے بھائی صاحب سخت تنگ تھے وہ رم لیس لگانے کی شوقین تھیں اور ذرا سی جھپٹ سے شیشہ چٹ سے ہو جاتا کوئی کہاں تک نہیں روز روز عینکیں دلواتا پھرے بھائی صاحب کی جیب خرچ کا بجٹ ان ہی حادثات کی وجہ سے درہم برہم رہتا ہے۔

(۲)

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم دونوں کالج سے جو آئے تو گھر میں عجیب ہی اہتمام تھا خانم اور بھابی جان دونوں نیم کے نیچے کھڑی طوطے کے بچے نکالنے کا سامان کر رہی ہیں ایک پلنگ بچھا کر اس پر دوسرا پلنگ کھڑا کیا گیا تھا اور ایک طرف سے کوچوانی اور بہشتی کے لڑکے نے اس کو پکڑ رکھا تھا دوسری طرف سے خانم اور بھابی جان نے ہم دونوں کے دیکھتے ہی خود پکڑ لیا اور مجھ سے کہا کہ آپ طوطے کے بچے نکال دیجئے مجھ سے بھلا یہ دھندہ کاہے کو ہوتا اور پھر بھائی صاحب نے کان میں الگ کہہ دیا کہ نہیں جی خود اتارنے دو انہیں ہم دونوں نے انکار کر دیا وہاں تیاری پیشتر ہی سے تھی ایک اسٹول چارپائی پر رکھ کر خانم چڑھنے لگی میں بھی چارپائی پر کھڑے ہو کر خانم کو سہارا دینے لگا اور بھائی صاحب اور بھابی جان نے چارپائی کو دوسری طرف سے پکڑے

رکھا چارپائی کے آخری حصہ پر کھڑے ہو کر خانم نے موکھے میں جھانک کر دیکھا ہاں یہ کہنا میں بھول ہی گیا کہ اس زمانہ میں خانم اور بھابی جان سے مچھر والے جھگڑے کے سلسلہ میں لڑائی بھی تھی اور سخت ملال تھا حتی کہ بول چال تک بند تھی سب جانتے تھے کہ بول چال بند ہے۔ غرض خانم موکھے میں جھانک رہی تھی کہ بھابی جان اب خود پلنگ آ گئیں اور کھڑے ہوئے پلنگ کو پکڑ کر مجھے رہائی دی پھر خانم کو موکھے میں جھانکتا ہوا دیکھ کر بولیں۔

اونہہ کوئی بات بھی ہے جانے لوگوں کو ڈر کیوں لگتا ہے ہاتھ ڈالتے ہوئے۔

خانم نے جل کر کہا کہ کوئی اور بہادر ہو وہ خود نہ نکال لے اور جو کوئی سانپ اندر بیٹھا ہو۔

بیٹھے ہیں نہ اس میں شیر لوگوں کا دم یوں ہی نکلا جاتا ہے۔ بھابی جان نے طنزیہ کہا اور باتوں باتوں میں چارپائی ہلی۔

ارے میں کھسکی خانم نے کہا ارے میں گری ...... چارپائی ...... کہو اپنے کام سے کام ہم اطمینان سے ہاتھ ڈالیں گے کسی کو کیا مطلب ذرا سا چارپائی پکڑنا ہے ...... مجھے گرائے دے رہے ہیں۔

بھابی جان نے چارپائی اچھی طرح پکڑ لی اور زور دے کر اس پر لد گئیں خانم نے ہمت کر کے موکھے میں ہاتھ ڈالا مگر فوراً ہی نکال لیا تیزی سے۔

کوئی ہے مسکرائے ہوئے خانم نے کہا۔

"شیر" بھائی صاحب بولے اتر آؤ سیدھی سیدھی کیوں شامت آئی ہے۔

آپ رہنے دیجیے چلیے۔ خانم نے کہہ کر پھر ہاتھ ڈالا۔

میں اتفاقاً دوسری طرف دیکھنے لگا کہ ایک دل ہلا دینے والی چیخ کے ساتھ خانم صاحب چارپائی سے سرک کر بھابی جان پر آ گئیں اور دونوں مع چارپائی کے کوچوانی پر اڑدھم کر کے رے دیا رے کوچوانی نے رو کر کہا۔

خانم کے گھٹنوں میں ایسی چوٹ آئی کہ شلوار گھٹنوں پر چپک کر رہ گئی۔ بھابی جان کی عینک ٹوٹ گئی کو چوانی کھڑی اپنا سر اور کہنی سہلا رہی تھی بھابی جان اپنی ٹوٹی ہوئی عینک لیے کھڑی تھیں اور خانم اپنے ہاتھ کی لہولہان انگلی دیکھ رہی تھیں۔

واہ رے طوطے کیا کاٹا ہے ٹھیک بیچ کی انگلی میں ایسا کہ بوٹی الگ کر دی ہاتھ مٹھو بیٹے کے والد صاحب قبلہ نے کاٹ کھایا۔

اور ڈالو موکھے میں ہاتھ۔ میں نے خانم سے کہا۔

بیجو اپنا سیفٹی پن اور منگاؤ عینک۔ بھائی صاحب نے بھابی جان سے کہا

وہ ادھر منہ پھلائے چلی گئیں خانم طوطے کو کوستی ہوئی لنگڑاتی ادھر گئیں طوطے بازی کا شوق فی الحال رفو چکر ہو گیا۔

(۳)

جتنا شیطان میں شیطنیت کا حصہ ہے اتنا ہی عورت ذات میں شک وشبہ کا خود ہی تو خانم نے اپنی ایک سہیلی کو میرا شاگرد کرایا اور خود ہی یہ گوارا نہیں کہ ان کی طرف دیکھ بھی لوں ''اندرون قصر دریا'' والا معاملہ تھا۔

یہ کوئی ڈھنگ نہیں ہے ایک روز خانم نے کہا۔ جوان لڑکیوں سے اس طرح آزادانہ لہجہ میں......

بدتمیز ہو تم، میں نے کہا۔ میں نہیں پڑھاؤں گا۔

مت پڑھانا، بگڑ کر خانم نے کہا، آٹھویں دسویں وہ اپنی کاپی دکھاتی ہیں بھائی صاحب کو دکھا لیں گی۔

معاف کیجئے بھابی جان نہ معلوم کدھر سے بولیں میں ایسی علت نہیں پالتی۔

یہ کون تھا، خانم نے ڈپٹ کر باہر نکلتے ہوئے کہا ہماری باتیں سننے والا (حالانکہ وہ جانتی تھیں کہ کون تھا۔)

بھابی جان یہ کہتی ہوئی چلی گئیں کمرہ میں چھپ چھپ کر ہماری برائیاں ہوں گی تو

ایسے ہی چپکے سے سنیں گے کر لے ہمارا جس کا جی چاہے کچھ (حالانکہ کوئی برائی نہیں ہو رہی تھی)۔

* * *

طوطے والے حادثہ کے دوسرے روز کا ذکر ہے کہ میں رات گئے آیا صبح اٹھ کر کمرے میں کرسیاں ایک طرف ایک فرش پر بیٹھ کے میں پڑھنے لگا اس طرح جمنے میں کچھ میری ہمت بندھ جاتی اور ڈٹ کر پڑھائی ہوتی گویا پڑھنے پر اس طرح آدمی پھیل پڑتا ہے صبح کا وقت تھا اور میں نے شروع کیا ہی تھا کہ گرما گرم چائے آ گئی اور میں ناشتہ کرنے لگا پڑھتا بھی جاتا تھا۔

اتنے میں ایک تانگہ آ کر رکا کون ہے؟ میں نے خانم سے کہا کہ اتنے میں وہی خانم کی سہیلی صاحبہ اپنی کاپیاں بغل میں دابے سلام علیک کہتی ہوئی آئیں۔

میں نے سلام کا جواب دے کر قصداً اپنی چائے پر نظر کر لی کیونکہ خانم کی نہایت ہی مکروہ عادت ہے کہ ایسے موقعہ پر گویا اپنی آنکھوں کو چوکیداری پر تعینات کر دیتی ہے کہ میری آنکھوں کو دیکھتی رہیں مجھ سے کوئی حلف لے لے کہ خانم کی جتنی ملنے والیاں ہیں ہمیشہ سب کو بہن سمجھا اتنا اقبال ضرور ہے کہ اگر کسی کو گھور گھار کے دیکھا بھی تو بخدا محض یہ دیکھنے کو کہ خانم سے یہ کس وجہ سے کم خوب صورت ہیں ادھر میری تو یہ نیت اور ادھر میری آنکھوں پر یہ پہرہ داری خدا سمجھ دے ان عورتوں کو۔

کاپیاں انہوں نے اپنی میری کتابوں کے پاس پٹک دیں اور آئینہ کی میز کے پاس کھڑی ہو گئیں دراصل خود پرستی کے لیے یعنی اپنی صورت دیکھنے ورنہ پھر یوں ہی میری یہ چیزیں اٹھا وہ چیز اٹھا کبھی کنگھے کو اٹھایا کبھی ٹوپی کے قالب کو باتیں کرتے کرتے انہوں نے میری انگریزی ٹوپی اٹھاتے ہوئے کہا۔

یہ پینٹے......چہ......قیں چیں......!

دو تین قسم کی چیخیں انہوں نے ملا کر اس زور سے سیٹی دے کر ہیٹ کو تو کھینچ کر

مارا۔ میرے سر پر درخوردمیز پر سے دو تین چیزیں گرا کرسی سمیت چائے کی سینی پر آ گریں کہ ابلے ہوئے انڈے کی چٹنی کر دی۔

”میرا طوطا“ خانم کے منہ سے بھی ایک چیخ نکلی ہم تینوں کھڑے میز پر طوطے کے بچے مرحوم کی لاش کو دیکھ رہے تھے یہ طوطے کا بچہ مٹھو بیٹا کل شام کو گھونسلے سے نکلوایا گیا تھا اور بہ احتیاط تمام ایک کاغذ پر بٹھا کر میری انگریزی ٹوپی سے چھپا کر رکھ دیا گیا تھا کہ رات کو چیونٹیوں نے اسے کھا پی کر برابر کیا جو کچھ ہوا سو ہوا طوطا مرا کہ جیا، مجھے اس سے بحث نہیں مگر اپنی ٹوپی جو سونگھی ہے تو اس میں سرانڈ نہیں بلکہ طوطیانہ مع نیم کی سڑا دینے والی بدبو اس زور سے آئی کہ ناشتہ جو کچھ بھی کر چکا تھا (بقیہ پر خانم کی سہیلی کو دوڑ پڑیں) بمشکل باہر آتے آتے رکا۔

یہ تھا مٹھو بیٹا نمبر ۱ جس کی لاش کو ’حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے‘ کہہ کر میں نے بھنا کر دور پھینکا اور تھوڑی ہی دیر بعد چیل ......

(۴)

ایک تو بھابی جان سے اور ایک چیونٹیوں سے دراصل ان دو سے خانم کی لاگ ڈانٹ پرانی اور مسلسل تھی نت نئی شکایتیں پیدا ہوتی تھیں۔

احاطہ کی دیوار کے کنارے پر ایک ببول کا درخت تھا کیا دیکھتا ہوں کہ شام کو چنوں میاں مع اپنے چار چھ ہم عصروں کے درختوں کی شاخیں جھانکڑ اور جھاڑوئیں لیے دے تیرے کی مچاتے ہوئے زمین پیٹ رہے ہیں معلوم ہوا کہ دو پیسہ سیکڑہ پر انہوں نے خانم سے چیونٹیوں کا ٹھیکہ لیا ہے اور ان کا بل کھود کر ایک ایک چیونٹا قتل کر دیا رات کو لالٹین کی روشنی میں بیٹھ کر ساڑھے چار آنہ کے چیونٹے ٹھیکہ دار صاحب نے گنوار کر خانم کو سنبھلوا دیئے۔ ایک چیونٹا نہ چھوڑا اس وقت تو مجھے یہ موذی برا معلوم ہوا مگر یہ واقعہ ہے کہ اس روز سے چیونٹیوں کا ایسا بیج مارا گیا کہ ہمیشہ کے لیے چھٹی ہوگئی دوسرا کام یہ کیا گیا کہ کووان سے نیا پنجرہ خرید لیا گیا اور اس کے بعد مٹھو

بیٹا نمبر ۲ کو اس میں لا بٹھایا گیا۔

* * *

نائٹ اسکول کا نہ میں پہلے مخالف نہ اب مگر حامیان تعلیم خواہ مجھے کچھ کہیں میں اس قسم کے اسکول سے سخت بے زاری ظاہر کرتا ہوں جس میں صرف ایک طالب علم ہو اور وہ بھی طوطا اور پروفیسروں کی گنتی نہ ہو اور پھر ان میں سے ایک پروفیسر کی جگہ بیوی تعینات ہو جائے بی شیخانی کے پاس اسٹول رکھ کر اس مٹھو بیٹے کا پنجرہ رکھ دیا گیا اور خود پرنسپل صاحب یعنی بی شیخانی نے مٹھو بیٹے کو ایک لیکچر پلایا اور اس کے بعد دوسرے پروفیسر یعنی بھابی جان صاحبہ نے گھڑی کا پر اثر نغمہ اس کو سنایا۔

بھلا کہیں طوطے بھی یہ سیکھتے ہوں گے کہہ کر پرنسپل صاحب نے اعتراض کیا جس کی تائید دوسرے پروفیسر یعنی خانم نے کی ادھر برادر عزیز طولعمرہ میاں چنوں نے بلی کی بولی جو بولی تو پروفیسر بگڑ کھڑا ہوا یہ بھی کوئی بات ہے ہمارے طوطے کو بلی کی بولی سکھاتے ہو۔

اس کے جواب میں اب اس بے ہودہ پروفیسر نے مرغے اور گھگو کی بولیاں بول دیں کچھ چائیں چائیں ہوئی برادر عزیز ڈانٹے گئے بلکہ بعض اوقات نکالے گئے اور پھر پروفیسر تعلیم دینے لگے لیکچر کے سلسلہ میں نبی جی بھیجو پرنسپل صاحبہ نے فرمایا۔

نزی کی نیچو، اپنے برآمدے میں سے بھائی صاحب نے آواز دی۔ مٹھو بیٹے نزی کی نیچو۔

بڑا اچھا لگے گا طوطا نزی کی نیچو، کہتا ہوا بھابی جان بولیں چھوٹے تو چھوٹے بڑے سبحان اللہ یہ بھی آخر کوئی بات ہے۔ ہم اپنا طوطا اپنی طرف لے جائیں گے۔ خانم نے کہا اور یہ کہہ کر پنجرہ میرے سر پر۔

میں بھلا اس قسم کے اسکول کے نقل مکان کو کاہے کو گوارا کرتا چنانچہ مجبوری کی حالت میں یہ طے کیا گی کہ طالب علم کو خفیہ طور پر موقع بے موقع تعلیم دی جائے گی

بالکل جیسی کہ ارسطو کے زمانہ میں ہوتی تھی طالب علم صاحب کا جو حال تھا وہ تھا مگر پروفیسروں کا یہ حال تھا کہ ادھر بھائی صاحب آئے انہوں نے کہا۔ الو بیٹے نزی کی نیچو، ادھر چھوٹے بھائی صاحب آئے انہوں نے دو چار منحوس جانوروں کی بولیاں دور ہی سے بولنا شروع کیں اور پروفیسروں کا طالب علم کی ذہانت اور ذکاوت کے بارے میں یہ خیال تھا کہ طالب علم چونکہ نیم کا ہے ادھر سنے گا اور ادھر سبق حفظ کرے گا ایسا بھی ذہین اور تیز طالب علم کس کام کا۔

قصہ مختصر یہ نائٹ اسکول اور اس کے پروفیسروں میں باہمی کش مکش اور تو تو میں میں ہمیرا ناطقہ بند ہوگیا۔ مٹھو بیٹے کا یہ حال کہ ان کے پاس کوئی بھی پروفیسر پہنچا اور اس نے چمکاری دی اور انہوں نے ٹیں ٹیں کر کے گردن کو ہلانا شروع کر دیا جیسے کہ گویا ایک عدد کمانی ان کی گردن میں لگی ہے اور وہ سبق نگل رہے ہیں۔

نتیجہ اس محکمہ تعلیم کی خرابی کا یہ نکلا کہ خانم نے بیٹے مٹھو کو مدرسہ سے اٹھا لیا کیا فائدہ ایسی تعلیم سے کہ بچہ اور خراب ہو جائے یہ بھی اچھا ہی ہوا کیونکہ ادھر میں تنگ آ گیا تھا۔ خانم کی الٹی سیدھی غیر حاضری سے اور اگر یہ نہ ہوتا تو مجبوراً ان سے عہدہ پروفیسری سے استعفیٰ دلواتا جب ہی تو لوگ کہتے ہیں کہ بیویاں ملازمت کریں گی تو خدمت شوہر سے غیر حاضر رہیں گی۔

* * *

عمر کا بہترین حصہ مٹھو بیٹے کا اس طرح ضائع ہو گیا اور وہ بھی خود رو ہو گئے مرغوں اور چیل کی بولیوں کو سن کر سر ہلایا کرتے خانم کو ان سے اتنی زیادہ محبت تھی کہ جب وہ آدمی ہو گئے اور پر زے نکل آئے تو ناشتہ اور کھانے پر ضرور وہ شرکت کرتے جب ذرا بڑے اور ہوئے تو طوطا چشمی کے اندیشہ کی وجہ سے ان کو اکثر پنجرے میں بند رکھا جانے لگا مگر دستر خوان پر ان کا ہونا لازمی تھا۔ حالانکہ بھابی جان اور خانم میں بول چال نہ تھی لیکن چونکہ مٹھو بیٹا ہم دونوں بھائیوں کا اکلوتا بیٹا تھا لہذا بھابی جان بھی

اس کو بھتیجا کی طرح چاہتی تھیں ہاں مٹھو بیٹے البتہ ان کو غیر سمجھتے اور اکثر ان کا جی جلایا کرتے۔

خانم مٹھو بیٹے کو ہاتھ پر بٹھا کر منھ کے سامنے کر کے پیار کرتی اپنی زبان نکال دیتی اور مٹھو بیٹے اپنی چونچ سے اس کو پکڑ کر ٹٹول کر چھوڑ دیتے۔ ہونٹ اپنی نوکیلی چونچ میں پکڑ لیتے مگر ذرہ بھر نقصان نہ پہنچاتے بھابی جان اس خصوصیت پر رشک کرتیں بات چیت تو خانم اور بھابی جان سے براہ راست تھی نہیں لہذا خانم نے ملاجی کہہ دی کہ جو کوئی بھی کھلائے گا خود اس سے مٹھو اس طرح ہل جائے گا۔

پھر کیسے کھلائیں بھابی جان بولیں کھانے کا وقت تو ہمارے کمرے میں یہ ہوتا نہیں ہے۔

ہم نے کیا منع کیا ہے خانم نے کہا کوئی اکیلا ہمارا تو مٹھو ہے نہیں جس کا جی چاہے لے جائے اپنے کھلائے۔

بھابی جان کو جو شوق چرایا تو خانم کی دیکھا دیکھی ایک بسکٹ کا ٹکڑا ڈرتے ڈرتے زبان پر رکھ کر مٹھو بیٹے کی چونچ کے سامنے کیا مٹھو بیٹے نے نہایت ہی رسانیت سے ٹکڑا اٹھالیا۔

بس پھر کیا تھا بھابی جان پھڑک ہی اٹھیں مارے خوشی کے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اب کیا تھا دوڑیں بھائی صاحب کو یہ تماشہ دکھانے خانم بھی اور میں بھی ساتھ کمرے میں بھائی صاحب کے پہنچے بھائی صاحب پڑے سو رہے تھے کہ بھابی جان نے انہیں جگا دیا۔

کیا واہیات ہے پھینکو اس کو، بھائی صاحب نے کہا۔

ہمارا مٹھو ہے...... واہ بھابی جان بولیں دیکھیے دیکھیے۔

یہ کہہ کر بسکٹ کا ٹکڑا زبان پر رکھا جونہی مٹھو بیٹے نے چونچ بڑھائی انہوں نے خانم کی طرح زبان اندر کر لی دو تین مرتبہ ایسا ہی کیا ایک دفعہ جو مٹھو بیٹے نے چونچ

بڑھائی تو بھائی صاحب نے اپنی آنکھ ملتے ملتے ان کی دم کھینچ دی بس پھر کیا تھا ٹیں کر کے لپٹ گئے۔ مٹھو بیٹے بھابی جان کے ہوٹ میں چیخ کر بھابی جان نے اچھل کر مٹھو بیٹے کو الگ جھٹکا اور دیا تکیہ کس کر مٹھو بیٹے پر وہ قلابازی کھا کر نیچے گرے۔

بڑی آئیں وہاں سے ہمارے مٹھو کو مارنے والی اب کبھی ہاتھ نہ لگانے دوں گی۔ خانم نے مٹھو کو چمکارتے ہوئے اٹھایا۔

خاک پڑے کم بخت پر۔ بھابی جان انگلی سے ہونٹ اپنا دیکھ کر بولیں میری جوتی چھوئے ایسے کٹکھنے طوطے کو بوٹی اتار لی کم بخت نے چونچ ہی ٹوٹے خدا کرے بلی کھائے اسے۔

اور واقعی مٹھو بیٹے نے بھابی جان کے ہونٹ میں بری طرح کاٹ کر خون نکال دیا لہذا اس بدعت کے بعد مٹھو بیٹے کو پھر بھابی جان نے بھول کر منہ لگایا۔

زہر لگتا ہے مجھے یہ کم بخت طوطا، بھابی جان کہتیں لال پیلی آنکھیں گھماتا رہتا ہے ایسا بھی طوطا کیا جو چھوئے اسے کاٹے کھاتا ہے طوطا نہ ہوا کم بخت کٹکھنا کتا ہو گیا۔

اب مٹھو بیٹے خانم کے فرزند ارجمند بلا شرکت غیرے بن کر رہ گئے۔

(۵)

عین جوانی کے عالم میں مٹھو بیٹے پر عجیب افتاد پڑی وہ یہ کہ آپ کو بوٹیاں کھانے کا شوق ہو گیا اور سب پر پرزے جھڑ گئے نہ معلوم کیا بیماری لگ گئی کہ بالکل گوشت کا لوتھڑا ہو کر رہ گئے دو چار کلیاں بازوؤں پر اور دم پر یا غبار سا کھوپڑی پر بس یہ گنے چنے ان کی بال و پر رہ گئے تھے بہت دوائیں کیں مگر بے سود مگر اس سے جنرل لائف پر ان کی بہت اچھا اثر پڑا بجائے پنجرے میں مقید رہنے کے کمرہ میں چھوٹے ہوئے پھرتے ناشتہ میں وہ بے تکلفی برتتے کہ پیالی میں چونچ ڈالے جا رہے ہیں ٹکڑا گھسیٹے لے رہے ہیں ادھر ناشتہ کی سینی دیکھی اور ٹیں ٹیں کر کے دوڑے اس کی طرف پھر اگر کسی کی رکابی پر چونچ دراز کریں اور وہ روکے تو تیار سوائے خانم کے۔

مگر میرے لیے پھر بھی یہ بلائے جان رہے میز پر پہنچ کر ایک روز انہوں نے ایک سخت بدعت کی یعنی اپنی سخت اور تیز چونچ سے فاؤنٹین پن کتر ڈالا کرسی ایک دفعہ کپڑوں کی کھونٹی کے پاس رکھی تھی اول تو یہ حضرت کرسی پر پہنچے پر اس پر سے کوٹ پر سے چڑھ کر کھونٹی پر بیٹھ کر میرے بلیزر پر باضابطہ بیٹ رجسٹر کرنا شروع کی مجھے غصہ آیا میں نے انہیں وہیں سے جھٹک دیا پٹ سے گرے نیچے ٹیں کر کے خانم نے دوڑ کر اٹھا لیا اور شروع کیا ان کی حمایت میں لڑنا جھگڑنا غرض دن بھر ان کو اجازت تھی کہ گھومتے پھریں اور رات کو قلعہ آہنی میں چین کریں زندگی ان کی اسی طرح گزر رہی تھی کہ عجیب معاملہ پیش آیا

* * *

خانم سے اور بھابی جان سے جنگ تو ہوتی ہی رہتی تھی کسی بات پر بھابی جان اور ٹھنک کر رہ گئیں اور انہیں دور کی سوجھی ایک بلی کا بچہ کہیں سے پکڑ منگایا یہ جانتے ہوئے کہ یہ موذی مٹھو بیٹے کو پکڑ دھکڑ لے گا۔

ہم تو اپنی پھوسی کو ایک طوطا روز ناشتہ کرایا کریں گے ایک روز بھابی جان نے بلی کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ کچھ انتظام کریں گے ناشتہ کے لیے طوطوں کا۔

خانم بولی میری طرف آئی بھی تو ٹانگ توڑ دوں گی نکٹی کی بڑی آئی مٹھو کھانے والی۔

کسی کی مجال ہے جو ہماری پھوسی کی ٹانگ توڑ سکے ایسے ایسے طوطے نہ معلوم کتنے وہ کھائے گی۔ مسکرا کر بھابی جان نے کہا۔

میں کہے دیتی ہوں خانم نے مجھ سے کہا دیکھ لو خود ہی لڑائی نکال رہی ہیں پھر تم مت کہنا مجھے بھی کچھ۔

میں نے بھابی جان سے کہا بے فائدہ لڑائی مول لے رہی ہو......

تو ہم ان کے لنڈورے کو تھوڑا ہی کہہ رہے ہیں طوطے میں طوطا ہے کم بخت میری

All rights reserved ©2002-2006

پھوسی اس طوطے پر تھوکے بھی نہیں بھول کے۔

یہ تو بھابی جان کا حسن ظن تھا ورنہ بی پھوسی طوطے کو دیکھتے ہی اس پر ایک چھوڑ ہزار جان سے عاشق ہو گئیں اور دوسرے ہی روز للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا ہی نہیں بلکہ وہ تو بڑھیں اس کی طرف خانم نے نوٹس دے یا دوبارہ کہ بلی اگر ادھر آ گئی تو خیر نہیں ہے بلی باندھ کر رکھی نہ گئی اور نتیجہ یہ کہ مٹھو بیٹے کی آزادی میں فرق آیا اور انہوں نے اب مٹر گشت ترک کر کے ایک نیا اڈہ دریافت کیا چھت پر سے چڑھ کر وہ دروازے کے پاس کی کھونٹی پر دھرے رہتے اور وہاں سے بیٹھ کر ہر قریب سے گزرنے والے کی طرف آنکھیں گول گول نکال کر کاٹنے کا اعادہ فرماتے رہتے اور پھر اپنے بے پروبال کے بازوؤں پر نازاں کہ اگر کسی نے ذرا بھی ان کی طرف ارادۂ بدسے تجوہ کی تو بازوں کو پھٹپھٹا کر دھم سے نیچے۔

* * *

ایک روز کا ذکر ہے کہ سامنے کا کنواں صاف ہو رہا تھا۔ میں برآمدے کے نیچے کھڑا تھا خانم کھمبے سے لگی کھڑی تھی بھابی جان کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی تھیں کہ میاں مٹھو ان کے کان میں بندے کی طرح لٹک گئے ایک جھٹکے کے ساتھ چیخ کر انہوں نے مٹھو کو دور پٹخا بھابی جان کی پھوسی گو ساتھ نہیں آئی تھی مگر برابر کے کمرے سے جھانک رہی تھی اور سیدھی جھپٹی وہ کہیے کہ خانم نے مٹھو میاں کو اٹھا لیا اور ورنہ حلوئے تر گرم کر جاتی۔

خون نکل آیا میرے کان کو ہاتھ سے پونچھ کر بھابی جان نے کہا۔

میرے مٹھو کے خود زور سے چوٹ لگ گئی۔ یہ کہہ کر خانم نے ایک ڈلیا ماری گھسیٹ کے بلی کے سر پر یہ کہہ کر نکٹی ادھر کیوں آئی تو۔

ٹانگیں چیر کر کھلا دوں گی ایک روز...... بڑا آیا طوطا کم بخت کہیں کا پھر روتے پھریں گے طوطے والے سب منع کر لیجئے آپ...... بگڑ کر بھابی جان نے مجھ سے

کہا۔ ایک تو کم بخت نے کاٹ کھایا ہمارے کان میں اس روز تھا تو اس روز ہونٹ میں خون نکل آیا اور پھر پرسوں بالوں میں لٹک گیا تھا اب کی جو مجھے غصہ آیا ڈال دوں گی پھوسی کے آگے۔

اس پر خانم اور بھابی جان میں براہ راست ہونے لگی بھائی صاحب سامنے کھڑے کنویں میں جھانک رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ لڑائی ہوگئی بس دوڑے وہ ایک دم سے۔ ۔ کو لڑانے اور وہ بھاگیں میدان چھوڑ کے فوراً ہنستی وہی کیونکہ بھائی صاحب ایسے موقعہ پر تمام وہ الفاظ استعمال کر کے بھابی جان کو لڑانے لگ جاتے تھے جو احمد چوکیدار اپنا مینڈھا لڑانے میں بولتا تھا۔ ڈھو بلکہ شاید ڈھوع یا پھر لگے شیر، ڈھک ڈھک ڈھم ڈھم وغیرہ۔ وغیرہ۔

* * *

ہم تو ان کی پھوسی سے تنگ ہیں۔ خانم نے ایک روز مجھ سے کہا۔

اور وہ تمہارے مٹھو سے۔ میں نے جواب دیا۔

ہم ان کی پھوسی کو...... دیکھ لینا ایک دن...... اچھا تو ہم کتا پالیں گے کیوں؟

کیوں میں نے ہنستے ہوئے کہا کیوں پالو گی؟

ہم پالیں گے کتا ایک...... اگر ہمارے مٹھو کو ان کی پھوسی نے کاٹا واٹا تو ہم اسے اپنے کتے سے کٹا دیں گے۔

کیا پاگل ہوئی ہو میں نے کہا۔

بگڑ کر خانم نے کہا پالیں گے چاہے جو ہو جائے ہم کتا پالیں گے جو کھا جائے ان کی پھوسی کو اور......

ہم ایک لگھڑ پالیں گے بھائی صاحب ایک دم سے کمرے میں گھس کر بولے جو کھا جائے تمہارے کتے کو۔

بڑی وہاں سے آئیں...... دیکھیں تو کون کتا پالتا ہے۔ بھابی جان نے کس کر

CyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

کہا۔

ہم...... ہم پالیں گے...... دیکھیں لوگ ہمارا کیا بگاڑ لیتے ہیں کڑک کر خانم نے کہا۔

دیکھنا ہے بھابی جان تو کہہ کر چلی گئیں بہتر! بھائی صاحب نے کہا ایک پکڑ تو ہو جائے سنو تو مگر وہ نہ آئیں تو پھر خانم سے کہا تم ضرور کتا پالو اور پھر وہ تمام برائیاں بیان کیں جو خانم کے بارے میں بھابی جان نے ان سے کی تھیں بلکہ کچھ اپنی طرف سے نمک مرچ ملا کر مگر خانم جانتی تھی کہ یہ لڑانا چاہتے ہیں اور کچھ غصہ اسے نہ آیا جب بھائی صاحب بھی چلے گئے تو خانم نے مجھ سے کہا۔

یہ پھوسی ایسے ٹھیک نہ ہوگی کھا جائے گی ہمارے مٹھو کو۔

تو کیا کتا ضرور پالوگی؟ میں نے کہا۔

کتا تو پالا جائے گا ہی مگر ایک ترکیب میں نے اور سوچی ہے مسکرا کر خانم نے کہا۔ اس کم بخت پھوسی کو ٹھیک نہ کروں۔

وہ کیسے؟

وہ ایسے کہ پھوسی کو ادھر آنے دو کسی روز موقعہ سے اس کو پکڑ کر کٹا دیں ہم اس کو اپنے مٹھو سے اس کا ایک لے کر پنجہ مٹھو کے منہ کے پاس کر دیں وہ قطعی کاٹ کھائے گا اس سے پھر مٹھو کا ڈر بھی جاتا رہے گا ورنہ یہ پھوسی ویسے ٹھیک نہ ہوگی دیکھتے نہیں کیسے گھورتی ہے اس کو۔

میں نے کہا رائے تو ٹھیک ہے اور خانم کی تجویز سے اتفاق کیا جائے بھائی صاحب سے میں جو صلاح کی تو انہوں نے بھی کہا ٹھیک ہے بلی ڈر جائے تا اچھا ہے چنانچہ اس کو ایک روز پکڑ کر میں نے اور خانم نے مٹھو سے ایسا کٹایا کہ وہ میرے ہاتھوں کو نوچ کر بھاگی بدقسمتی سے مٹھو نے بری طرح پھوسی کے کاٹا تھا۔

ہماری بلی کے پنجہ میں نہ معلوم کیا ہو گیا، بھابی جان چکراتی پھریں بھائی صاحب

ایسے موقعہ پر کب چوکنے والے تھے لگا دیا اصل واقعہ انہوں نے اور پھر لطف یہ کہ انکار بھی کر دیا کہ مجھے معلوم وہ وہ چومکھی ہوئی ہے کہ ادھر بھابی جان مٹھو کی جان کی دشمن ہو گئیں تو ادھر خانم نے پھوسی سے بیر باندھ لیا۔

(۶)

ایک روز کا ذکر ہے کہ کالج سے جو آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ برآمدہ میں ایک بڑا سا پلا بندھا دم ہلا رہا ہے خانم نے جھپٹ کر مجھ سے خوش ہو کر کہا۔

اس کا نام ٹائیگر رکھا ہے میں نے آج بڑا مزہ آیا بلی جان آئی تھیں اور ادھر ہمارے مٹھو کو گھورنے اور دوڑا جو یہ ٹائیگر ان کے پیچھے تو اگر کہیں بندھا نہ ہوتو تو کھا گیا ہوتا آج پھوسی جان کو تو ایک دم اپنے کمرہ میں پہنچیں۔

خانم نے اس کتے کو سول سرجن کے بنگلہ سے پکڑوا کر منگوایا تھا دو آنے کے پیڑے کھلائے اپنا کل ناشتہ کھلا دیا۔ یہ سب کیوں؟ سب محض مٹھو بیٹے کی خاطر غرض خانم بہت خوش تھیں۔

اتنے میں بھائی صاحب بھی ٹائیگر کر دیکھنے آ پہنچے۔

کہاں کا لینڈی پکڑوا لیا ہے تم نے؟ بھائی صاحب نے کہا۔

خانم بولیں پھر لے آیئے نا پھوسی جان کو جب لینڈی ہے تو لے آیئے نا۔

ذرا لانا تو پھوسی کو اپنی، بھائی صاحب نے بھابی جان کو پکار کر کہا۔ لانا ہماری پھوسی کو۔

میں تو نہیں لاؤں گی کم بخت کے پاس کاٹ کھائے گا یہ۔

بھائی صاحب نے زبردستی دوڑ کر اندر کے برآمدے سے پھوسی کو پکڑ لیا بھابی جان چیختی چلاتی رہ گئیں بھائی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر لٹک لٹک گئیں مگر وہ نہ مانے خانم کا مارے خوشی کے برا حال کہ اچھا ہے ذرا پھوسی صاحبہ کی درستی ہو جائے آخر کو بھابی جان بڑبڑاتی ہوئی کمرے میں منہ چھپا کر رونے لگیں۔

بھائی صاحب نے پھوسی کو دو پیر پیچھے سے پکڑ کو جو کتے کے آگے لٹکایا تو کتا بڑی زور سے بھونکا انہوں نے پھوسی کو جھولا دے کر آگے کیا اور پھوسی نے حفاظت خود اختیاری میں ٹائیگر صاحب کا منہ پنجے میں لے کر دونوں ہاتھوں سے تالی بجا دی دو تین مرتبہ جو ایسا کیا تو ٹائیگر صاحب کو جوش جاتا رہا پھر گھما کر بلی کو دو تین سڑا کے ٹائیگر صاحب کے گویا بلی کو کوڑا بنا کر ایسے مارے کہ خانم اپنے کتے کو بچانے دوڑیں بھائی صاحب نے پھوسی کو ٹائیگر پر دے مارا ادھر پھوسی جان بھاگیں اور ادھر ٹائیگر صاحب مضروب ہو کر دبک گئے۔

بھابی جان یا تو رو ہی تھیں یا ٹائیگر کی پٹائی پر شیشہ سے مسکرانے لگیں اور خانم کے چہرے پر بل پڑ گئے کہ ہمارے کتے کو کیوں مارا۔

* * *

پھر بھی ٹائیگر کی بڑی خاطر خانم کر رہی تھیں بھابی جان نے میاں چنوں کو یک آنہ دے کر ٹائیگر کی پسلی میں ایک غلہ رسید کرا دیا تو خانم نے دو آنہ خرچ کر کے پھوسی جان کی پیٹھ پر دو غلے لگوائے معاملہ دربار تک پہنچا تو میاں چنو رو کے گئے ورنہ انہوں نے اچھا مرہٹی سودا کیا تھا۔

کہاں تو ٹائیگر صاحب کی یہ خاطریں تھیں کہاں ایک روز جو کالج سے آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پٹاپٹ مسٹر ٹائیگر کے جوتیاں پڑ رہی ہیں بھابی جان کا برا حال ہے مارے ہنسی کے اور خانم کا پارہ ایک سو دس سے تجاوز کر گیا ہے معلوم ہوا کہ ٹائیگر سخت نالائق ہے بلایا گیا تھا پھوسی کو کاٹنے کے لیے اور اس نے یہ بے ہودہ حرکت کی کہ پھوسی جان سے بہن بھائی کا رشتہ قائم کر لیا بجائے اس کے کہ پھوسی کی چھاتی پر مونگ دلتا وہ اس سے کھیلنے لگا۔

بدذات ہے یہ کتا۔ خانم نے کہا نکالو اس کو ہمارے یہاں سے۔

بھابی جان ہیں کہ مارے ہنسی کے دیوانی ہو رہی ہیں بولیں وہ کہاں گئے میاں

ٹائیگر بہادر آئیں نہ ہماری پھوسی کو کھا جائیں ناشتہ بنا کر۔

غرض خوب خوب بھابی جان نے جملے چست کیے خانم نے میاں چنوں کو ٹھیکہ دے دیا کہ اب یہ نہ آنے پائے احاطہ میں کتا بھلا کاہے کو مانے پھر جو آیا تو خانم نے ٹھیکہ دار کو پکڑا اس کے آتے ہی بھابی جان دوڑیں۔

اے لو بھی وہ آئے ہیں میاں ٹائیگر اپنی بہن سے ملنے۔

ٹھیکے دار نے چمکار کر میاں ٹائیگر کو بٹھا کر مارا جو ہے کس کر...... ان کی دم پر پھاوڑا تو چار انگل دم کاٹا ہوا زمین در آیا اور ٹائیگر دم چھوڑ کر ایسے بھاگے کہ بھول کر اس طرف کا رخ تک نہ کیا یہ ترکیب تھی جس کے بل بوتے پر میاں چنوں نے خانم سے آٹھ آنہ میں ٹھیکہ لے لیا تھا کہ اگر بنگلہ کی طرف رخ بھی کر جائے تو دوگنا جرمانہ۔

(۷)

اس دوران میں خانم کو ایک بلی مارنے والے کتے کی سخت تلاش تھی کئی کتے آئے اور واپس کیے گئے چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک بڑا کتا منگوا لیا گیا چونکہ پسند ہونے وار کام کا نکلنے پر دو روپے انعام مقرر تھا لہذا بہشتی کا لڑکا روز دو ایک لاتا تھا۔

مٹھو بیٹے اپنے پنجرے پر گوشت کا سا لوتھڑا بنے بیٹھے تھے سامنے میں بیٹھا تھا اور خانم کتے کے گذشتہ بلیاں مارنے کے کارناموں کی تحقیق کر رہی تھی اور ایک بسکٹ کا ٹکڑا کتے کو کھلا رہی تھیں کہ ایک چیل اوپر سے منڈلائی اس غریب چیل نے دیکھا کہ گوشت کی بوٹی کیسی ہو نہ معلوم مٹھو بیٹے کو وہ کبوتر کا بچہ سمجھی یا مضغۂ گوشت یا پھر اس نے ان کی لال چونچ نہیں دیکھی شاید بھوکی ہوگی بے حد لہذا ایک جھپٹا مار کر آ پڑی ادھر سے ٹیں ٹیں ہوئی اور ادھر خانم ہائے میرا مٹھو کہ کر رہ گئیں مگر کتا رسی چھڑا کر بڑے زور شور سے چیل کی گستاخی پر بھونکا اور اچھلا اور پھاندا ٹیں ٹیں اوپر سے آواز آئی کس حسرت سے خانم دیکھ رہی تھیں۔ اور چیل کی طرف آنکھوں میں آنسو آ گئے

دیکھتے دیکھتے چیل نے ایسا بل کھایا جیسے اس کے گولی لگی تڑپ گئی بلبلا گئی اور مٹھو اس کے پنجے سے چھوٹ کر قسمت کی خوبی تو دیکھئے کہ بنگلہ کے چھپر پر گرے اور وہاں سے بے تحاشا لڑھک کر نیچے آئے گرتے ہیں کسی بدحواسی سے برآمدہ میں وہ بھاگے ہیں میں عمر بھر نہ بھولوں گا دوڑنے میں بے بال و پر کے بازوؤں سے جو امداد لے رہے تھے وہ لے رہے تھے مگر چونچ زمین میں گاڑ گاڑ کر انہوں نے جو ڈبل مارچ کیا ہے وہ قابل دید تھا۔

میرا مٹھو کہہ کر خانم نے اٹھا کر انہیں پیار کیا تعجب ہے کہ بالکل صحیح و ثابت تھے۔ صرف تین جگہ چیل کے پنجے البتہ گڑ گئے تھے جب ذرا اطمینان ہوا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب پاس ہی میں نے جہاں وہ گرے تھے چیل کے پنجے کے ایک انگلی صاف کتری ہوئی پائی جوان کی چونچ میں چپکی چلی آئی تھی چونچ دیکھی تو اس میں بھی چیل کے پنجے کی کھال چمٹی ہوئی تھی۔

نہ پوچھیے کہ خانم کو کیسی خوشی ہوئی چیل کی انگلی اٹھا کر فوراً ایک ایک کو دکھائی اور آخر کو اسپرٹ میں ڈال کر وسلین کی خالی شیشی میں رکھ دی کہ مٹھو بیٹے کی چیل سے خوفناک جنگ کی یادگار رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مٹھو بیٹے نے کام تو ایسا ہی بہادری کا کیا تھا چنانچہ اس کی خوشی میں خانم نے مٹھو بیٹے کے پروں میں سونے کے دو چھلے ڈلوائے اس پر جل کر بھابی جان نے ریمارک پاس کیا۔

اخاہ نہ طوطے میں طوطا کم بخت لال لال جیسے گوشت کا تکا آج بچ گیا تو کیا ہوا کل پھر کوئی چیل کوا جھپٹ لے جائے گا۔ آج کو انہوں نے چیل کا پنجہ رکھا ہے بوتل میں کل کوئی شیر کا پنجہ رکھ لیں گی کہ یہ بھی مٹھو نے مارا ہے۔ ان کے مٹھو نہ ہوئے رستم ہو گئے کہیں کے جوان کے پیروں میں سونے کے کڑے ڈالے گئے ہیں۔

اس سلسلہ میں وہ قابل ستائش جوش و خروش جس کا اظہار کتے صاحب نے کیا تھا بے حد پسند کیا گیا اور فوراً باندھ لیے گئے۔

بھائی صاحب نے جب سنا کہ نیا ٹائیگر آیا ہے تو وہ پھر لائے پھوسی جان کو بھابی جان بھی ہنستی آئیں اور کہا پھوسی کے بڑے بھائی آئے ہیں گلے ملائیے ان سے پھوسی کو۔

جیسے ہی انہوں نے پہلی مرتبہ پھوسی کو لٹکایا ہے تو نئے ٹائیگر نے ان کا گلا دبایا۔ ہائے میری پھوسی، بھابی جان تڑپ گئیں اور ادھر میں نے کتے کو مارا بہ مشکل پھوسی کی جان بچی۔

یہ معاملہ ٹیڑھا ہے۔ بھائی صاحب نے کہا اب تمہاری پھوسی کی خیر نہیں ہے۔ انہوں نے بھابی جان سے کہا۔

کتا تمہارا بے ڈھب ہے انہوں نے خانم سے کہا اور خانم اس وقت پھولی نہ سماتی تھیں ان کی خوشی قابل دید تھی۔

لائیے نا اپنی پھوسی جان کو اے وہ کہاں گئیں پھوسی جان ان کے بڑے بھائی آئے ہیں ذرا گلے تو مل لیں بھیا سے۔

غرض بے طرح ان نئے ٹائیگر کی کارگذاری پر خوش تھیں بھائی صاحب نے انہیں بھی کھلوایا بھابی جان پھوسی کو چھپائے منہ پھلائے بیٹھی تھی اور کوس رہی تھیں اس خونی کتے کو اب جو وہ چھوٹا تو لگا ادھر ادھر سونگھنے خانم اس سے بے طرح خوش تھی اور بسکٹ لے آئی اور اس کو ٹکڑے ڈال ڈال کر کھلا رہی تھی اور طعنے دے رہی تھی ذرا لائیے تو اپنی پھوسی جان کو ذرا بلوائیے تو بہن کو گلے ملے بھائی سے۔

شامت اعمال کہ مٹھو بیٹا کمرہ سے نکل کر چھت پر چڑھ رہے تھے کسی نے نہ دیکھا ٹائیگر صاحب نے جو انہیں دیکھا تو بھوں کر کے چھت پر...... چیخ کر خانم سمجھی کہ مجھے لپٹ گیا ٹیں ٹیں کی آواز تو آئی اور پھر ٹائیگر صاحب مٹھو بیٹے کو لے کر منہ میں بھاگے تو آج تک واپس آتے ہیں بہت کچھ میں نے اور بھائی صاحب نے پیچھا کیا مگر ٹائیگر کی گرد بھی نہ ملی۔

خانم کے غم و اندوہ کا اگر ٹھکانہ نہ تھا تو بھابی جان کی خوشی کا اندازہ لگانا بھی ناممکن کس طرح ایک چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی تو دوسرے چہرے پر یکسر خوشی کی درک جلوہ گر تھی پھر اس پر بھابی جان کا مذاقیہ نوحہ ہے ہے مرے مٹھو رستم تھا سکندر تھا ہے ہے مرے مٹھو مجھے نوحہ یاد نہیں سب باتیں اس میں تھیں کہ چیل کو مارا اور نہ معلوم کیا کیا کام کیے۔

خانم نے اس روز کھانا بھی...... مٹھو کے غم میں نہ کھایا اور دوسرے روز نوحہ کی وجہ سے بھابی جان سے خوب چھنی۔

اور بھابی جان آج تک کہتی ہیں چاہ کن را چاہ در پیش۔ لوگوں نے کتے پالے تھے ہماری پھوپی کو کٹانے کے لیے جو دوسروں کا برا چاہے خود اس کی خرابی ہوتی ہے دیکھ لو نہ ہماری پھوپی کو مزے سے اپنے گھوم رہی ہے اور لوگوں کے مٹھو کا جو حال ہوا معلوم ہی ہے۔

خانم جل کر بلی کو دیکھتی ہیں اور کہتی ہیں ٹھہر جا پالا ہو اب کے ایسا کتا جو دو ٹکڑے کر دے تیرے۔

IqbalCyberLibrary ©2002-20

ہنس مکھ موہن

جب میں برابر کے بنگلہ کے سامنے سے گزرتا ہوں تو ذرا غور کیجئے کہ چھوٹے چھوٹے بچے میرے پیچھے دوڑتے ہیں غصہ میں آ کر اگر ایک بلا دکھاتا ہے تو دوسرا ہوائی بندق کا نشانہ لیتا اور تیسرا گھونسہ تان کر دوڑتا ہے سب مجھ سے پوچھتے ہیں کہ بھئی آخر کیا معاملہ ہے یہ بچے تم سے اتنے کیوں خفا ہیں؟ عموماً میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ بچے ہیں مگر آج اصل قصہ سن لیجئے۔

مگر قبل اس کے کہ میں اصلی قصہ بیان کروں ایک نئی مثل سنئے آپ نے سنا ہوگا۔ کہ چپڑی اور دو دو مگر ایک روز معاملہ ہی اور پیش آیا یعنی چپڑی اور تین تین۔

(۱)

ایک تو ملی ڈگری اس کی خوشی دوسرے گولڈ میڈل کی خوشی اور تیسرے بھتیجے کے خطاب کی خوشی لہذا چپڑی اور تین تین۔

* * *

ڈگری چاٹتے اور میڈل چومتے یونیورسٹی سے گھر پہنچے تو اور بھی دل کی کلی کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ بھائی جان کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا اور چہرے پر مسرت کی بجلیاں کوند رہی ہیں اور کیوں نہ ہو ہمارا پیارا بھتیجا جان سے عزیز بھتیجا چاند کا ٹکڑا باپ کی جان تو چچا کا ایمان خطاب پا گیا اور ایک ٹین کا میڈل جیت لایا بے بی دشو میں گیا اور وہاں سے ''ہنس مکھ بچہ'' کا خطاب مع ایک ٹین کے میڈل اور بہت سے کھلونوں کے ملا اور پھر بچہ بھی واقعی ہنس مکھ ٹھہرا رونا تو جانتا ہی نہیں بس ایک پھول ہے کہ کھلا ہوا ہے ایک کنول ہے کہ بس مسکرا رہا ہے اور دراصل یہی وجوہات ہیں جو مجھے اپنا بھتیجا اس قدر پیارا ہے مجھے اپنے پیارے موہن سے اتنی محبت ہے جتنی کہ ایک چچا کو اپنے ہنس مکھ اور چہیتے بھتیجے سے ہو سکتی ہے ابھی گئے مہینہ کا تو ذکر ہے کہ

بھابی جان اپنے گھر گئیں تو بار بار آنکھیں موہن کو ڈھونڈتی تھیں اور میں گاتا پھرتا تھا ‘‘ہم نے ایسے چھپے موہنا جیسے چاند چھپے اندھیری بدری اور اس اندھیری بدری’’ والے گیت پر دو چار مرتبہ خانم نے کہا کہ ایسے فضول گیت مت گایا کرو پھر اپنے عزیز از جان موہن طولعمرہ سے اظہار محبت کا طریقہ بھی میں نے خوب نکالا تھا کس کس کے گھونسے دیتا کلے نوچتا کاٹا مارتا جھکولتا اور الٹا لٹکاتا کیسے کیسے گھونسے دیتا کہ بھابی جان آگ بگولا ہو کر دوڑتیں اور اس کے جواب میں موہن کا منہ میں ایک طرف کر دیتا کہ ہنس رہا ہے دیکھ لو تم کون لڑنے والی؟ وہ بھی ایک دم سے ہنس دیتیں کہ اچھا ہے کم بخت چار چوٹ کی مار کھاتا ہے اور بے حیا روتا نہیں؟

چنانچہ اس وقت جو میں آیا ادھر تو اپنے تمغہ کی خوشی ادھر بھتیجا کے تمغہ کی خوشی موہن ہار پہنے ہوئے بیٹھا تھے میں نے لپک کر موہن کو اول تو کلیجہ سے لگا کر بڑے زور سے دبایا اتنے زور سے کہ ان کے منہ سے عربی کوئی گردان نکلی پھر گال نوچے پھر الٹا لٹکا کر چارپائی پر ڈال کر گھونسے رسید کیے بھابی جان اتنی مار پر بگڑ جاتی تھیں مگر اس وقت تو باغ باغ ہو رہی تھیں اور اس کو امتحان تصور کر رہی تھیں بولیں۔

جناب ہمارا بچہ سینکڑوں بچوں میں ہنس مکھ کا خطاب جیت لایا اور کوئی ہوتا ابھی رو چکا ہوتا...... مگر بھئی اب مارو مت یہ کہہ کر موہن کو لے لیا موہن کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور وہ ہنس رہے تھے۔

پھر بھابی جان بولیں مجھے مخاطب کر کے نہ ہوئے وہاں تم بس دیکھتے کہ کیسے کیسے بچے تھے ایک ادھر رو رہا ہے اور ایک ادھر رو رہا ہے بس کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

(۲)

یہ لیڈیز کلب ایسی نالائقی ہے کہ اس کا وجود کم از کم میری عقل میں تو آج تک نہ آیا کہ کس مرض کی دوا ہے کہ نشستند و گفتند و برخاستند کے بجائے وہاں ہوتا ہے۔

دیدند و خوردند و برخاستند ۔

* * *

اتوار کا دن تھا اور میں آری بسولہ لیے اپنی میز میں پایہ ٹھونک رہا تھا گھر میں سناٹا تھا اور کوئی نہ تھا سوائے بھابی جان کے جو نیم کے درخت کے نیچے بیٹھی کچھ بن رہی تھیں اور پاس ہی میاں موہن سو رہے تھے بات دراصل یہ تھی کہ آج لیڈیز کلب میں خانم کی طرف سے مجھے تمغہ ملنے کی دعوت تھی اور چونکہ موہن کے خطاب ملنے کی دعوت میں خانم بوجہ دردسر نہ جا سکی تھی لہذا بھابی جان کی بھی طبیعت آج کچھ گری گری سی ہو گئی تو کون تعجب ہے قصہ مختصر گھر میں سناٹا تھا میں اپنے کام کاج میں مشغول تھا اور بھابی جان اپنے کام میں مشغول تھیں ۔

میں آری چلانے میں مشغول تھا کہ بھابی جان میرے پاس آئیں اور تیزی سے بولیں بھیا ذرا ہمارے موہن کو دیکھتے رہنا ہم جھپٹ کر ذرا ریشم لے آئیں یہ کہتے ہوئے انہوں نے پشت والے بنگلہ کی طرف انگلی اٹھائی جہاں ان کی سہیلی رہتی تھیں ۔

سب کچھ مجھے آتا ہے مگر جناب بچے کھلانے کے ہنر سے میں واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہی نہیں خواہ وہ کتنے ہی پیارے ہوں چاند کے ٹکڑے ہوں یا آنکھ کے تارے ہوں یا خود میرا دین و ایمان ہوں مگر جناب ان کی ذمہ داری لینا میں کسی طرح ضمانت کے قصوں سے کم نہیں سمجھتا ۔

بھابی جان کے سوال کے جواب دینے میں مجھے ذرا تامل تھا بات دراصل یہ ہے کہ عزیز از جان موہن مجھے پیارے اور بے حد پیارے ہیں اور بے شک پیارے ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ روتے مچلتے نہیں وہ اور بات ہے کہ اصولاً روئے، تفریحاً روئے مذہباً روئے یا پھر کسی موقعہ پر انتقاماً یا ضرورتاً روئے مگر رونے منہ دھونے وہ قطعاً نہیں لیکن اس کے یہ معنی تو قطعی نہیں ہوئے کہ بھابی جان نے موہن

کے ملازم کو اگر اخلاقاً کلب بھیج دیا تو اس کی قائم مقامی ہم کریں پھر یہ بھی معاملہ غور طلب تھا کہ موہن آخر بچے ٹھہرے بھابی جان ادھر رخ کریں اور ادھر موہن اٹھ کر اپنے ان تمام حقوق آسائش کا مطالبہ کریں یا مطالبات کا اعادہ کریں جو ان کو بحیثیت موہن ہونے کے بہ سلسلہ رائج ضروریہ حاصل ہیں یا پھر کون ٹھیک ایک پانچ منٹ کھیل کھال وہ بے خبری میں کہیں میری نحیف جسم کا ہی کوئی حصہ انہی حوائج ضروریہ کے لیے منتخب کرلیں تو ایک مصیبت ہی تو رہی اور پھر ویسے بھی میں کسی بچے کا چارج لینے کے لیے ناموزوں ہوں موہن کی محبت اور چیز رہی مگر اس کے یہ معنی تو نہیں ہونا چاہئیں لہذا میں بھابی جان سے صاف صاف کہہ دیا۔

یہ علت ہے۔

کیوں؟

جاگ اٹھا تو،

ابھی تو سویا ہے۔

تمہیں ڈھونڈنے لگا اور رو دیا تو،

خدا نہ کرے ہمارا بچہ کیا رونا ہے (لفظ رونا پر زور تا کہ میری توجہ مبذول ہر کہ اس معاملہ میں یہ تمغہ یاب ہے)

اور جو مچلا او چلا،

نہ وہ مچلے۔

جاگ اٹھا تو۔ میں نے پھر پہلے والا سوال اٹھایا۔

توبہ ہے کہتی ہوں نہ ابھی آئی ابھی دو قدم کا فاصلہ اور اتنی دیر میں وہ جاگ بھی اٹھے گا رونے بھی لگے گا اور مچلنے بھی لگے گا۔

تب پھر مجھ سے کہنے سننے کی کیا ضرورت۔ چلی جاؤ یا میرے سپرد کرنے کی کیا ضرورت؟

All rights reserved ©2002-2006

ضرورت یہ کہ بچہ پھر بچہ ہے کہیں جاگ کر چارپائی سے نہ گر پڑے میں فوراً کی فوراً پہنچ گئی اور اتنے میں وہ گر پا اور اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ گئی یا ہاتھ پاؤں میں موچ آ گئی تب میں کیا کروں گی بس تم ذرا ادھر نگاہ رکھنا کہ چارپائی سے نہ گر پڑے اور بس۔

ذرا غور فرمائیے کہ عورتوں کی بھی کیا عقل ہوتی ہے بھلا بتائیے ہمارے موہن کو موچ ووچ سے کیا تعلق کہیں گول چیز میں کم از کم میں نے تو موچ آتے سنی ہی نہیں اگر آلو میں موچ آ سکتی ہے تو ہمارے موہن میں بھی رہ گیا چوٹ لگنا اور ہڈی کا ٹوٹنا تو چوٹ تو میاں موہن کے محض چارپائی سے گرنے سے لگنے سے رہی اور اب رہ گئی ہڈی تو وہ زمین سے کالے کوسوں دور رہے گی خواہ وہ کسی کروٹ بھی کیوں نہ گریں گوشت پوست رہا تو اس کو تو آں عزیز یوں ہی دن بھر گر گر کر یا پٹ پٹ کر یا دوسرے عجیب وغریب طریقوں سے مضبوط کرتے رہتے ہیں مگر جناب یہاں تو وہ مضمون تھا کہ۔ بایں ہمہ عورتاں بباید ساخت۔

کون عورتوں کے دماغ میں عقل کے انجکشن دیتا پھرے چنانچہ یہی ہم نے سوچا کہ چارپائی کی طرف نظر رکھنے میں ہمارا نقصان ہی کیا اور پھر ہم نے نہ بھی اس طرف توجہ رکھی اور بالفرض موہن اس پر سے گر بھی پڑا تو کون ان کے چوٹ لگنے کو بیٹھی ہے یا بھابی جان دیکھنے کو اور علاوہ ان سب باتوں کے منٹ بھر میں تو وہ آ جائیں گی چنانچہ کہہ دیا ہم نے بھابی جان سے کہ اچھا ہم چارپائی پر سے نہ گرنے دیں گے ...... مگر تم جلدی آنا ذرا۔

ابھی آئی ابھی، یہ کہہ کر بھابی جان جیسے ہوا ہوئیں۔

ارے، میں نے پکار کر کہا، سنو تو۔

کیوں کیا ہوا؟

اور جو جاگ ...... تو ...... جاگ اٹھا تو ہم نہیں جانتے بس چارپائی سے نہ گرنے

دیں گے۔

بس بس میں ابھی آئی یہ کہہ کر وہ ہوا ہو گئیں میں اپنے کام میں بدستور لگ گیا۔

(۳)

میں اپنے کام میں مشغول تھا اور بھابی جان کے نہ آنے کا کچھ خیال بھی نہ تھا کہ ایک دم سے آواز آئی چر......

میں نے چونک کر چارپائی کی طرف نظر کی موہن چادر کے نیچے کلبلائے پھر آواز آئی......ر......ر......چیں وہ اٹھ کر بیٹھ گئے ایک دم سے اور اپنے کو چادر میں ملفوف پا کر اس تیزی سے اس سے ناکامی کے ساتھ آزاد ہونے کی کوشش کی کہ میں دوڑا کہ مبادا آں عزیز گر نہ پڑیں اس کا شاید آں عزیز کو علم ہو گیا ہوگا جب ہی تو میرے پہنچنے سے پیشتر ہی گر پڑے اور چوٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ شاید اپنا منہ وغیرہ بے طرح لپٹا ہونے کے خلاف انہوں نے ایک صدائے احتجاج بلند کی میں نے دوڑ کر جو انہیں چادر کے لفافہ سے نکالا تو میں کیا عرض کروں کہ وہ کس طرح اپنے خطاب ہنس مکھ اور اس کے تمغہ سے بے زاری پر تلے ہوئے تھے کہ جیسے کوئی خان بہادر ایک دم سے کانگریس کمیٹی کا صدر ہو گیا اور اب بڑے شد و مد کے ساتھ خطاب واپس کر رہا ہے مع تمغہ۔

میں نے ان کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اٹھانے کی نیت سے ہاتھ بڑھائے تو انہوں نے دو کہنیاں کس صفائی سے اپنی پشت کی طرف جھٹک ایک چراٹا بھرا ہے اور چار مرتبہ اپنی معصوم اور گداز ٹانگوں کو ایک نظام کے ماتحت باری باری سے سیکڑا اور پھیلا ہے کہ لفظ مچلنے کی تفسیر ہو کر رہ گئے او ساتھ ہی اپنے پیارے پیارے ہونٹوں سے انہوں نے ایک گول مٹول صفر بنا کر اس میں سے سور اسرافیل پھونک دیا۔

میں نے پیار کر کے انہیں جو زبردستی اٹھایا تو پہلے تو وہ قوسین صغیر بن گئے درحالیکہ رو رہے تھے پھر "انورٹڈ کاما" کا شکل اختیار کر کے ایسے ریشہ خطمی ہوئے کہ

مجھے مجبوراً انہیں لٹکا کر اس جگہ لے جانا پڑا جہاں میں کام کر رہا تھا اور میں نے ان کی طبع موزوں اور ذوق سلیم کا لحاظ کرتے ہوئے بڑے زور سے آری پر چھینی اور ریلیں مار کر سامان دل چسپی مہیا کرنے کی بے سود کوشش کی مگر وہ اس وقت عاطل بالعمل تھے اور بجز اللہ یا اماں کی حق سرہ کے ان کے پاس کچھ نہ تھا میں نے دیکھا یوں کام نہ چلے گا تو دوڑا اپنے کمرہ میں اور وہاں سے امرود کی جیلی کا ڈبہ لایا اور اس انگلی ان کے منہ میں دی لیکن اس کا یہ اثر ہوا کہ اب انہوں نے منہ چلانا اور رونا دو کام بیک وقت اپنے ذمہ لے لیے میں نے پھر اسی عمل کو دہرانا چاہا تو انہوں نے اپنی مخصوص آواز چر کے ساتھ اپنا ہاتھ میری انگلی پر مار دیا اور فریاد کی لے میں ترقی کر دی۔

اب میں گھبرا گیا پریشان ہو گیا اے او ظالم حوا کے بیٹے یہ تجھے کس نا اہل نے ہنس مکھ کا خطاب دے کر مجھ پر ستم ڈھایا ہے؟ یا میرے اللہ کیا کروں؟......

کچھ سوچ کر میں نے اس رونے کی مشین کو اٹھا کر کندھے پر رکھ لیا اور پھر اس کے بعد میں نے کیا کیا؟ سنئے پہلے تو بڑے زور سے بکری کی آواز منہ سے نکالتا ہوا دوڑا ایک مونڈھا بیچ میں آیا اسے پھاند گیا سیدھا چارپائی پر چڑھ کر وہاں سے دھما کہ کر ڈگ بڑھا کر کودا سامنے کونے میں ایک پرانا کنستر رکھا تھا اس کی طرف دوڑا اور اس کو ٹھوکروں سے فٹ بال کی طرح لڑھکاتا صحن کے دوسرے کنارے تک لے گیا۔

کامیابی سے میری باچھیں کھل گئیں میں نے پیارے موہن کے چہرے پر نظر ڈالی کیا ہنس مکھ بچہ ہے! میں رک گیا اور میں نے پیار جو کیا تو وہ بولے چر......ر......، مگر بگڑ گئے اور میں پھر دوڑا......۔

اس شغل میں دل چسپی کہاں تک ہے اس کا سوال نہیں بلکہ عرض یہ کرنا ہے کہ لاکھ جوان سہی مگر حضرت کہاں تک دوڑیں مگر ہم دوڑانے پر راضی اور تیار ہی نہیں تھے بلکہ ہر ممکن کوشش اس میں صرف کر رہے تھے کہ ہمارے پیارے موہن نے اب

یہ مشغلہ ناپسند کر دیا اور کندھے پر اس بے طرح مچلے کہ جیسے نیوٹن کا گرنے گرانے کا نظریہ ہی غلط ہے یا پھر وہ کندھے کو فرش سمجھے کہ جہاں سے گرنا ہی ناممکن ہے اب چپ کے بجائے انہوں نے لفظ اماں بڑی لے کے ساتھ کہہ کہا مم بچوں کی لغت میں مم کے معنے پانی کے ہیں اہو ہم نے کہا پیاسا ہے چنانچہ دوڑ کر پانی لائے تو انہوں نے کٹورے میں ہاتھ مار کر غصہ سے ایسا لوٹا کہ سب اپنے اوپر ہی گرا لیا اور بڑے زور سے اب رونا مچانا دھاڑنا، بلبلانا اور شور کرنا شروع کر دیا۔

اب انہیں راضی اور چپ کرانے کے لیے میں نے دنیا کے جتن کرنا شروع کیے ایک لڈو لایا جو انہوں نے پھینک دیا کھلونے لایا جس سے وہ بے زار ہوئے بڑا سنگار کا آئینہ نکالا جس کے وہ بے حد شائق تھے مگر اس کی طرف انہوں نے دیکھا بھی نہیں بسکٹ اور چاکلیٹ بھابی جان کے کمرے سے لایا جو ان کی مرغوب غذا تھے مگر انہوں نے یہ بھی پھینک دیئے ٹین کو لکڑیوں سے بجایا خود ان کے سامنے کھڑے ہو کر طرح طرح کی آوازوں کے ساتھ ناچا اور کودا ڈبے لڑکھائے مونڈھا دوڑایا ڈلیا کو زمین پر لٹو کی طرح نچایا۔ پھر ایک کٹورے میں کنکر ڈال کر اسے نچایا تالیاں بجائیں اتنی کہ ہتھیلیاں لال ہو گئیں مگر وہاں تو ایک سر تھا کہ الاپا جا رہا تھا اما آ...... آ ...... ں میں اب تنگ آ کر اور موہن کو روتا بلکتا چھوڑ کر بھابی جان کو برا بھلا کہتا ہوا اپنے کام پر آلا۔

میں نے دل میں کہا اے موذی موہن تو ادھر اپنے خطاب سے بے نیاز ہو کر اپنا رونے کا مشغلہ جاری رکھ اور ادھر میں تیرے مشغلہ سے بے نیاز ہو کر اپنا مشغلہ جاری کرتا ہوں، یہ کہہ کر میں آری چلانے میں مشغول ہو گیا۔

تھوڑی دیر تو کچھ نہیں مگر بہت جلد مجھے معلوم ہو گیا کہ ایسی صورت میں لکڑی چلانا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے جبکہ خود میرے سر پر ماسٹر موہن کی پاٹھ دار آواز کا آرہ چل رہا ہو، میں لکڑی کو اور میاں موہن میرے سر کو بے دردی سے چیر رہے تھے۔

اب میں جل بھن کر کباب ہو کر دندناتا ہوا موہن کے پاس پہنچا میں نے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ ٹکا کر جھک کر دہاڑ کر کہا اے موذی موہن اور خدائی فوجدار، او عذاب النار، اے خدا کی بلند آواز لاٹھی یہ تجھے آج تجھے کیا ہو گیا یا اللہ میرے اوپر رحم کر اپنے غریب و نحیف چچا پر رحم کر او نا ہنجار بدکردار بھتیجے تجھے بھابی جان سمجھیں اور انہیں بھائی صاحب اچھی طرح سمجھیں جو میری جان حزیں کے لیے تو اس وقت قہر خداوندی ہو رہا ہے کیا عذاب کسی دوسری چیز کا نام ہے کیا گنا ہگار چچاؤں پر وہاں جہنم میں تجھ جیسے بھتیجے ہی تعینات ہوں گے؟ کیا جہنم کا سیکرٹری کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟

ارے بھئی کیا ہوا؟...... بھائی صاحب کی آواز آئی مڑ کر میں نے دیکھا کہ چلے آ رہے ہیں۔

یہ آج مجھے مارے ڈال رہا ہے میں نے بیٹے کی شکایت باپ سے کی اور بھابی جان کو بتایا کس طرح کھو گئی ہیں وہ بھی آ گئے اور کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر موہن کی طرف دیکھنے لگے موہن نے پدر بزرگوار کو دیکھ کر یا پھر یونہی اس وقت اپنا وہ حال کر رکھا تھا کہ بیان سے باہر آپ نے دیکھا ہو گا کہ بچے ڈورے کے ذریعہ سے لٹو گھماتے ہیں اور وہ اس تیزی سے زمین پر گھومتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ جم کر وہیں رہ گیا اس کو کہتے ہیں کہ سن ہو گیا یہی حال موہن کا تھا اس زور سے انہوں نے سانس کھینچ کر مگر منہ کھول کر حبس دم کیا تھا کہ بیان سے باہر رونے کے ان مدارج علوی کو وہ طے کر رہے تھے جہاں پہنچ کر اہل دنیا کے لیے تمیز مشکل ہوتی ہے کہ مرشد رو رہے ہیں یا ہنس رہے ہیں۔

بھوکا ہے، بھائی صاحب نے تجویز کیا۔

جب ہی تو مجھے کھائے جا رہا ہے۔ میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد میں اور بھائی صاحب نے مشترکہ طور پر موہن پرستی شروع کی

تھوڑے بہت وہی عمل دہرائے گئے اور بعد ناکامی اب سوچے کہ کیا کریں۔

کیا کریں اب؟ بھائی صاحب نے پوچھا۔

میرے پاس بھلا اس کا کیا جواب تھا خاموش رہا۔

ماریں اسے۔

اوہو، میں نے دل میں اس دوا کا خیال بھی نہ آیا تھا، بھائی صاحب نے زور سے کڑک کر چانٹا تانا چپ چو...... پ چوپ کر کے گرج کے دھمکیاں دینی شروع کیں اور چلائے خوب دھمکایا اور ایک گھونسا بھی یونہی سا مار دیا مگر سب بے سود اب کیا کریں۔

ابے ابو کے بچے، تنگ آ کر بھائی صاحب نے موہن کے آگے جھک کر ان سے چیخ کر کہا۔

ایسے یہ نہیں مانے گا وہ بولے اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر مجھ سے کہا تم اس کی ٹانگیں لو۔

اب میں سمجھا کہ شاید وہ جو سنا تھا ہر ہم والدین کا بہت پرانا جملہ کہ نالائق تیری ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا تو شاید یہی طے کر لیا ہے انہوں نے وہ باپ ہیں میں نے دل میں دنیا مجھے کیا کہے گی لہذا میں چپ رہا لیکن انہوں نے پھر کہا اماں پکڑتے بھی ہو، اور ادھر میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ بچوں کی ٹانگیں چیر کر پھینک دینے کے میں سخت خلاف ہوں چنانچہ میں نے کہا۔

کیوں؟

اسے زور زور سے جھلائیں گے۔

ٹھیک میں نے دل میں کہا اور پھر ہم دونوں نے اس خونی بچے کو پکڑ کر جھٹکے اور جھولے دینے شروع کیے ہیں تو اس کا سانس روک روک دیا گیا۔ یہ تغیر بڑا مفید ثابت ہوا موہن کچھ چپ سے ہوئے کچھ فلسفیانہ سنجیدگی ایک دم سے چہرہ پر آ گئی حتیٰ

کہ بھائی صاحب بولے کہ اب چپ ہو جائے گا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ خاموشی کسی فتنہ محشر کا پیش خیمہ بھی ہوتی ہے ایک دم سے ارے کہہ کر مجھے بغیر کسی قسم کا نوٹس بھائی صاحب دیئے ہوئے موہن کی ٹانگیں چھوڑ دینا پڑیں اور بھائی صاحب کو مجبورا جھوک سنبھالنے کے لیے موہن کو بغل میں سنبھالنا پڑا مگر ساتھ ہی ایک ماحول کے ساتھ انہوں نے موہن کو زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ بس یہ سمجھے کہ ہم دونوں بھائیوں نے اس چھوٹے سے پیارے موذی کو مار نہیں ڈالا بس یہی غنیمت ہوا۔

* * *

اب ایک عجیب وغریب معمہ بلکہ گورک دھندا حل کرنا پڑا آپ نے دیکھا ہو گا کہ بازار میں طرح طرح کے لوہے اور پیتل کے تار کے گورک دھندے بکتے ہیں ایک چھلے کو دوسرے میں سے نکالنا کسی حلقہ کو ظاہرا ناممکن صورت میں دوسرے راستہ سے دو طریقے سے نکال لینا مگر اب سب میں مشکل گورک دھندا ہوتا ہے جو بظاہر بالکل سہل معلوم دے اسی قسم کا معمہ یا گورک دھندہ ہمارے سامنے درپیش تھا یعنی ماسٹر موہن کی قمیض مع بنیان و جاکٹ کے اتارنا ہم دونوں نے جو اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے تو صحیح عرض کرتے ہیں کہ وہ موہن جو ایک متحرک شے ہو رہے تھے اور برابر رو رہے تھے بنیان اور قمیض وغیرہ میں کچھ اس طرح الجھ کر رہ گئے کہ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے بازو ان کی پشت پر ہیں پنجہ کی جگہ کہنی واقع ہوئی ہے اور بازو کی جگہ پنجہ ہے اور سر تو اس طرح بازوؤں کی قینچی میں پھنس کر رہ گیا کہ سمجھ ہی میں نہ آیا کہ بنیان قمیض کے اوپر ہے یا قمیض جاکٹ اور بنیان کے اوپر۔

قصہ مختصر وہ اس طرح الجھ گئے جیسے پتنگ کی ڈور اسی دوران میں جبکہ ان کی بے طرح کی چیخ و چنگھاڑ میں وہ ہولی ہے...... ہے کی مجسم تفسیر بنے ہوئے تھے بھائی جان بقول مسٹر رشید احمد صدیقی اس طرح پہنچیں جیسے کوئی برٹش ٹریڈ ناٹ بل کھاتا

دندناتا پیغام صلح لے کر جا رہا ہو۔ موہن کا یہ حال کہ ادھر وہ اس طرح قمیض اور بنیان میں گئے پڑے ہوئے کہ جیسے کسی چڑیا کے پروں میں گانٹھ دے دی ہو اور ادھر بھابی جان نے پہنچتے یہ چیخ ماری مار ڈالا میرے بچے کو۔

ہم دونوں اس معصوم اور ہنس مکھ بچے کو چھوڑ کر بھابی جان کی جان کو آ گئے بھائی صاحب گرجے تو میں برس پڑا گھر کا گھر لیڈیز کلب سے آ گیا تھا بھابی جان بھلا کیا جواب دیتیں مگر میں جان کو آ گیا بات دراصل یہ ہوئی بھابی جان یہاں سے لپک کر گئیں اپنی سہیلی بانو سے ریشم لینے اور وہ اللہ کی بندی انہیں اسی طرح پکڑ کر لیڈیز کلب لے گئی چھوٹا ہی نہیں ذرا غور کیجیے یہ پکڑ کر۔

اب بتائیے کہ مجھے غصہ کیسے نہ آتا چنانچہ میں نے بھی لڑکی کو لڑکیوں ہی کی طرح کوسا میں نے بھی کہا کہ اللہ کرے بہن بانو تمہاری کسی مولوی سے شادی ہو اور پھر خدا کرے موہن جیسے ہنس مکھ آٹھ نو لڑکے ہوں اور ایک سے ایک ان میں بجائے چچاؤں کے اپنے ماموؤں کے لیے حاتم وقت اور چنگیز دوراں ثابت ہو۔

بس میرا یہ کہنا تھا کہ بھابی جان میرا گلا دابنے چڑھ دوڑیں گالیاں ...... اور پھر ان کی سہیلی کو۔

خانم نے چپکے سے کہا کہ وہ تو بہانہ ڈھونڈ رہی تھیں اور واقعہ بھی یہی تھا کیونکہ بھابی جان کی ٹھہریں وہ عزیز از جان سہیلی۔

تو جناب من اصلی وجہ یہ ہے کہ اس بات کی کہ جب میں بانو کے بنگلہ کے سامنے سے گزرتا ہوں تو ایک بھائی (کوئی ڈیڑھ چھٹانک کا) مجھے دور ہی سے آ کر بلا دکھاتا ہے تو دوسرا اپنی چڑیا مارنے کی بندوق سے میری طرف نشانہ باندھ کر کہتا ہے دھوں اور جب میں نکل جاتا ہوں تو تھوڑی دور بندوق کا لٹھ بنا کر دوڑتا ہے اور پھر غصہ میں آ کر اینٹ پھینکتا ہے جو وہیں کی وہیں رہ جاتی ہے خانم کہتی ہے کہ ان بدمعاشوں (اس لفظ پر زور دے کر) کو جب تک مارو گے نہیں یہ ٹھیک نہ ہوں گے میری روز

توہین ہوتی ہے مگر میں کچھ نہیں کرتا۔

موہن کی سنئے وہ بات تو وہی ہی جاتی ہے ایک دس منٹ میں وہ ٹھیک ہو گئے اور چاند کے ٹکڑے کی طرح پھر ہنس مکھ بچے بن گئے میں نے اسے دیکھا اور کہا ارے او ظالم خونی جلاد ہے نا آخر چنگیز کا پوتا اب تو ہنس رہا ہے اور حالانکہ گھنٹوں رویا اور بلبلایا۔

بھابی جان اس پر بولیں، واہ جناب معاف کیجئے ہمارا بچہ روتا اور مچلتا ہی نہیں وہ تو بھوکا تھا اور تم دونوں نے اسے بہت دق کیا۔

* * *

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

اللہ جمیل ویحب الجمال

مندرجہ بالا عنوان کے معنی ہوئے کہ خداوند تعالی خود خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند کرتا ہے یہ تو ہوئے اس کے معنی اور اب لگے ہاتھوں میں تفسیر بھی کیے دیتا ہوں۔

(۱)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اتوار کے دن صبح تڑکے ٹہلنے کی نیت سے گھر سے نکلا پھر سوچا کہ کون دیکھتا ہے ذرا خاں صاحب کے ہاں ہو آئیں میں نے احمد کو پکارا ''او بے اور کچھ دھمکاتے ہوئے کہا دیکھتا ہے بے ہم ذرا...... وہ ہم ذرا...... ذرا خاں صاحب کے یہاں جا رہے ہیں...... یاد رکھنا چمڑی ادھیڑ دوں گا جو کہیں......''

احمد نے معنی خیز طور پر سر ہلا کر کہا بہت اچھا سرکار، اب مجھے اطمنیان ہو گیا کہ خانم پوچھے گی تو یہی کہہ دے گا کہ کھیتوں کھیت ٹہلنے گئے ہیں خان صاحب کے یہاں نہیں گئے ہیں واللہ اعلم یہ بیویاں مردوں کے عزیز ترین دوستوں کے کیوں اس قدر خلاف ہوتی ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ ملنے گئے ہیں تو نہ سہی تھوڑی بہت نتھنوں کے ذریعہ سے گرم گرم سانسیں ہی چھوڑیں گی۔

قصہ مختصر میں خان صاحب کے یہاں پہنچا چوکی پر بیٹھے خضاب دھونے کے لیے ڈھاٹا کھول رہے تھے مجھے دیکھتے ہی خوش ہو گئے کس محبت سے انہوں نے کہا ہے آؤ یار مرزا، میں بیٹھ گیا جلدی جلدی انہوں نے منہ دھویا تولیے سے منہ خشک کیا لڑکے کو اپنے گالی دے کر شطرنج لانے کو کہا اور پھر تیل لگا کر اپنی داڑھی کو چڑھانے بیٹھ گیا داڑھی کے بال دراصل کان تک پہنچ سکتے تھے اور وہ ارادہ کر رہے تھے کہ سر سے ہاتھ پھر اونچے پہنچا دوں۔

داڑھی چڑھانے میں انہوں نے میرے سامنے تجویز پیش کی کہنے لگے کہ پانچ پانچ روپے چندہ ہو تو دریا کے کنارے چل کر مچھلیاں پکڑیں اور حلوا پوری رہے۔

میری باچھیں اس تجویز پر کھل گئیں میں نے ان کی رائے سے اتفاق کی ان کی جدت کی داد دی اور اس پر لطف تحریک کو بے حد پسند کیا ذرا غور کیجئے کہ پسند کیسے نہ کرتا دریا کنارے فرش بچھا ہوا ہے حقہ لگا ہوا ہے بنیاں پڑی ہوئی ہیں اور شطرنج ہو رہی ہے قصہ مختصر میں نے ان کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے لفظ مگر کا استعمال کر کے وعدہ کیا کہ کل تک ہم اس کا جواب دے سکیں گے کہ ہم شرکت کرسکیں گے بھی یا نہیں۔

خاں صاحب تجربہ کار آدمی کیوں اور کیا سے دو تین جرح کے جو انھوں نے سوال کئے تو تاڑ گئے پھر آخر راز دار ٹھہرے میرے سب جانتے تھے کہنے لگے کہ تمہاری گھر میں یوں ٹھیک نہ ہوں گی ہم بتائیں ترکیب؟

میں خوش ہو گیا کہ یہ ماہر نسائیات اب مجھے کوئی نسخہ بتاتا ہے چنانچہ میں نے خوش ہو کر کہا وہ کیا؟۔

خاں صاحب نے اپنی انگلی ٹیڑھی کر کے اس کا ہک بنایا میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ مرزا صاحب میں تو کہہ چکا کہ یہ گھی سیدھی انگلی نہیں نکلے گا یہ تو اب ایسے نکلے گا یہ کہہ کر انھوں نے انگلی کا ہک میری آنکھوں کے سامنے نچایا۔

لاحول ولا قوۃ، میں نے کہا کوئی ترکیب تو آپ بتاتے نہیں ہیں یہ تو پچاس دفعہ سن چکے۔

ایک دم سے سنجیدہ ہو کر خاں صاحب نے کہا سن لو میاں کان کھول کر یہ بیوی ہے بیوی یوں ٹھیک نہ ہو گی اگر قابو میں کرنا چاہتے ہو تو میری بتائی ہوئی ترکیب پر کل سے چلنا شروع کر دو بلکہ آج ہی سے عمل کرنا شروع کر دو۔ اگر نہ ٹھیک ہو جائیں تو میرا ذمہ۔

میں نے گردن کو جنبش دیتے ہوئے مایوسانہ لہجہ میں جواب دیا ہو چکیں، خاں

صاحب نے شرط کے لیے ہتھیلی پھیلا کر کہا آو روپیہ جیتو آنہ ہارو۔

میں نے مسکرا کر کہا واللہ مذاق گیا چولھے میں، قسم کھاتا ہوں آج ہی سے عمل کروں گا آپ بتائیے ترکیب۔

خاں صاحب نے جوش میں آ کر بیک وقت کئی طرح سے بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا سن لو کان کھول کر تمہیں ان سے لڑنا پڑے گا اور ان کی ہر بات کی کاٹ کرنی پڑے گی۔

میں نے دل میں گذشتہ جنگوں کے معرکہ خیز حالات پر غور کیا ویسے تو میں گھر والی سے اکثر لڑ چکا ہوں مگر ان تمام لڑائیوں کا نتیجہ کچھ امید افزا نہیں رہا کبھی وہ نہ دبی تو میں دب گیا اور کبھی میں دبا تو وہ بھی نہ دبی چنانچہ میں بجائے خاں صاحب کو جواب دینے کے یہی سوچنے لگا۔

خاں صاحب نے اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو عینک کے اوپر سے جھپکا کر گردن ہلا کر کہا۔ ؎

سگ کارودید بسنجد بجنگ   دو روبہ رمد شیر نادیدہ جنگ

میں نے کچھ شرمندہ ہو کر خاں صاحب کی طرف دیکھا بھلا کیا جواب دیتا اور کیا کہتا خاں صاحب نے مجھے شرمندہ اور قائل پا کر اپنے داہنے ہاتھ کا گھونسا بنایا اور اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پھیلا کر میرے سامنے کر کے یک لخت اپنے مصنوعی دانت نکال دیئے کچھ منہ چڑا کر سخت طنزیہ لہجہ میں کہا تم بڑے بزدل ہو ارے میاں سوچتے کیا ہو لڑ پڑو...... ہر بات میں ان کی کاٹ کرو اور لڑ پڑو لفظ لڑ پڑو پر زور سے داہنے ہاتھ کا گھونسا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا اور پھر جھوم کر جنگی جوش و خروش سے کہا یہ کہہ دو۔ ؎

بجز کام من گر بباید جواب   ہمیں گرزو میدان وافراسیاب

یہ کہتے ہوئے لفظ گرز پر پھر ہتھیلی پر زور سے گھونسا مارا اور میری طرف غور سے دیکھنے لگے۔

میرے دل میں دفعتہً کچھ جنگی جوش آیا دل میں کچھ امنگ اور بہادری کا احساس ہوا ہوں نہ آخر چنگیز کی اولاد میں ایک دم سے خون تاتار نے میری رگوں میں جوش مارا...... میں شیر تھا...... بلکہ ہوں...... مگر کیسا؟ شیر نا دیدۂ جنگ اور یہی وجہ ہے جو میں خواہ مخواہ گھر والی سے دبتا ہوں مگر شیر پھر شیر ہے...... آگے جا کر پھر شیر ٹھہرا...... اک ذرا سی جنگی تعلیم کی ضرورت ہے اور بس خاں صاحب سے دو چار باتیں پوچھ لوں اس فن کی کہ گھر والی سے کس طرح کامیابی سے لڑتے ہیں میں نے پوچھا۔

کیا جاتے ہی ایک دم لڑنا شروع کردوں آخر کس بات پر شروع کروں۔

خاں صاحب چیں بچیں ہو کر بولے تم بھی عجیب آدمی ہو میاں ذرا تیور پر بل ڈالے رکھا کرو اپنی عزت اپنے ہاتھ ہے فوراً ان کی تمام باتوں کی بات بات پر کاٹ کرنا شروع کردو اور جو ذرا چیں چپڑ کریں تو بس...... وہیں سانپ کا پھن کچل دو مگر ہاں ایک بات ہے بے بات ہرگز نہ لڑنا پہلے بات پیدا کرلو اور پھر لڑو خوب لڑو۔

میں دانتوں تلے غصہ سے ہونٹ دبا کر جنگ کے مختلف پہلوؤں اور امکانات پر غور کرنے لگا۔

بھلا یہ بھی کوئی بات ہے گھر والی نہ ہوئی وہ ہوگئی تم ہی تو گھر کے کماؤ ہو اور تم ہی کو خرچ کرنے کو نہیں ملتا اس کی یہ کاٹ کرو کہ خود اپنے پاس علیحدہ رقم جمع کرو گھر والی کو بس خرچ کے مطابق وہ تم کہتے ہو اخبار والا کوئی روزانہ اخبار نہیں دیتا بلکہ انہوں نے اسے کچھ ایسا سکھا دیا ہے کہ وہ تصویروں والا ٹائمز ہفتہ کے ہفتہ لاتا ہے اور وہ خود تصویریں دیکھا کرتی ہیں یہ سب واہیات ہے تصویریں ویسے ہی عورتوں کو دیکھنا منع ہیں اس کی یہ کاٹ کردو کہ بند کردو ایسے لغو اخبار کو جس میں تصویریں ہوں اور ڈانٹ کراخبار روالے سے روزانہ اخبار منگاؤ ورنہ وی پی سے منگوالو صابن دانی کہتے ہو

غسل خانہ سے انگنائی میں لانے کا حکم نہیں اس کی یہ کاٹ ہو کہ صابن دانی توڑ دو اور صابن پھینک دو یہ بھی واہیات ہے کہ گھڑی کی طرح ایک وقت پر تمھیں کھانا کھانا پڑتا ہے وہ کون احمق ڈاکٹر ہے جو یہ ان سے کہہ گیا وہی گی میم ......ڈاکٹرنی ...... اول نمبر کی حرافہ ہے۔ مت آنے دو اسے اپنے یہاں اور مت کھاؤ کھانا وقت پر میز پر چھوڑ آسمان پر لگ جائے کھانا مت کھاؤ یہ کوئی وجہ نہیں کہ اب تو میز پر کھانا لگ گیا سب واہیات ہر وقت منہ چلتا رہنا چاہیے بیسن کے سیو ریوڑیاں مونگ پھلیاں بس ایسی چیزیں جیب میں رکھا کرو اور کھاتے رہا کرو عمدہ سوٹ نہیں ملتے پہننے کو تو اس کا یہ علاج یہ کرو انھیں روز پہنو...... اور یہ کیا کہا تم نے کہ جن دکانوں سے تمھارا حساب ہے وہاں تمھیں کوئی قرض نہیں دیتا۔ غضب خدا کا الٹا معاملہ ہے الٹا تمھارے گھر میں سے دوکانداروں سے کہہ رکھا ہے کہ اگر تم قرض مانگو تو نہ دیں اماں ڈوب مرنے کا مقام ہے یہ کیا واہیات ہے تم اپنا الگ روپیہ رکھو اپنے پاس مہینہ کے مہینہ گھر والی کو خرچ کے لیے دو پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ بچے ہوئے سگریٹوں کے ٹکڑے گن گن کر تم سے الجھتی ہے ڈبہ اپنے قبضہ میں رکھتی ہیں اس کی یہ کاٹ کرو کہ دگنے سگریٹ پیو ورنہ میں حقہ بھیج دوں گا غرض ہر بات میں ان کی کاٹ کرو ورلڑ پڑو۔

(۲)

خاں صاحب نے اپنا لیکچر بڑے زوروں میں ختم کیا میری رگ رگ میں غصہ کی بھڑک تھی ایسی سرکش بیوی بغیر لڑے زیر نہ ہو گی خاں صاحب کا مشورہ درست ہے لاحول ولا قوۃ میری بھی حالت قابل رحم ہے کہتے ہیں لوگ کہ تمھاری بیوی بڑی اچھی ہے ادھر کچہری سے واپس آنے کا وقت ہوا اور دیکھ لو اس کمرے کے دروازے پر کس بے چینی سے انتظار کرتی ہوتی ہے دوسرے ساتھی سنتے ہیں اور رشک کرتے ہیں کہتے ہیں کہ کس طرح پھول کی طرح وہ کھل کر تمھارا استقبال کرتی ہو گی تمام کلفتیں دور ہو جاتی ہوں گی کام کا بار ہلکا ہو جاتا ہو گا دوستوں کا کہنا بالکل درست ہے جیبوں

کا بار بھی ہلکا ہو جاتا ہے ادھر پہنچے اور ادھر آنکھ سے آنکھ ملتے ہی پہچان جاتی ہے کہ ہے جیب میں کچھ بس پھر کیا تھا مسکرا کر کندھے پر ہاتھ رکھا اور اندر باہر کی سب جیبیں ٹٹول لیں تمام سحر آفرینیاں یہیں ختم ہو جاتی ہیں کچہری سے نیت کر کے چلو کہ کچھ رقم نہ دیں گے مگر وہاں تو سحر آفرینیوں کے پھندے اور تبسم کے جال مارے جاتے ہیں اور پوری جامہ تلاشی ہو جاتی ہے بھلا مجال ہے کوڑی رہ جائے ناممکن غرض میری آنکھوں کا پردہ اٹھ گیا ہے مجھے علم ہی نہ تھا کہ ایک شوہر کے کیا حقوق ہیں اور یہ کہ میرے کون کون سے حقوق میری شریک زندگی نے ضبط کر رکھے ہیں بقول خاں صاحب مجھے چوڑیاں پہن لینا چاہییں...... اس ذلت سے ڈوب مرنا بہتر ہے...... چلو بھر پانی میں...... بے حیا ہوں بزدل ہوں دن رات بیوی کی جوتیاں کھاتا ہوں اور زندہ ہوں شرم نہیں آتی اصل معنی میں زن مرید ہوں یہ سب سچ ہے اور بقول خاں صاحب مجھے لطف زندگی بھی نہیں حاصل موت بہت ہے۔ گھر میں آؤں تو بقول خاں صاحب کو بیوی کانپ جانا چاہیے اسے سانپ سونگھ جانا چاہیے غضب ہے کہ وہ میرے پہنچتے ہیں مجسم زندگی بن جاتی ہے ذرا نہیں ڈرتی مجال نہیں جو شطرنج کھیلتا رہ جاؤں قصہ مختصر میری زندی دراصل تلخ ہے۔ بقول خاں صاحب میرا نطقہ بند ہے مجھے احساس کرنا چاہیے کہ میری حالت اب وہ کہ تنگ آمد بجنگ آمد۔

قصہ مختصر ان تمام امور پر غور کرتا میں گھر پہنچا اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ اب میں گھر والی کو ذرا مزا چکھاؤں گا سختی سے کام لوں گا اب کی لڑائی ہو گی تو انہیں پتہ چلے گا بغیر سختی کے یہ شورہ پشت بیوی قابو میں نہیں آئے گی۔

جب دروزے میں قدم رکھا ہے تو خیال آ گیا کہ خاں صاحب نے کچھ تیور چڑھانے اور غصیل صورت بنانے کا بھی مشورہ دیا تھا ایک دم سے میں دانت پیس کر تیور چڑھائے اور کچھ بارعب اور غصیل صورت بنانے کی دو تین دفعہ جلدی جلدی مشق کر کے کہا نصر من اللہ و فتح قریب گھر میں داخل ہوا مگر کمرہ سے الٹے پاؤں لوٹ

پڑا غسل خانہ میں آئینہ دیکھا گال بے حد چپکے ہوئے ہیں میرے میں نے دل میں سوچا بس یہی گال باعث مصیبت ہیں تمام خرابی کا کہ بہتر بارعب شکل بناؤ کچھ نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ سوکھی ہوئی کھٹائی کی شکل ہو جاتی ہے۔ شاید گال پھلانے سے کام چل جائے گال پھلا کر دیکھے مگر یہ خیال غلط نکلا ویسے ہی غصہ دار چہرہ میں نے بنایا گھونسہ تان کر خود کو آئینہ دکھا کر اور لڑنے کا سولہ آنے کر کے میں گھر میں آیا۔

(۳)

مگر میرا گھر میں پہنچنا تھا کہ اور ہی معاملہ درپیش آیا ادھر میں داخل ہوا ہوں اور ادھر وہ مجسم گلاب کا پھول بن کر میرے سامنے تھی اس کی چمک دار آنکھوں میں محبت کا نور جگمگا رہا تھا باوجودیکہ میں سخت کبیدہ خاطر تھا مگر ایک نظر ہی کافی تھی اور جگر کے پار ہو گئی کس طرح اس نے جھپٹ کر مجھے لیا ہے الماری اس کے منہ سے نکلا آواز میں ایک عجیب و غریب ترنم تھا لبوں پر ایک غضب کی سحر آریں لرزش تھی اور تمام چہرے پر مسرت اور شگفتگی اس طرح چھائی ہوئی تھی کہ اس کا دمکتا ہوا شاداب چہرہ عشق و محبت کے جذبات کا آئینہ دار ہو رہا تھا وہ محبت اور عشق جس نے مجھے فنا کر دیا ہے وہی جو میری ذلتوں کا راز ہے۔

جیسے ایک جادو تھا کہ تمام خیالت دل سے آنکھوں ہی آنکھوں میں محو ہو گئے وہ جنگی جوش جس کا میں مظہر ہونے کو تھا کافور ہو چکا تھا میں نے اس کا احساس بھی نہ کیا میرا ہاتھ پکڑ کر وہ کس محبت سے اپنی نئی الماری دکھانے کے لیے جا رہی تھی جو ابھی ابھی آئی تھی جس کا اسے بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔

کمرے میں پہنچتے پہنچتے اس میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا وہ میری داہنی طرف تھی اور میں اس کے بائیں طرف اور ہم دونوں میاں بیوی الماری کے بڑے آئینہ کے سامنے کھڑے بجائے الماری کے دیکھنے کو ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے میں اس کو...... دنیا کی حسین و خوب صورت ترین چیز یعنی اس کے پرفسوں چہرے کو اور وہ

مجھے یعنی واقع میرے بدصورت اور کھٹائی نما اور چرخ چہرے کو آئینہ کیا تھا یوں کہیے کہ مجمع ضدین کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔

غور سے میں نے آئینہ کو دیکھا آئینہ ایک طلسم سا معلوم ہوا...... ایک لرزش کے ساتھ زیادہ دل چسپ اور پھر ایک دم سے ہوش ربا سا ہو گیا کیونکہ میں نے اپنے کندھے پہ ہاتھ کا ایک ہلکا سا دباؤ محسوس کی اور دفعتہً مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ہاتھ نہیں بلکہ میرے کندھے کسی نے چنگاری رکھ دی۔

آئینہ سے نظر ہٹا کر میں نے اپنے داہنی طرف دیکھا۔ عشق و محبت کی بجلیاں لپک رہی تھیں آنکھیں نہیں بلکہ ایک جھلکتا ہوا نور تھا...... سانس نہیں بلکہ بوئے محبت سے مہکتی ہوئی عشق حقیقی کی طوفان خیز روح تھی چہرہ تھا کہ ''اللہ جمیل و یحب الجمال'' کی جیتی جاگتی تفسیر...... لازوال عشق و محبت کا ایک متلاطم و طوفاں خیز بحر بیکراں تھا جس نے اپنی موجوں میں مجھے گم کر دیا...... میں نے اپنے کو سچ مچ ڈوبتے ہوئے محسوس کیا...... تنکے کا سہارا...... ایک بچے کو جس طرح کان میں گھڑی لگا کر اس کی ٹک ٹک کو سناتے ہیں بس بالکل اسی طرح میں بھی اپنی پیاری مگر سرکش بیوی کو اپنے دل کی دھڑکن سنا رہا تھا اس کا سر میرے سینہ پر تھا اور وہ غور سے میرے دل کی دھڑکن یا ٹک ٹک کان لگائے سن رہی تھی اور ساتھ ہی اپنا تمام غرور سرکشی چھوڑ کر کس طرح نہایت ہی بھولے پن سے اپنی نشیلی اور جھپکتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی...... یا شاید خود میری آنکھوں میں ہو کر دل کی گھڑی کی نازک بال کمانی کو چھو رہی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ یہ دل کی گھڑی کہیں چلتے چلتے ایک دم رک نہ جائے۔

ذرا غور کیجئے کہاں ایک مجھ سا گنہگار و احمق بندہ اور کہاں حضرت موسیٰ مگر خدا کی دین تو خدا کی دین ہے خود حضرت موسیٰ ہی اس کے شاہد ہیں کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے۔

ان سے تو خدا نہ لن ترانی...... اور مجھ سے! یہ ایک سوال تھا خدا کی باتیں خدا ہی جانے......

میں یہ مسائل علوی طے کر ہی رہا تھا کہ دفعتہً باہر ملازم کے لڑکے نے کسی کو پکارا کہ میں چونک پڑا۔

☆

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. اقبال اردو سائبر لائبریری ©2002-2006

ہیرؔے کے بندے

(۱)

مخمل کی ڈبیا نہایت ہی خوب صورت بیر بہوٹی کی طرح سرخ اور ڈھکنا کھولا تو جگمگ جگمگ ہیرؔے کے بندوں کی جوڑی کس قدر سبک اور کس قدر نازک کام تھا خانم اپنی ہتھیلی پر رکھ کر اور ہاتھ اونچا کر کے اس طرح دیکھا رہی تھی جیسے میں خود بندے پہننے پر مرتا ہوں دیکھئے ...... قسم خدا کی کیا چمک ہے۔ خانم نے عجیب انداز سے مسکراتے ہوئے کہا اور بندوں کے ننھے ہیروں کی تڑپ یا شعاعیں اس طرح ہاتھ کو ذرا جنبش دے کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں جیسے کوئی تڑپ دھوپ میں کسی کے چہرے پر ڈالتا ہے۔

میں بھلا کیا کہتا، میں نے بھی ذرا گلا صاف کر کے کہا ہاں بے شک کام نہایت اچھا ہے۔ کامیابی کے لہجہ میں خانم بولیں اور ہیرؔے! ہیرؔے ...... ہیرے کیسے ہیں خانم کی آواز کچھ موسیقی کی لہروں سے معمور تھی اور اس میں ایک لرزش تھی کیسے ہیں؟ جیسے ہوتے ہیں اور کیسے ہوتے ہیں میں نے لاپروائی سے کہا۔

خانم نے اب تمہید اٹھائی میں تو کہتی ہوں کہ ہزار روپے کے بھدے بھدے زیور سے یہ ساڑھے تین سو کے ہیرے کے بندے اچھے یہ کہہ کر ایک بندا احتیاط سے ڈبیا سے نکالا اور اس کو چپکے سے کان کی لو کے پاس لٹکا کے دیکھا مجھے ہنسی آئی اور میں نے کہا پاگل ہوئی ہو...... بے وقوف کہیں کی۔

کیوں؟ خانم نے ساڑھے تین سو مانگتا ہے تین سو تک دے دے گا۔

کیسی فضول باتیں کرتی ہو میں نے دیکھتی نہیں کہ کوڑی پاس نہیں اور پھر ایسی باتیں خانم کا منہ جیسے سوکھ گیا جو کچھ بھی آتا تھا اسی کے ہاتھ میں آتا تھا جانتی تھی کہ نہیں خرید سکتی مگر نسوانی کمزوری شاید غالب آئی تھی چنانچہ پژمردہ ہو کر ایک ٹھنڈا سانس چپکے سے لے لیا اور بندا ڈبیا میں واپس میں رکھ کر ڈبیا بند کی اور میری طرف

بھولے پن مگر افسردگی اور شرمندگی سے دیکھا نظر نیچی کر کے جماہی لینے کی کوشش کی۔

یہ وقت دراصل ایک غریب مگر چاہنے والے شوہر کے لیے بے حد تکلیف دہ ہوتا ہے میرا دل مسل گیا روپے پیسے کی کمی دراصل ایسے موقعہ پر آدمی کو کھلتی ہے وہ مجبور ہوتا ہے اور اپنی چہیتی بیوی کے دل کی بات کو پوری نہیں کر سکتا افسوس میں نے دل میں کہا اور میں نے بھی ایک ٹھنڈا سانس لیا میری آنکھیں خانم کی دل چسپ آنکھوں سے ملیں کچھ میری آنکھوں نے اس کی آنکھوں سے کہا وہ بولی۔

آخر میں کب کہہ رہی کہ مجھے لا دو۔

میں بیٹھ گیا اور خانم کے کندھے کے پاس گویا کان میں کہا اب تو چاہے کچھ بھی ہو کبھی نہ کبھی ضرور تمہیں دلا دوں گا بلکہ بہت جلد بس کوئی اچھا سا مقدمہ آنے دو۔

استانی جی آ گئیں اور انہوں نے دخل در معقولات کر کے بندے دیکھنا چاہے۔

آخر وہ کہاں ہیں میں بھی تو دیکھوں کتنے میں لیے گئے۔

استانی جی نے ڈبیا کھولی اور چندھی چندھی آنکھوں سے بندوں کو دیکھ کر کہا اوئی یہی ہیں غضب کا خدا جھوٹ نہ بلائے ۶ ماشہ سونا بھی نہ ہوگا ان میں اور پھر نام بدل کر رکھ دینا جو ان میں میل نہ برابر میل ہے دس بارہ تک اچھے ہیں۔

خانم نے کچھ بھنا کر استانی جی کی طرف دیکھا چلو رہنے دو آئیں وہاں سے میل ہے اور مال ہے جانیں نہ بوجھیں دس بارہ کہہ دیئے یہ نہیں دیکھتیں کہ ہیرے کے ہیں۔

استانی جی بولیں، ہاں میں تو کچھ نہیں جانتی بیٹی ہیرے میں نے بھی دیکھے ہیں رنگ برنگ کے ہیرے دیکھے ہیں مگر نہ بابا ایسے ہیرے میں نے نہیں دیکھے۔

جل کر خانم نے بندے جوہری کو باہر بھجوا دیئے میں باہر چلا گیا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ سخت سردی پڑ رہی تھی لحاف سے اٹھنا مصیبت ہو گیا دو مرتبہ خانم نے گھسیٹا مگر نہ اٹھا لحاف ہی میں چائے پی سگریٹ پی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ بڑی الماری کے پیچھے سے ایک کالی بلی جھانک رہی ہے فوراً دبے پاؤں اٹھا اور دروازے دونوں بند کر کے کمرہ سر پر اٹھا لیا بلی پکڑی گھیری گھیری ہے دوڑیو خانم

......،

بات دراصل یہ ہے کہ خانم کو کبوتروں کا بے حد شوق تھا اور یہ کمینی بلی خانم کے کئی شیرازی کھا گئی تھی علاوہ دودھ مکھن اور توس کے اور خانم خود اس قطامہ کی تاک میں تھی۔

خانم بدحواس دوڑی ہوئی آئی کانپتی ہوئی آواز میں اس نے کہا بل...... بلی۔

میں نے گھیر لی اور یہ کہتے ہوئے خانم کو کمرے میں لے کر دروازہ بند کر لیا۔

خانم کی اماں جان دراصل بلی کی جان لینے کے سخت خلاف تھیں اور بلی کا یہ حال کہ روئی کے گالے سے قابو میں نہیں آتی لہذا میں نے بھی ایک ترکیب نکالی ہے وہ یہ کہ خود تو دروازہ کا پٹ ذرا سا کھول کر ایک کرسی پر کھڑے ہو جائیے اور بیوی سے کہیے کہ لکڑی لے کر بلی کو مارنے دوڑے اور جب بلی سے ڈر لگے تو بلی کے تاک کر ایسی رسید کرے کہ ٹھیک لیمپ میں جا لگے اور پھر جوتے تکیے ضروری مقدمات کی مسلیں ضابطہ دیوانی ضابطہ فوج داری اور دوسری قانونی کتابیں قصہ مختصر جو سامنے آئے بلا تکلف بلی کی طرف اٹھا اٹھا کر دور ہی سے پھینکے اور جب ان تمام چیزوں میں سے بلی کے کچھ نہ لگے تو میرا سگریٹوں کو ڈبہ اٹھا کر مارے لازمی ہے کہ ڈبہ کھل جائے گا اور اتنے سگریٹوں میں سے کم از کم ایک تو بلی کے ضرور لگے گا۔ لامحالہ وہ گھبرا کر اسی دروازہ سے نکل بھاگے گی جس کا تھوڑا سا پٹ آپ کھولے کھڑے ہیں بس اب ہاتھ کی صفائی آپ کی یہ ہونی چاہیے کہ بلی باہر نکلنے سے قبل آپ تیزی سے دروازہ اس طرح بند کر دیں کہ بلی دب جائے آدھی اندر اور آدھی باہر جب اس طرح

بلی کو داب لیا تو اپنی جگہ بیوی کو دیجیے کہ دروازہ مضبوطی سے پکڑے رہے اور خود ایک تیز استرہ لے کر بلی کی دم خیار تر کی طرح صاف اڑا دیجیے پھر جو دم کٹی آپ کا کبوتر لے جائے تو میرا ذمہ۔

چنانچہ میں نے یہی کیا مگر بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ ادھر میں بلی کی مزاج پرسی کر رہا تھا اور ادھر اس دروازہ کی طرف سے منشی جی دو تین مقدمہ والوں کو پھانسے لا رہے تھے بلی کو اس طرح دروازہ میں دبا ہوا عربی بولتے دیکھ کر منشی جی بے طرح لپکے اور عین اس وقت کہ میں نے دم کاٹی بلی نے اپنی غرفوں...... فش ایک خوفناک میاؤں پر ختم کی اور منشی جی پر توپ کے گولے کی طرح لگی اور جی موکلوں پر غلغپ...... خانم نے شیشہ پر سے آہٹ پا کر باہر کی ہڑبونگ کو دیکھا اور دانت تلے انگلی داب کر کہا منشی جی۔

قبل اس کے کہ میں بلی کی دم پھینکوں جو ہاتھ میں تھی منشی جی نے اپنا پرشکن اور سنجیدہ چہرہ دروازہ میں داخل کیا اب تو فوراً ہی اندر کا نظارہ ان کے سامنے تھا میرے ایک ہاتھ میں استرہ دوسرے میں دم پاس حواس باختہ ننگے سر خانم اور چاروں طرف کمرہ کتابیں اور مقدمہ کی مسلیں ڈپٹ کر منشی جی کمرے میں گھسے اور اپنے گلے کی رگیں تاک کر دانت پیس کر اور اپنی عینک کے اوپر سے گول گول آنکھیں پھر کر ہاتھ جھٹک کر بولے یہ...... یہ وکالت ہو رہی ہے سیٹھ کا مقدمہ...... مارواڑی...... پانچ سو کا مقدمہ...... ارے جلدی کوٹ...... کوٹ پتلون۔

خانم بھاگ چکی تھی اور میں استرہ اور بلی کی دم پھینک کر کھونٹی کی طرف لپکا اور جلدی جلدی کپڑے پہنے جوں توں کر کے کپڑے پہنے پانچ سو کا سن کر ایسا حواس باختہ ہو گیا تھا کہ پتلون کی ایک ہی موری میں دونوں پیر ڈالے دے رہا تھا اور ادھر منشی جی نہ معلوم کیوں اتنی جلدی میں آئے کہ ہوش اڑا دے رہے تھے۔

باہر دفتر میں گیا موکلوں سے ملا معاملہ سنا لالہ جی کے ساتھ ان کے دو نوکر تھے

مقدمہ دراصل یہ تھا کہ سیٹھ جی کو کسی سمجھ دار آدمی نے الو کی گالی دی تھی جس کی رو سے ان کے والد صاحب آنجہانی الو ہوئے جاتے تھے میں نے غور سے مقدمہ سن کر سر ہلا کر کہا مقدمہ نہیں چل سکتا۔

کیوں؟ سیٹھ جی نے پر درد لہجہ میں کہا اور پھر منشی جی کی طرف دیکھ کر شکایت آمیز لہجہ میں کہا واہ منشی جی آپ بھی ہمیں کہاں لے آئے ہیں تو ایسے وکیل کے پاس لے چلیے جو اس مقدمہ کو چلا وے۔

میری اور منشی جی آنکھیں چار ہوئیں منشی جی کا چہرہ مارے غصہ کے تمتما رہا تھا ان کی داڑھی کے بالوں کی نوکیں کھڑی تھیں اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور میری طرف انہوں نے عجیب صفائی سے اس طرح دانت پیس دیئے کہ کوئی دیکھ نہ سکا سوا میرے۔ منشی جی نے سامنے الماری سے دو تین کتابیں جو سب سے موٹی اور ڈبل تھیں گھسیٹ کر میرے سامنے پٹک دیں اور ان میں سب سے موٹی جو ڈکشنری تھی اس کو کھول کر بغیر یہ دیکھے ہوئے کہ سیدھی ہے یا الٹی میرے سامنے رکھ دی اور کہا وکیل صاحب سیٹھ جی اپنے ہی آدمی ہیں میری ان کی اٹھارہ سال سے دانت کاٹی دوستی ہے آپ ذرا قانون اچھی طرح دیکھ لیں اور پھر سیٹھ صاحب کی طرف منشی جی نے اپنی آنکھیں پھرا کر عجیب انداز سے گردن ٹیڑھی کر کے کہا سیٹھ جی دراصل بات یہ ہے کہ وکالت بھی دوکانداری سمجھئے وکیل صاحب کو دراصل معلوم نہیں کہ میری آپ کی اٹھارہ سال سے دوستی ہے آپ کا مقدمہ اطمینان رکھئے چلے پر چلے سو میں چلے ہزار میں چلے۔

سیٹھ جی نے منشی جی کا ریمارک بے حد پسند فرمایا اور اس طرح ہنسے کہ مقیاس الاطمینان (اطمینان اور چین معلوم کرنے کا آلہ یعنی توند) سے لے کر سینہ اور بازوؤں تک کو جنبش دیا پڑی۔

میں نے اب اپنی غلطی محسوس کی مقدمہ نہ بھی چلے تب بھی مجھے نہ کہنا چاہیے تھا کہ

مقدمہ نہ چلے گا بہت کامیابی کے ساتھ سیٹھ جی سے باتیں ہوئیں فیس کے بارے میں قصداً میں نے کچھ نہ کہا کیونکہ جانتا ہی تھا کہ پانچ سو

☆☆☆☆

ا: یہ مقدمہ قطعی نہیں چلا اور دوسری ہی پیشی پر ہار گیا منشی جی اور سیٹھ جی کی دانت کاٹی دوستی جو اٹھارہ سال تھی وہ اس سے زیادہ کچھ نہ تھی کہ سیٹھ جی کی اس سڑک پر دوکان تھی جس پر منشی اٹھارہ سال سے چلتے تھے۔

☆☆☆☆

روپے طے ہوئے ہیں یہ رقم، ایسی رقم ایک مقدمہ میں مگر میں خود مارواڑی ہوں جانتا ہی ہوں کہ میرے ہم وطن کیسے مال دار ہوتے ہیں معاملہ فہمی کے سیٹھ جی تو چلے گئے اور اب منشی جی میرے اوپر پل پڑے۔

میں نوکری نہیں کر سکتا آپ کی وکالت چل چکی بس چل چکی ...... دیکھ لیا ...... امتحان کیا پاس کی بس سمجھے وکیل ہو گئے ...... نہ معلوم کتنے وکیل بنا کر پھینک دیئے وغیرہ وغیرہ۔

میں یہ لیکچر سن رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ شیشہ میں سے خانم جھانک رہی ہے مجھے ہنسی آئی اور نہ روک سکا اور منشی جی اس پر جل بھن کر برس پڑے اور میں اندر بھاگا۔

(۳)

مت پوچھیے جو خانم کا حل تھا ہیرے کے بندے اب بھلا کیسے ہیرے کے بند لیے جاتے پانچ سو روپے کا ایک مقدمہ نے اور اپنی چہیتی بیوی کے لیے میں بھلا بندے کیسے نہ خریدوں چنانچہ میں نے آج ہی لیتا آؤں گا اسی سلسلہ میں خانم نے گویا شکایت کے لہجہ میں کہا دیکھو تو کتنے دن سے کہہ رہی ہوں ایک لوہے کی الماری لے لو مگر سنتے ہی نہیں آخر جو کچھ بھی تھوڑا بہت ہے وہ کوئی کہاں رکھے اور پھر ہیرے کے بندے میں تو ادھر اُدھر قیمتی چیزوں کو ڈالتی نہیں پھروں گی ذرا سی چیز ادھر سے

اُدھر ہو جائے کہیں کپڑے کے صندوق میں زیور رکھا جاتا ہے میں نے تو سنا نہیں پھر ہیرے جواہرات بھلا جو بھی سنے گا یہی کہے گا ڈھنگ نہیں ہے۔

میں نے بھی کہا واقعی کہتی تو سچ ہے مگر رفتہ رفتہ سب ہو جائے گا غرض تجویز یہ ہوئی ایک چھوٹا سا فولادی چادر کا بکس علی بھائی ولی جی کے یہاں سے منگوا لیا جائے جو خاص زر و جواہرات اور زیور رکھنے کے لیے ہوتا ہے خانم دوڑی گئی اور فہرست اٹھا لائی کیسا عمدہ چھوٹا بکس کیسے چھوٹا چھوٹا خانہ تھے مگر سب ایسے تھے کہ ان میں نہایت ہی نازک انگریزی زیور رکھا جائے کہ اس قسم کا زیور جیسے پہنچیاں بڑا ڈیڑھ پاؤ وزنی ہار چمپا کلی وغیرہ وغیرہ میں نے جب یہ کہا تو خانم بولی کہ میں اس تمام ردی زیور کو علیحدہ کر کے ولائتی اور سبک چیزیں رفتہ رفتہ کر لوں گی تم اسے منگا لو یہ ایسا بکس ہے کہ مزے سے لوہے کی الماری میں آ جائے گا چنانچہ اسی وقت لکھ دیا گیا کہ بیالیس روپے کا فلاں فلاں زیور کا رکھنے کا بکس بذریعہ وی پی جلد سے جلد بھیجو خانم نے یہ خط فوراً ڈلوا دیا لوئے کی الماری کا بھی بے ہو گیا پینٹھ میں ابھی چند ہی روز ہوئے خانم کی ایک سہیلی نے بڑی خوبصورت لوہے کی الماری منگائی ہے بس ان ے میاں لدھیانہ سے ایک ہمیں بھی منگا دیں گے چلئے قصہ طے ہوا۔

اس تذکرہ کے سلسلہ میں خانم نے یہ بھی مجھ سے کہا کہ دراصل کپڑے نہایت ہی سادہ ہونا چاہئیں بجائے اس کے گراں قیمت ساریاں اور بھاری جوڑے پہنے جائیں یہ سب بے کار ہیں دراصل یہ سب نمائش اور بھدی نمائش ہے اگر سادے کپڑے ہوں اور صرف ہیرے کے بندے پہن لیے تو انتہائی درجہ کی سادگی کے ساتھ صوفیانہ نمائش بھی بہترین ہے اس کے بعد طرح طرح سے ہیرے کے بندوں اور دوسرے اسی قسم کے زیورات کی خوبیوں پر روشنی ڈالی گئی مجھے بھی ان باتوں میں بے حد لطف آ رہا تھا اور میں بھی ان کا قائل تھا کہ لباس اور زیور میں پوری سادگی ہونا چاہیے میرا خود کا بس نہ تھا کہ خانم کو صرف ہیرے ہی کی چیزیں ہاتھ اور گلے کے لیے

بھی ساتھ ہی ساتھ کردوں خیر میں نے دل میں کہا آج کان ہو گئے کل خدا چاہے گا ہاتھ اور گلے کا بھی انتظام ہو جائے گا۔

(۴)

کچہری جانے کی مجھے جلدی تھی اور شاید ہیرے کے بندوں کی خوشی میں خانم نے بادری پراٹھے تیار کیے خوب پیٹ بھر کر میں نے کھائے آخر وقت تک برابر بندوق کا تذکرہ ہوتا رہا۔

چلتے وقت خانم نے کہا دیکھو بھولنا مت ضرور لیتے آنا...... جلدی آنا۔

کہہ دیا کہ لیتا آؤں ضرور بالضرور لیتا آؤں گا کچہری میں کام ویسے ہی نہیں دو تین بجے تک آجاؤں گا اور تمہارے بندے ہرگز نہ بھولوں گا۔

خانم کی محبت تو دیکھئے برآمدے تک حسب دستور پہنچانے آئی مگر آج وہ کس طرح مجھے دیکھ رہی تھی چہرہ محبت آمیز خوشی سے دمک رہا تھا آنکھوں میں غیر معمولی چمک تھی میں اس کو دیکھتا تو اس کا اندازہ میرے دل میں گڑا جا رہا تھا میں پھاٹک پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ سے وہ مجھے اب بھی جھانک رہی ہے۔

میری موٹر سائیکل ایک موڑ سے لڑتی لڑتی بچی اور اس کو بچانے میں ایک تار کے کھنبہ سے میری ٹکر ہو گئی خیریت گزری کہ میں نے انجن روک دیا تھا اور بریک وقت پر دبا دیئے تھے۔ ورنہ زبردست حادثہ ہوتا موڑ پر سے ایک چھکڑا آ رہا تھا اور ادھر میں اچھی خاصی رفتار سے چلا جا رہا تھا اور وہ بھی عجیب خیالات میں غرق حالانکہ میں چلا جا رہا تھا مگر خانم کا خوب صورت چہرہ میرے سامنے تھا ان کے کانوں میں وہی ہیرے کے بندے مجھے نظر آ رہا تھے اوپر نظر کرتا تو اوپر اور درخت کی طرف نظر کرتا تو اس پر غرض ہر طرف خانم کا دلچسپ چہرہ معہ ہیرے کے بندوں کے بار بار میرے سامنے آتا تھا اور اسی تخیل میں غرق تھا جو موڑ پر بھی ہوش بجا نہ رہے اور بال بال بچا کچہری پہنچا کھنبہ پر ایک بڑا سا رنگین اشتہار دیکھا اس پر ایک حسین عورت

کی بڑی تصویر بنی ہوئی تھی دیکھتے ہی دیکھتے یہ تصویر ایک دم سے خانم کی یاد تازہ وہ گئی اور آنکھوں نے ایسا دھوکا کھایا کہ صاف ایک لمحہ بھر کے لی ہیرے کے بندے کانوں میں آویزاں نظر پڑے۔

سائیکل کو کھڑا کر کے کاغذات دستی سے کھول کر ذرا اکڑتا ہوا بار روم میں پہنچا دو چار ہم پیشہ ہم عمر ملے خود اپنے کو میں ان سے اب ذرا بڑا وکیل سمجھ رہا تھا دو چار باتیں کر کے مجھے فکر ہوئی کہ کس طرح ہیرے کے بندوں کو ذکر لاؤں نہایت ہوشیاری اور ترکیب سے میں باتونی وکیلوں کو زیور کے ذکر پر لایا اور پھر ترکیب اور تدریج سے خانم کے ہیرے کے بندوں کا ذکر کر ہی دیا خوب رعب لوگوں پر طاری ہوئے خوب خوب طبیعت خوش ہوئی غرض جس جس سے بھی ممکن ہو سکا کہہ دیا کہ ایک مقدمہ پانچ سو روپے کا مل گیا اور آج ہی بیوی کے لیے ہیرے کے بندے قیمتی ساڑھے چار سو کے خریدے جائیں گے حالانکہ جیسا آپ کو معلوم ہے وہ بندے ساڑھے تین سو کے تھے یہاں سے طبیعت خوش کرنے کے بعد اب فکر ہوئی کہ ذرا منشی جی سے ملوں اور روپے کو پوچھوں کہ پانچ سو میں سے کتنے وصول ہو گئے اور کتنے کا وعدہ کب رہا۔

مجھے ایک طرف اپنا موکل یعنی وہی سیٹھ جس کا مقدمہ تھا پری سے بھی زیادہ حسین معلوم دے رہا تھا تو منشی جی اپنی حسن قابلیت کی وجہ سے وائسرائے سے بھی زیادہ قابل معلوم دے رہے تھے کیونکہ جناب مارواڑی سیٹھ سے ایسے معمولی مقدمیں میں پانچ سو روپے طے کر لینا معمولی قابلیت کا کام نہیں۔

ادھر ادھر کی دو چار فضول باتیں کیں تو منشی جی نے نہایت ہی کرخت لہجہ میں چٹ پٹ جواب دیئے بڑی مشکل سے میں نے آخر کو منشی جی سے پوچھ ہی لیا کہ لالہ جی منجملہ پانچ سو کے کتنے روپے دے گئے اور کتنے باقی رہے۔

کیا بتاؤں کہ میرا کیا حال ہوا جب منشی جی نے بے انتہا کڑوا منہ بنا کر مارے

غصہ کے اپنا چہرہ مسخ کر ڈالا اور نہایت ہی بے تکے اور بھدے پن سے جواب دیا میری نبضیں گویا ساکت ہو گئیں دل رک کر گویا سارا بدن ایک دم سے سرد پڑ گیا کیونکہ افسوس صد افسوس اور حیف صد حیف واحسرتا کہ وہ مقدمہ تھا تو پانچ سو کا ضرور مگر پانچ سو روپے کا نہیں تھا بلکہ جناب من دفعہ پانچ سو تعزیرات ہند کا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور پھر منشی جی کا طنزیہ کہنا جی پاس پانچ سو روپے فیس کے مقدمات آپ کے لیے اب میں خاص طور پر ہائی کورٹ سے منگواؤں گا لاحول ولا قوۃ اب میں ہلتا ہوں تو جگہ سے ہلا نہیں جاتا۔ اٹھتا ہوں تو اٹھا نہیں جاتا۔ بات دراصل یوں ہے کہ پانچ کی چوٹ بری ہوتی ہے اور پھر ایک نئے وکیل کے لیے۔

بسورتی صورت بنائے ضعیفوں کی طرح سے وہاں سے اٹھا سوچا کہ کدھر جاؤں کیا جاؤں کہ اتنے میں میں ایک ساتھی دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے یار تم بندے لینے شہر کی طرف جاؤ تو مجھے بھی موٹر سائیکل پر بٹھا لینا ذرا مجھے بھی کام ہے دیکھو بھولنا مت قبل اس کے کہ میں جواب دوں وہ تیزی سے نکلے چلے گئے اب میں نے سوچا کہ یہاں سے بھاگنا چاہیے مگر پھر بھی دیر تک نہ معلوم کس سوچ میں بار روم میں بیٹھا رہا کوئی کام بھی آج نہ تھا ایک دم سے خیال کہ علی بھائی دلی جی کو زیور کے صندوق کے بارے میں آرڈر دے دیا ہے روپے اس مہینہ میں ویسے ہی کم ہیں اب کیا تار دے دوں کہ مت بھیجنا ایک دم سے، گھبرا کر گھر بھاگا اب واپسی میں بجائے خانم کی کان میں بندے لٹکتے نظر آتے کہ ڈبیا میں رکھے نظر آئے جوں توں کر کے گھر پہنچا خانم انجن کی آواز سن کر بے تحاشا اور بے محابا ہانپتی کانپتی ایسی آئی کہ کمرے کے دروازہ پر مجھ سے ٹکر ہوئی۔

”لے آئے...... لے آئے...... میں نے زبیدہ سے لوہے کی الماری کو جو کھلوایا تو اس نے کہا تم میری ہی لے لو میں نے فوراً منگوالی...... دام بھی بھیج دیئے...... پندرہ

روپے رہ گئے ہیں …… آؤ دیکھو …… دیکھو خدا کے واسطے بندے تو نکالو“۔

نیچے کی جیبیں باتیں کرنے میں خانم ٹٹول چکی تھی اور اب بولی اندر کی جیب میں ہیں۔

میں نے مری ہوئی آواز سے کہا ذرا ٹھہرو تم ……

ہنس کر خانم نے شرارتاً کہا تم خواہ مخواہ دق کر رہے ہو اور یہ کہہ کر وہ اوپر کی جیب پر حملہ آور ہوئی۔

میں نے ذرا پہلے سن تو بالکل بچہ ہو گئیں کیا دیوانی ہو گئی۔

خانم نے کچھ شکایت آمیز لہجہ میں کہا تو یوں کہیے کہ نہیں لائے۔

اب میں گفتگو کے خاص الفاظ دہرانا چاہتا قصہ مختصر میں نے خانم کو حال سنایا کہ افسوس ناک غلطی ہوئی پانچ سو روپے کا مقدمہ نہیں دفعہ پانچ سو کا تھا۔

خانم کا چہرہ فق ہو گیا گردن ایک طرف کو لٹک گئی ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے چہرہ کا رنگ و روغن سب ہوا ہو گیا او سارا جوش کافور تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کو بیٹھے دیکھا کئے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک نے دوسرے کے ساتھ ہمدردی کی خانم نے کس طرح آنسو پی لیے میں ہی جانتا ہوں تھوڑی دیر بعد گویا چونک سے پڑے علی بھائی دلی جی کو تار دیا گیا کہ بکس مت بھیجنا بہن زبیدہ کی لوہے کی الماری واپس کر دی یہ کہہ کر وکیل صاحب کو ناپسند ہے بڑی چاہتے ہیں اللہ اللہ خیر صلا۔

جیسی ہماری ان ہیروں کے بندوں کے معامہ میں گزری خدا نہ کرے ویسی آپ پر گزرے۔

IqbalCyberLibrary

پولٹری فارم

ہم نے ایک پولٹری فارم کھولا تھا اس میں بیالیس روپے کا خسارہ رہا۔

(۱)

مسٹر زنبور نے اپنی داڑھی کو ایک زور کا گھسا دیا اور مجھ سے کچھ چیں بچیں ہو کر کہا معاف کیجئے گا کیا یہی حقوق ہمسایہ ہیں جن کا آپ اظہار فرما رہے ہیں۔

میں نے یہ سوچ کر کہ ضرور ان کی کسی موٹی سی مرغی کو ہمارے بنگلہ کے احاطہ کی دیوار پھاندنے میں دقت ہوئی ہوگی ان سے کہنا کہ دیوار جلد توڑوا دوں گا مگر پھر میں نے کچھ ان کو غور سے دیکھا بالخصوص داڑھی کو وہ داڑھی جو ضرور بالضرور دو تین مہینے کیا بلکہ شاید چھ مہینے پیشتر فرنچ کٹ ہوگئی قبل اس کے کہ میں کچھ جواب دوں انہوں نے جلدی سے اپنی داڑھی کو مرغی کی دم سمجھ کر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

بندوق تو میرے پاس بھی ہے آپ میری مرغی ماریں گے تو میں ......تو میں معاف کیجیے گا جو آپ کا کتا میری طرف آیا دوڑتا وہ مرغیوں پر ...... پرسوں دوڑا میری ''لیگ ہارن'' کی طرف اور اس کی گردن کے پر نوچ لیے مگر میں نے تو کچھ نہ کہا لیکن میری مرغی نے اگر پودینہ کی دو پتیاں نوچ لیں تو اس کے یہ معنی تو نہ ہوئے کہ آپ بندوق سے ماریں گے...... اڑتیس روپے کی مرغی کو۔

اب میں سمجھا کہ کیا معاملہ ہے میں نے معذرت کی اور عرض کی بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے ملازم نے شرارت کی جو ایسا کہا میری مجال نہیں جو اس قسم کے جملے جناب کی یا جناب کی کسی مرغی کی شان میں کہوں یہ بالکل غلط ہے میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا ضرور ملازم کی بدمعاشی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جب انہوں نے میرا عذر سنا تو خلق مجسم بن گئے اور مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ مرغ بازی اور چیز ہے اور ایک مرغی باز اور چیز ہے انڈے گن گن کر بد اخلاق نہیں ہو سکتا۔ مسٹر زنبور نے مجھ وعدہ لینا چاہا کہ ملازم کو اس گستاخی کی پاداش میں برطرف کر

دوں تو میں نے اس کے جواب میں بجائے وعدہ کرنے کے اول تو اس پر زور دیا کہ نوکر بدمعاش ہوتے ہیں اور بالخصوص میرا نوکر اور پھر اس کے بعد نوکروں کے قحط کا ذکر کیا۔

مسٹر زنبور کے پھر یہ تجویز کہ وہ ایک نوکر بہت اچھا مہیا کر دیں گے اور یقین دلایا کہ وہ ملازم مرغیوں کی خدمت کرنے میں ماہر ہے میں نے دو لفظ یعنی بہت اچھا بہت خوب دیکھا جائے گا، کہہ کر فوراً موسم کی خرابی اور شہر کے اوسط اموات کا ذکر کیا جس کے جواب میں انہوں نے مرغیوں کی غیر معمولی تندرستی کے ذکر کا سلسلہ چھوڑ دیا اور پھر جو ایک تقریر کی تو اس سے تو مجھے یہی پتہ چلا کہ شہر میں ہیلتھ آفیسر وغیرہ بالکل بے کار ہیں بلکہ آدمی ہونا ہی بدقسمتی ہے۔ بشرطیکہ مرغی بن کر مسٹر زنبور کے پولٹری فارم میں جگہ مل جائے جہاں کچھ نہیں تو تندرستی تو میسر ہوگی۔

☆

مسٹر زنبور نے بڑے اخلاق سے ہاتھ ملایا مسکرا کر وہ ادھر روانہ ہوئے اور میں اُدھر مڑ کر میں نے دیکھا کہ وہ اپنی کسی مرغی کو ایک بدتہذیب مرغ سے چھڑانے دوڑے۔

یہ مرغے بھی بڑے بدتہذیب ہوتے ہیں مجھے دل میں کہنا پڑا ناشائستہ کہیں کے لیڈیز کی ان کے ہاں کچھ عزت نہیں۔

مسٹر زنبور درختوں کی آڑ میں غائب ہو گئے۔

(۲)

میں نے خانم سے کچھ بگڑ کر کہا ''آخر یہ تم نے سوچا کیا ہے؟''

کیا سوچا ہے؟

یہ کہلوا دیا مسٹر زنبور سے بھلا یہ بھی کوئی انسانیت ہے؟

یا میرے اللہ! مرغیوں نے یہ دم کر دیا ہے۔ خانم نے اپنی ناک کی طرف اشارہ

کر کے بتایا کہ پودینہ سب کا سب کھا گئیں دنیا کی مرغیوں کو دیکھا کہ ہشت کر دیا چلو بھاگ گئیں مسٹر زنبور کی مرغیاں مانتی ہی نہیں! کہلوا دیا میں نے بھی کہ اب جو آئیں تو بندوق سے ماری جائیں گی۔

میں نے مسٹر زنبور کی شرافت اور اخلاق کا ذکر کیا اور ان کی مرغی کی قیمت بتائی خانم نے اس پر کہا کہ اب کی جو آئی ان کی مرغی ٹانگ توڑ دوں گی، پھر پودینہ کا گملا دکھلایا مجھے کہ کس طرح مرغوں نے اسے کر دیا تھا۔

* * *

اسی روز کا ذکر ہے کہ شام کو مسٹر زنبور کی ایک اور مرغی آئی خربوزے کے بیج سکھانے کو برآمدے کے سامنے کرسی پر رکھے تھے اس مرغی کو چاہیے تھے کہ کھا لیتی اس میں سے خیر کچھ نہیں کہتے ہم مگر شرارت تو دیکھیے اول تو اس نے خوب کریدا پھر حوائج ضروریہ کا مسئلہ چھیڑ کر اس کرسی کو اس لیے منتخب کیا۔

مرغی اس تیموری کارروائی میں مشغول ہی تھی کہ خانم نے ایک جوتا جو کھینچ کر مارا اسے تو مرغی پھر مرغی ٹھہری وار خالی دے گئی اور خانم کا حربہ بیجوں کی سینی پر پڑا نتیجہ یہ کہ سب کے سب بیج گر گئے اور خود مرغی نعرہ مار کر اپنے شوہر محترم کی نگرانی میں پہنچی جو سامنے، دیوار پر چہل قدمی میں مصروف تھے مگر قبل اس کے کہ مرغی اڑ کر دیوار پر پہنچے مسٹر ٹائیگر توپ کے گولے کی طرح مرغی کے تعاقب میں پہنچ چکے تھے اور چشم زدن میں انہوں نے مرغی کی دم اکھاڑ لی جڑ سے۔

مرغی تو بنگلہ میں پہنچ گئی مگر مسٹر زنبور دیوار کے پاس پہنچے ادھر مرغی کا پنجہ خود اس کی بیٹ پر پڑ گیا اور غالباً پھسل گیا تھا جس کی وجہ سے کرسی کا بقول خانم نا قابل معافی و نا قابل تلافی نقصان ہو چکا تھا۔

میں بڑھ کر مسٹر زنبور کے پاس پہنچا ان کے خشم آگیں اور اندوہ ناک چہرہ کو دیکھا درحالیکہ وہ اپنی مرغی کے دم کے پر کھڑے گن رہے تھے۔

قبل اس کے کہ وہ کچھ غضب ناک ہوسکیں میں مرغی کی چنگیزی تاخت کا ذکر کر کے کہا کہ وہ دیکھئے اس مرغی نے کیا کارروائی کی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مرغی کو بھگایا گیا تو کتا خود بخود دوڑ پڑا بلکہ ہم نے کتے کو ڈانٹا تھا۔

میں نے دیکھا کہ عذر معقول سے ان کا تمام غصہ رفع ہوگیا مگر ایک خونی نظر انہوں نے کتے پر ڈال کر کہا کہ مجھے مرغیاں ضرور پالنا چاہئیں اور بغیر اس کے چارہ ہی نہیں ہے کیونکہ اور کوئی صورت ہی ممکن نہ تھی جس سے کتے کی اصلاح ممکن ہو اور وہ خواہ مخواہ مرغوں پر دوڑنا چھوڑ دے ایسا کتا جو مرغیوں کا جانی دشمن ہو بالکل فضول ہوتا ہے یہ مجھے اب معلوم ہوا کہ اس کے بعد انہوں نے خربوزہ کے بیجوں کو مرغیوں کے نازک اعضاء کے لیے غیر مفید و نقصان دہ ثابت کرکے اس حقیر مالی نقصان سے جو مجھے بیجوں کے نقصان سے پہنچا تھا اور اس مالی نقصان سے جو ان کو مرغی کی دم اکھڑ جانے سے پہنچا تھا موازنہ کیا اور یہ ثابت کردیا کہ وہ خود ایسے خسارے میں رہے کہ اس کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں کیونکہ یہی مرغی دراصل مرغیوں کی نمائش میں ملکہ حسن قرار دی جانے والی تھی میں ان سے کس طرح کہتا کہ خود لیڈیز اب بال کٹواتی ہیں دم کی چنداں ضرورت نہیں۔

مسٹر زنبور نے اس قدر زبردست نقصان پر مجھ سے کچھ نہ کہا۔ سوائے اس کے کہ مشورہ دیتے کہ خود مرغیاں پالنے لگ جاؤں۔

☆

نہ معلوم کیوں بلاتے ہیں میں نے دل میں سوچا اور پھر دیوار پھاند کر پہنچا ان کے احاطہ میں ملازم نے چق بڑھ کر اٹھائی اور میں اندر داخل ہوا۔

داہنی طرف میں نے دیکھا ایک صوفہ پر کڑک مرغی بیٹھی ہوئی ہے صوفہ قصداً گھسیٹ کر کونے میں کر دیا گیا ہے میں نے انگلی بڑھائی اس مرغی کی طرف اور بولی قیں ...... ن ...... ن معاً باہر سے ان کے شوہر محترم یعنی ایک مرغ صاحب نے

صدائے احتجاج بلند کی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ مرغی موصوفہ کا دنیا میں کوئی ہے۔

ایک مرغی سامنے کے دروازہ میں پردہ کی آڑ سے گردن نکال کر ہانپ رہی تھی اور مجھ سے نظر ملتے ہی اس نے گویا ایک تار کھینچا وہ مخصوص آواز جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرغی انڈا دیئے بغیر نہیں مانے گی اور ساتھ ہی ایک مرغ صاحب کبوتر کی سی آواز نکالتے ہوئے اندر داخل ہوئے شاید ان مرغ صاحب نے میری طرف محبت آمیز نگاہوں سے دیکھا پھر اپنی مسز کو ساتھ لے کر بیٹ کرتے ہوئے سیدھے آتش دان کے پاس پہنچ کر خود اس میں داخل ہو کر بیٹھ کر کر دیا کہ معلوم ہو حضرت محترم خود انڈا دینے کے شائق ہیں درحالیکہ یہ واقعہ یہ تھا کہ وہ محترمہ مرغی صاحبہ کو اس مقام پر محض زچہ خانہ بپا کرنے کا مشورہ دے رہے تھے میں نے ایک بڑا سا مونڈھا اپنے بیٹھنے کے لیے منتخب کیا اور واللہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مونڈھے کے نیچے کیا ادھر میں نے مونڈھا گھسیٹا ہے اور ادھر اس میں سے ایک بے طرح مرغی تڑپ کر نکلی ہے کہ خدا کی پناہ...... پروں کے ایک زبردست پھڑاکے یا پھڑپھڑاہٹ کے ساتھ دروازہ سے کڑکڑا کر میری ٹانگوں کو باب علای بنا کر نکل بھی چکی تھی!...... ادھر میں اچھلا ہوں اور ادھر سے نالائق مرغے نے جو ابھی تو زچہ خانہ کے اہتمام میں کے معصوم شوہر کی طرح مبتلا تھا ایک زبردست چیخ ماری اور دوڑا اس مرغی کے پیچھے ساتھ ہی اس مرغی کو خطرے کا سگنل دے کر چیختا اور پھر اس کی تائید کڑک مرغی صاحبہ پر بھی واجب تھی یہ سب آوازیں ایک ساتھ مل کر کمرہ میں اس طرح بپا ہوئی کہ جیسے کوئی حادثہ پیش آیا وار پھر کس طرح مسٹر زنبور ہاتھ میں ایک نوخیز مرغی کا چوزہ دابے ہوئے بھنویں چڑھائے منہ پھاڑے دوڑے آئے ہیں کہ بیان سے باہر نہ سلام نہ دعا مجھے دیکھتے ہی بولے۔ ''مرغی کھول دی''۔

آپ ذرا غور فرمائیں واقعہ تھا کہ میں نے مرغی کھول دی مگر اس طرح مجھ سے کہنا کہ جیسے کوئی جرم تھا جس کا میں نے دانستہ ارتکاب کیا تھا میں نے جواب میں سمجھایا

کہ کس طرح مرغی لاعلمی میں کھل گئی انہوں نے میرے عذر لاعلمی کو تسلیم کیا مگر ساتھ ہی یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ بیٹھتے وقت لوگوں کو نہ معلوم یہ کیا عادت ہے کہ مونڈھے یا کرسی کو جگہ سے ہٹائیں ذرا غور نہیں کرتے کہ ممکن ہے اس میں کچھ بند ہو پھر ساتھ ہی اس مونڈھے سے کہیں زیادہ، خوب صورت اور آرام دہ کرسی کی طرف توجہ دلائی جس پر بڑے آرام سے بغیر مرغی بھگا دینے کے احتمال کے نہ صرف بیٹھ سکتا تھا بلکہ لیٹ بھی سکتا تھا۔

آپ کہیں گے کہ آخر کیا ہوا یہی نا کہ مرغی چھوٹ گئی پھر پکڑ لو اسے یہی میرا خیال تھا جس کے جواب میں مسٹر زنبور نے مجھے بتایا کہ اب مرغی بغیر خود پست ہوئے اور اپنے تعاقب کرنے والوں کو شل کیے ہوئے ہاتھ نہیں آئے گی اور ایسی صورت میں آدمیوں کا تو خیر کچھ نہیں وہ بنے ہی اس لیے ہیں کہ کتے کہ موت مریں مگر مرغی کی تندرستی معرض خطر میں پڑ جائے گی۔ کیونکہ اس کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور ڈاکٹر نے مشورہ دیا تھا کہ اس کو پورا آرام دیا جائے ساتھ ہی مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرغ صاحبان ان تمام اصولوں پر قطعی غور نہیں کرتے اور اب روڑے اڑا رہے ہوں گے اس مرغی کو درحالیکہ اس کی طبیعت ناساز ہے۔

اس کے بعد مسٹر زنبور نے میرا شکریہ ادا کیا کہ میں تشریف لایا اور بات کاٹ کر اس کڑک مرغی کی طرف میری توجہ دلا کر کہا اس کو نہ چھیڑیئے گا میں نے فوراً پختہ وعدہ کر لیا۔

* * *

میں نے اب گویا کمرہ کو غور سے دیکھا جگہ جگہ مرغیوں کی خشک بیٹ فرش پر چسپاں تھی جگہ جگہ اس قسم کے داغ اور دھبے تھے کہ معلوم ہو کہ یہاں سے بیٹ خشک ہو کر لاتوں سے اکھڑ گئی ہے۔

مجھے مسٹر زنبور نے کیوں بلایا تھا غور کیجئے جناب اس لیے بلایا تھا کہ مجھے ایک

چوٹی دار مرغی کا جوڑا عنایت کیا جائے۔

ان کے چہرے پر زلزلہ کے آثار نمودار ہوئے آنکھیں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے نکل پڑیں گے بڑی سرعت کے ساتھ منہ ایک صفر اور پھر ایک مثلث کی شکل اختیار کر کے ایک سیدھی سطر میں تخیل ہوا جب جا کر مجھے معلوم ہوا کہ یہ آواز کا ترنم یہ چہرہ کا زلزلہ، یہ طوفان جذبات سب کچھ اس لیے ہے کہ مجھے ایک جوڑا نہایت ہی قیمتی چوٹی دار مرغیوں کا دیا جائے گا اور اس مرغی کے جوڑے سے اگر ایک طرف فائدہ ہوگا کہ دن بھر ایسی خوب صورت مرغیاں دیکھنے کو ملیں گی تو پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ کتے کی اصلاح ہو جائے گی وہ مرغیوں پر دوڑنا یعنی کج خلقی کا ثبوت دینا چھوڑ دے گا مرغیوں کی خوب صورت دم اکھاڑنے میں نہ صرف تامل کرے گا بلکہ دریغ سے کام لے گا بالکل مرغیوں پر دوڑنا چھوڑ دے گا......

کس طرح مسٹر زنبور نے زور دے کر کہا جیسے کہ میں کتے کی اس عادت سے نالاں ہوں اور ان کے پاس شکایت کے لے کر آیا ہوں حالانکہ حضرت بدقسمتی سے واقعہ یہ ہے کہ مرغی خواہ اپنی ہو یا پرائی مجھے زیادہ بحث نہیں کہ کتے نے اس کی دم اکھیڑی ہے یا گردن۔

میں نے شکریہ پہ شکریہ ادا کیا انکار تو نہیں کر سکتا تھا کتے کی خونخواری کا بہانہ کیا، مرغیوں کی جان خطرہ میں پڑنے کا اندیشہ ظاہر کیا انھوں نے ان امور کی طرف یہ توبہ کی کہ میرا ہاتھ پکڑ کر مرغی خانہ کی طرف لے چلے تا کہ میں خود پسند کر سکوں۔

میرا ہاتھ پکڑے تھے چھڑا کر بھاگنے کا کوئی ارادہ نہ تھا کوئی مارنے تو نہیں لیے جا رہے تھے مرغیوں کی شناخت کرنے سے قاصر رہنے کا عذر کرتا ہوا چلا ان کے ساتھ۔

(۲)

جالی ایک بڑا سا گویا مکان تھا جس کے اندر اور باہر باغ میں مع مبالغہ سینکڑوں

مرغیاں ادھر اُدھر ٹہل رہی تھیں وہ باغ جس کو عرصہ سے انہوں نے باغ کے خطاب سے بے نیاز کر کے قابلِ رشک گھورا بنا دیا تھا ہر مرغی کو اجازت حاصل تھی کہ کیاریاں کرید ڈالے پھول پتیاں کھا جائے ورنہ توڑ کر تو پھینک ہی دے پھولوں کے پودوں میں بیٹ کر دے جہاں درخت نصب ہونا چاہیے وہاں پہنچ کر انڈے دینے کی مشق بہم پہنچائے۔

اس کے علاوہ اس مرغی گھر میں کئی حصہ تھے اور اس میں مرغیاں ٹہل رہی تھیں چوزے دوڑ رہے تھے مرغے بے تکے اذانیں دے رہے تھے دانہ بجائے کھائے جانے کے بکھیرا اور کریدا جا رہا تھا دروازہ پر اس کے دو بڑے بڑے مونڈھے پڑے ہوئے تھے ایک چھوٹی سی میز رکھی ہوئی اس میز پر ایک بڑا سا لوٹا رکھا ہوتا جو نیچے رکھتے ہی مرغیوں کے پانی پینے کا کام دینے لگا۔

انہوں نے ایک مرغی کی طرف انگلی اٹھائی جو بڑی تیزی کے ساتھ جالی کے سوراخ گن رہی تھی اور مجھ سے پوچھا کہ کیسی ہے؟

اب آپ ہی غور کیجئے کہ میں کیا جواب دیتا نہ تو اس کے ہاتھ میں لے کر میں نے دیکھا کہ یہ موٹی ہے اور نہ یہ دیکھا کہ اسے بھی ذبح کیا جائے یا دو مہینہ بعد دانہ کھلا کر نہ مجھے یہ پتہ کہ کتنا گوشت اس میں نکل سکتا ہے رہ گئی اس کی بڑی سی چوٹی تو میں تو اس کو کھانے سے رہا اور نہ شاید وہ میری ٹوپی میں طرہ کا کام دے سکے گی اور نہ خانم کے پِن میں لگائی جا سکے گی۔

میں چپ رہا تو پھر انہوں نے اس کے مرغے کو بتایا انگلی سے اور پھر اس کی چوٹی کی تعریف کر کے اس طرح داد چاہی کہ جیسے وہ خود مرغا ہوں۔

دل میں چوٹی کی لغویت پر غور کرتے ہوئے میں نے مرغیوں کی تعریف کی کہ انہوں نے جیسے چونک کر کہا۔

حضرت ملیے مت مونڈھے پر اس میں بھی ایک مرغی بند ہے۔

میرے ہوش خطا ہوئے اور میں نے گھبرا کر کہا تو پھر اس مونڈھے پر آپ آ جائیے۔

وہ بولے مگر اس میں تو مرغا بند ہے۔۔۔۔۔ لڑتا ہے بدمعاش۔۔۔۔۔ جب وہ مرغا انگلی ایک جھاڑی کی طرف اٹھا کر بتایا اور میں نے دیکھا کہ ایک مرغا کس شوق سے مٹی کرید کرید کر ایک کیاری کا گھورا بنانے میں مشغول ہے، بند کیا جائے گا تب یہ کھلے گا ۔۔۔۔۔ اور جو کھل جائے ابھی تو بس نہ پوچھئے کیا کر ڈالے۔

انہوں نے آخری الفاظ اس طرح ادا کیے جیسے کہ یہ مرغا چھوٹتے ہی خون کر ڈالے گا دو تین۔ یا کھا جائے گا کسی کو۔

ساتھ ہی ملازم چائے لایا مرغی کا چوزہ ان کے ہاتھ میں تھا بیٹ وہ پہلے ہی ان کے گھٹنے پر کر چکا تھا اس چوزے کو انہوں نے ملازم کو دیا اور کہا کہ اسے دوا کھلا کر بند کرو اس کے بعد اس سے کہا کہ وہ چوٹی دار مرغیاں پکڑ کر میرے یہاں دے آئے ایک لکڑی کا ڈربہ بتایا کہ یہ مجھے عاریتاً دیا جاتا ہے امید ظاہر کی کہ ہفتہ بھر کے اندر ہی اندر میں ڈربہ بنوا لوں گا اور یہ واپس کر دیا جائے گا۔

ملازم نے تعمیل احکام کی طرف توجہ کی اور ہم نے چائے کی طرف۔

شکر آپ کم کھاتے ہیں۔

میں نے کہا جی نہیں،

انہوں نے چاہا کہ وہ تکلیف گوارا کر کے شکر دانی آگے بڑھانے کی زحمت اٹھائیں اور میں نے یہ سوچ کر کہ میزبان کو کیوں زیر بار کروں بڑھ کر خود ہی نہ لے لوں اس طرح میں لے لوں گا کہتے ہوئے چمچہ بڑھانے کو مونڈھے پر بیٹھے بیٹھے آگے کو جھکا ہوں تو پیچھے سے مونڈھا اٹھ گیا اور پھڑ پھڑا کر مرغی یہ جا وہ جا اور اس پیچھے تین عدد بے قرار مرغے چیخ کو دوڑے اور ان کے پیچھے غضب کیا آپ نے کہہ کر مسٹر زنبور اور ان کے پیچھے چائے کا چمچہ جلدی میں ہاتھ ہی میں لیے اخلاقاً میں

دوڑا اب مرغوں کی نالائقی ملاحظہ ہو ایک سے ایک پری زاد حور شمائل مرغی موجود مگر مرغے ہیں کہ دوڑ رہے ہیں اس کے پیچھے اور وہ بھی کس طرف؟ ایسے کہ حتی الوسع مرغی ہماری طرف نہ آئے۔

بعد جست و خیز کے قائل ہونا پڑا کہ مرغی پکڑنا کس قدر مشکل ہے مگر گھیر لیا ہم دونوں نے اسے کنوئیں کے پاس لیجیے مسٹر زنبور نے تڑپ کر کہا اور ہوں کہہ میں نے لپک کر چھاپہ مارا لیکن وہ میری ٹانگوں کے بیچ میں سے پھڑ پھڑا کر نکل گئی ایک ہاتھ میں میرے چائے کا چمچہ تھا اس وجہ سے اور بھی گرفت میں نہ آئی البتہ میرے ہاتھ میں مٹھی بھر بال و پر چھوڑ گئی۔

پر نوچ لیے آپ نے اس کے، مسٹر زنبور نے کچھ غیر شیریں لہجہ میں کہا۔

میں نے شرمندگی سے اعتراف خطا میں سر جھکا دیا مرغی صاحبان اب برآمدہ میں ورزش کرا رہے تھے اور سولہ آنے امید تھی کہ کمرے میں گھس جائے گی لہذا ملازم کو گھیرنے کی تاکید کر کے ہم دونوں واپس چلے کچھ غمگین اور شکایت کے لہجہ میں مسٹر زنبور نے گردن نیچے کر کے زمین کی طرف دیکھ کر بغیر رکے ہوئے یا پیچھے دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ سے کہہ دیا تھا کہ حضرت مرغی بند ہے کہیں چھوٹ نہ جائے ...... اور پھر شکر تو میں دے ہی رہا تھا۔

میں نے گلا صاف کر کے معذرت کی کہ خیال نہ رہا مگر ہاں اس کا جواب معقول نہ دے سکا کہ آخر شکر کی ایسی کیا گھبراہٹ تھی۔

میں تو گردن نیچے کیے مستقل تھا اور ادھر مسٹر زنبور کی حالت معلوم سامنے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مرغ صاحب معہ اپنی اہلیہ صاحب کے چائے نوشی سے شغل فرما رہے ہیں مسٹر زنبور شاید عادی ہوں گے اس قسم کے نظاروں کے لیکن میری جو گردن اٹھی تو بے ساختہ مرغی بھگانے کے مقررہ الفاظ بڑی تیزی سے نکلے اور دوڑا میں

بنگالی میں بولتا ہوا یہ سمجھ کر جیسے میں نے ہی دیکھا ہے۔

مرغیاں چائے کی کشتی پر ایک دم سے چونک کر پھڑ پھڑاتی جو ہیں تو معجزہ سمجھیے کہ سوائے چمچوں اور چھلنی کے کوئی دوسری چیز نیچے نہ گری۔

مرغیاں تو بھاگ گئیں مگر مسٹر زنبور نے ایک فقرہ میرے اوپر کسا جو چبھ کر رہ گیا کہنے لگے افوہ آپ نے بیج بھی اسی طرح گرائے ہوں گے ارے صاحب آخر غضب کو سنا ہو گیا جو مرغی نے چائے پی لی اول تو تمام جانوروں کا جھوٹا پاک ہے اور مرغی گرا دیتی چائے کے برتن تب کیا ہوتا۔

لفظ تب کیا ہوتا اصل میں جملہ تھا جس کا مفہوم سوائے اس کے اور کیا تھا کہ شاید میں مارا اورا جاتا چائے کی میز کے پاس جو پہنچے تو چائے مرغیوں نے واقعی نہیں پی تھی کیونکہ گرم تھی مگر دو چار پرزے یا روئیں مرغی کے پروں کے ضرور ادھر اُدھر برتنوں پر موجود تھے اور ان میں سے قدرے بڑے والا پر یا پرزہ میری چائے میں تیر رہا تھا انہوں نے دیکھ پایا کہیں اس روئیں کو میں نے چمچہ اپنا رکھ دیا تھا اسی چمچہ سے لے کر بڑی انسانیت سے میری چائے میں سے نکال کر پھینک دیا گیا گویا وہ چمچہ جس کو ہاتھ میں لے کر میں نے مرغی کے پر نوچے تھے اچھی طرح چائے کی پیالی میں گھنگول دیا گیا اور ساتھ ہی فرمائش کی بسم اللہ اور یہ کہہ کر اپنی پیالی منہ سے لگائی۔

قبل اس کے میں عرض کروں میں نے کیا کہا عرض ہے کہ میری سمجھ میں آج تک نہ آیا کہ مرغی از خود (اس کا گوشت نہیں) زیادہ خوش دار ہوتی ہے یا خود مرغی خانہ، مرغی کا ڈربہ پھر مرغی کی بیٹ! کچھ بھی ہو یہ سوال ایک مجسم صورت میں اس وقت چائے کی میز پر موجود تھا۔ اور میں دیکھ رہا تھا کہ چائے پینا اس وقت ضرور بالضرورو راس لانیحل مسئلہ کو حل کر کے رکھ دے گا۔ غالباً میری جگہ خود آپ ہوتے تو میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے سے گریز کرتے چنانچہ یہی میں نے کیا۔

میں نے کہا مجھے اس وقت چائے پینا منظور نہیں۔

وہ بولے عرض کیا نا گرم چائے مرغی نہیں پی سکتی۔

میں نے کہا یہ بات نہیں کچھ دوا دوش کی وجہ سے اب چائے کو جی نہیں چاہتا اور میں ویسے بھی عادی نہیں، انہوں نے کہا آپ بڑے وہمی ہیں۔

یہ کہہ کر مسکرا کر چائے پھینک دی اور اٹھ چلنے لگے تو میں نے عذر کیا اور مرغیوں کے عطا کئے جانے پر دوبارہ شکریہ ادا کیا۔

(۵)

چوٹی دار مرغیاں! واقعی کیا جوڑا ہے کس قدر خوبصورت ہیں مرغی اور مرغا دونوں مگر افسوس کہ اس سے پہلے ہتھے نہیں چڑھے جبکہ مرغا ایک بے بانگا نوخیز پٹھا تھا یعنی چوزیت سے آگے بڑھ کر شباب کی کھائی میں قدم رکھنے والا تھا۔

قصہ مختصر مرغی اور مرغا دونوں کسی قدر بھلے معلوم ہوتے تھے ہوتے ہی ہیں خوب صورت مرغیاں ہی...... خوب صورت ہیں یہ اور بات ہے کہ دیگچی میں جا کر اور بھی خوب صورت معلوم ہوتی ہیں مجھے مرغا ٹہلتا ہوا بے حد خوب صورت معلوم ہوتا ہے مگر دیگچی میں پہنچ کر اور بھی خوبصورت معلوم ہوتا ہے پیٹ میں پہنچ کر حسن مجسم بن جاتا ہے مگر اس کے یہ معنی تو نہیں کہ میں اس خوب صورت جوڑے کو ذبح کر ڈالوں۔

خانم نے مرغی کے جوڑے پر مالکانہ نظر ڈالتے ہوئے اطمینان سے دیکھا کچھ مسٹر زنبور کے اخلاق محبت اور دوستی کا ذکر کیا آخر کو پتہ چل ہی گیا راز چھپ نہ سکا آخر کو معلوم ہو ہی گیا کہ مسٹر زنبور خاندانی رئیس ہیں اور ان میں وضع داری اور محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔ قصہ مختصر یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ہم غلطی پر تھے جو مسٹر زنبور کو ایک چڑچڑا اور لڑاکا پڑوسی تصور کیے ہوئے تھے وہ تو دراصل بے حد ملنسار اور فرسٹ کلاس پڑوسی نکلے کم از کم خانم کو تو اس کی توقع نہ تھی اب پتہ چلا کہ کس طرح اس روز وہ شرافت سے مرغی کی دم نوچے جانے پر غم کھا گئے لڑاکا ہوتے تو وہیں کے وہیں لڑ پڑتے خانم نے حساب لگایا تو اب پتہ چلا کہ بمشکل آدھے پیسے کا مرغیوں نے پودینہ

نوچ کر نقصان پہنچایا ہو گیا اور یہ مرغیاں کم از کم کتنے کی ہیں مسٹر زنبور کہتے ہیں کہ پہلا جوڑا جو لائے تھے وہ ایک سو پانچ روپے کا تھا پھر انڈے سینچے ہوئے یہ جوڑا اس حساب سے سو کا تو ضرور تھا لاحول ولاقوۃ تھا نہیں بلکہ اس وقت ہے۔

(۶)

اسی ہفتہ کا ذکر ہے کہ گورنمنٹ پولٹری فارم لکھنؤ سے ایک خط آیا اس میں لکھا تھا کہ مسٹر زنبور کی سفارش پر آپ کو کچھ کتابیں بھیجی جاتی ہیں اور ہم یہ معلوم کر کے بے حد خوش ہیں کہ آپ مرغیوں کے معاملات میں بے حد دلچسپی لے رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

میں نے خوش ہو کر خانم سے کہا کہ دیکھی تم نے مسٹر زنبور کی شرافت نہ معلوم کیسی کیسی قیمتی کتابیں ملیں گی۔

ساتھ ہی اس کے اور خط آیا ایک کاس گنج کے ایک پولٹری فارم سے انہوں نے مرغوں اور مرغیوں کی فہرست بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ ہمیں مسٹر زنبور نے لکھا ہے کہ آپ مرغیوں کے بے حد شائق ہیں اور ہم اس فکر میں ہیں کہ ہماری کچھ مرغیوں کو ”پر از محبت و آرام“ گھر میسر ہو جائے جہاں وہ محبت سے رکھی جا سکیں لہذا ان مرغیوں میں جن پر کہ فہرست میں سرخی سے نشان ہے آپ کو جو پسند ہوں ہمیں لکھئے اور یا تو خود اپنا آدمی بھیج کر منگا لیجئے یا ہم اپنا آدمی بھیج دیں گے کرایہ ہر صورت میں ہمارے ذمہ ہو گا۔

میں نے یہ خط پڑھا اور غنیمت ہوا کہ مارے خوشی کے میں نے خانم کو سر پر نہیں اٹھا لیا مگر پھر جھپٹ کے دوڑا خوشی کے لہجہ میں دونوں خط اس کے سامنے پٹخ کر اس کو ہلا مارا اور کس لہجہ میں میں نے کہا۔

دیکھو ان خطوں کو، یہ کہہ کر میں نے انگلی نچا نچا کر الفاظ پر زور دے دے کر دونوں خط سنائے۔

دیکھا تم نے، میں نے دیکھی بھی تم نے مسٹر زنبور کی شرافت دراصل ہو جو کہا جاتا ہے کہ پولٹری فارم کرنا کس قدر منفعت کی چیز ہے تو یہ اب پتہ چلا دراصل ایک دوسرے کو مرغیاں اسی طرح دیتے ہیں قاعدہ تو اچھا ہے کہ نئے شوقین کے پاس ادھر اُدھر کی مرغیاں آ گئیں پھر جب اس کے ہاں ہو گئیں تو اس نے بھی بطور تحفہ جگہ جگہ تقسیم کیں۔

خانم نے خوش ہو کر کہا کہ ہم کسی کا احسان کیوں لیں گے ہمارے ہاں مرغیاں ہو جائیں گی تو ہم خود ان کے ہاں تحفہ بھیجیں گے۔

میں نے کہا کیا خبر کہ ابھی یہ مسٹر زنبور کسی اور جگہ بھی لکھیں پھر تو یہیں کریں گے جیسے تم عید کے حصہ کا کرتی ہو کہ جوں کا توں ایک کے یہاں کا آیا دوسرے کے یہاں بھیج دیا ادھر کے حصہ ادھر کر دیئے بس یہ ٹھیک رہے گا اور پھر تم خود ہی غور کرو کہ بھلا سینکڑوں مرغیوں میں کوئی اپنے سے دام لگائے تو بس کھل چلے پولٹری فارم۔

خانم نے کہا ابھی ابھی تم جا کر مسٹر زنبور کا خود اپنی اور میری طرف سے شکریہ ادا کرو، بلکہ یہ کہو کہ اور دو چار جگہ ہمارا تعارف کر دیں ہم بھی پولٹری فارم کھولیں گے اب۔

میں خط لیے ہوئے مسٹر زنبور کے پاس پہنچا رات سے ایک مرغی کے پر بیٹھے اکھیڑ رہے تھے اکھیڑ چکے تھے پر تھوکتے ہوئے کہا وعلیکم السلام اور یہ کہہ کر مرغی کو چھوڑ دیا۔

کس قدر بھدی اور بدصورت مرغی ہے۔ میں نے ریمارک پاس کیا۔

سادگی سے ایک مرغے کی طرف دیکھ کر مسٹر زنبور بولے کوئی اس کے دل سے پوچھے۔ اب غور کیجئے کہ اس جواب میں ظرافت تھی یا فلسفہ۔

اس جملہ معترضہ کے بعد میں نے ان کا شکریہ ادا کیا کہ کس طرح انہوں نے میرا تعارف لکھنؤ اور کاس گنج کے پولٹری فارم سے کرا دیا مسکرا کر انہوں نے جواب دیا کہ

دیکھتے جائیے آپ کا پولٹری فارم جگہ جگہ کی نسلوں سے مالا مال ہو جائے گا۔

میں نے یہ الفاظ سنے اور میرا دل مارے خوشی کے بلیوں اچھلنے لگا محبت سے مسٹر زنبور کو دیکھا اور دل ہی دل میں مجھے کہنا پڑا کہ اے میرے پیارے زنبور مجھے تجھ سے بوجہ اتنی مرغیاں دلانے کے عشق حقیقی ہوا جا رہا ہے میں تیری محبت میں گم ہو جاؤں گا اے کاش صحیح جذبات کی الفاظ ترجمانی کر سکتے۔

شکریہ صد شکریہ ادا کر کے واپس آیا اور اٹھارہ مرغیوں اور مرغوں کے لیے لکھ دیا کاس گنج کہ آدمی کے ہاتھ بھیج دیئے کرایہ آپ نہیں بلکہ ہم خود دیں گے اس میں آپ تکلف مت کیجئے وغیرہ وغیرہ ساتھ ہی ایک خط لکھنؤ پولٹری فارم کو لکھا کہ آپ کا محکمہ یوپی میں صحیح معنی میں پولٹری فارمنگ میں دلچسپی لے رہا ہے اور فارم کی یہ ہمت افزائی قابل داد ہے کہ پولٹری فارم کے شوقین کو سونے میں تولنے والی کتابیں مفت تقسیم ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

(۷)

ایک مناسب جگہ میں کھڑا تھا اور فیتہ کا ایک سرا میرے ہاتھ میں تھا اور دوسرا سامنے کیل گاڑ کر اس میں اٹکا دیا تھا کمرے سے خانم بتا رہی تھی کہ اتنا رقبہ نا کافی ہوگا اتنی مرغیاں کیسے آئیں گے اتنی سی جگہ میں یہ طے ہو چکا تھا کہ پولٹری فارم کھلے گا قبل اس کے کہ میں جواب دوں ڈاک آئی اور اس میں...... اس میں ایک بڑا خراب وی پی...... اٹھارہ روپے بارہ آنہ کا وی پی۔

میں نے وی پی لیا اور میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ یہ وی پی ان کتابوں کا ہے جو لکھنؤ پولٹری فارم سے آئی ہیں۔

خانم نے میری طرف دیکھا اور میں اس کی طرف بغیر کچھ کہے سنے وی پی ڈاکیہ کو بھجوا کر سوچنا شروع کیا۔

ابھی اس گہرے سوچ میں ہی تھا کہ مرغیاں آ گئیں کاس گنج سے...... مارے خوشی

کے اچھل پڑا ایکا کتابوں کا وی پی چھڑانے۔

کہ خانم نے کہا سنو تو......

''ہیں'' میں نے کہا مرغیاں آگئیں۔

مگر...... اس نے میری طرف غور سے دیکھا میں ایک دم سے سرد پڑ گیا کہاں سے کہاں پہنچا کہیں یہ مرغیاں بھی ابھی جواب بھی نہ دینے پایا تھا ''آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید'' جب احمد نے کاغذ میرے ہاتھ میں دیا ہے تو کاغذ ہاتھ سے چھوٹ پڑا دو سو بتیس روپے کا کاس گنج کے پولٹری فارم کا بل تھا اس کو دیکھ کر سناٹے میں آ گیا اب کیا کریں؟ مجبور ہو کر طے کیا کہ مرغیاں واپس کر دیں لیکن یہ جب ممکن ہوا جبکہ پولٹری فارم کے ملازم کا کرایہ مع خوراک و مزدوری و کرایہ ریل وغیرہ وغیرہ دو طرف کل ملا کر بیالیس روپے بھگتنا پڑے پھر اس کے بعد ہوا وہی جو ہونا چاہیے تھا یعنی یہ پتہ چل گیا کہ مسٹر زنبور دراصل بڑے نالائق آدمی ہیں اور انہوں نے تو دراصل ہمارا ناطقہ بند کر رکھا ہے...... اور یہ حضرت یوں نہ مانیں گے۔

(۸)

اس کے دوسرے روز کا ذکر ہے کہ مسٹر زنبور بنگلہ کی دیوار کے پاس کھڑے میرے ساتھ ہمدردی کر رہے تھے مجھ سے انہوں نے بلی کی تاخت کی تفصیل پوچھی مجھے کیا معلوم تھا کہ بلی کے مرغی پکڑنے کے تمام مدارج کا مسٹر زنبور کو ایسا علم ہے کہ افسانہ کا پلاٹ ہی کمزور ہو جائے گا نتیجہ یہ کہ میں ان کو کسی طرح نہ سمجھا سکا کہ بیک وقت ایک بلی دونوں مرغوں کو کیسے لے جا سکتی ہے نتیجہ یہ کہ گھما پھرا کر مجھے کبھی کچھ کہنا پڑا اور کبھی کچھ گفتگو ایسی ہو چکی تھی کہ ایک کے بدلے اب دو بلیاں رکھنا ناممکن جان چھوٹنا مشکل معلوم دی جب مسٹر زنبور نے دیوار پھاندتے ہوئے خود موقع واردات دیکھنے کو کہا گویا اب یہ طے ہوا کہ عین موقعہ واردارت پر پہنچ کر تحقیقات ہو گی اب میں سخت گھبرایا چار و ناچار چلا سوچتا ہوا کہ کیسے جان چھوٹے ہم دونوں

کمرے کے پاس پہنچے اندر سے احمد نکلا اب اس کی حماقت کہیے یا میری خوش قسمتی میری، نکلتے ہی پوچھتا ہے مجھ سے پلاؤ میں ایک مرغی پڑے گی کہ دونوں

میں نے پیچھے مڑ کر تو نہیں دیکھا مگر تحقیق ہے کہ مسٹر زنبور پر بجلی گری میں کمرے میں غائب ہو چکا تھا احمد بھی بھاگا وہاں سے اس نے مسٹر زنبور کو جب دیکھا ہے جب وہ پوچھ بھی چکا تھا خانم کے چہرے پر مسکراہٹ اور پریشانی دونوں ...... میں ہانپ رہا تھا مسٹر زنبور باہر کھڑے گرج رہے تھے سوال یہ تھا کہ احمد کو کیا سزا دیں وہ دن اور آج کا دن مسٹر زنبور سے پھر ملاقات نہیں ہوئی مسٹر زنبور نے بیچ کی دیوار اتنی اونچی کروائی کہ مرغی تو مرغی کسی جوشیلے مرغے کی آواز بھی اسے پار کر کے ہمارے یہاں نہیں آسکتی۔

مچھلی کا شکار

چاندنی چٹکی ہوئی تھی ہوا میں لوچ تھا اور ایک ہلکی سی رمق سے تکیہ کے غلاف کے چھوٹے چھوٹے دھاگے آنکھوں کی پلکوں کے سامنے رقص کرتے معلوم ہوتے تھے۔

ایک نرم جھونکا روح کو گدگداتا ہوا مسہری کی جالی میں سے گزرتا یہ معلوم ہوتا کہ عالم کائنات ایک لرزتا ہوا سفید اور پاکیزہ خواب ہے میں کرسی پر بیٹھا خانم کو دیکھ رہا تھا۔

ایک لکھا ابر چاند کے روشن اور منور چہرے پر آیا کہ ایک جھپکی سی آئی اور چشم زدن میں یہ دھنکی ہوئی روئی کا گالا چاند کے سامنے سے ہٹ گیا بس یہ معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے ریشمی کپڑے سے آئینہ پونچھ دیا روشنی زیادہ پرنور ہوگئی میٹھی میٹھی شعاعیں زیادہ تیز ہوگئیں اور نور کی نرم نرم شعاعوں سے میری ہم سفر و رفیقہ حیات کا چہرہ تڑپ اٹھا بس ایک دھوپ سی میٹھی میٹھی اور نرم نرم سارے چہرہ پر کھل کر رہ گئی میری دانست میں یہ بہترین موقع تھا۔

* * *

ایک مستقل دمک تھی جسے میں دیکھ رہا تھا آنکھوں میں ٹھنڈک تھی اور دل میں راحت تھی میں نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گویا جھپکتے ہوئے نور کو دیکھا بہترین موقع ہے لہذا میں نے سکوت کو توڑا۔

مچھلی،

جواب ندارد۔

مچھلی میں نے پھر کہا (لی پہ زور)

بجائے جواب دینے کے اس نے میری طرف غور سے دیکھا۔

میں نے پھر کہا مچھلیاں اور یہ کہتے ہوئے ساتھ ہی سر کی جنبش سے اپنی دانست

میں دریا کے رخ کا اشارہ کیا۔

کیا مطلب؟ اس نے کہا مچھلیاں منگاؤں۔

ہاں میں نے سر کو جنبش دے کر کہا بلکہ خود پکڑیں گے۔

خود پکڑیں گے۔

ہاں میں سر کو جنبش دے کر کہا، شکار۔

یہ کہہ کر میں نے ان تمام علوم پر غور کرنا شروع کیا جن کا قیافہ شناسی سے تعلق ہے۔ بالخصوص علم قیافہ کا وہ شعبہ جس کو انگریزی میں فیس ریڈنگ کہتے ہیں اور جس کی امداد سے میری سی عقل رکھنے والے گھر والی کا چہرہ دیکھ کر دل کی گہرائیوں کی تھاہ لے آتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ خانم کے پرنور چہرہ پر سنجیدگی کی منحوس گھٹا چھا گئی اس کے بعد شک و شبہ کے بادل منڈلاتے نظر آئے اور اس کے ساتھ ہی اندیشہ اور خطرہ کا سگنل بن کر چہرہ پر جھپکیاں سی آئیں تب جا کر کہیں محبت آمیز جواب ملا جواب کیا تھا یہ کہیے کہ مچھلی کے شکار کا ایک پرفضا اور معلومات سے لبریز لیکچر۔ مچھلی کے شکار کے سلسلہ میں شکار کے متعلق جس قدر بھی توہمات، خطرات اور معلومات ہوسکتی ہیں ان کی راہیں میرے اوپر کھول دی گئیں مچھلی کے شکار کی تمام روداد مع فلسفہ کے آئینہ کر دی گئی یعنی یہ کہ

......کوئی شریف آدمی یا بھلا مانس مچھلی کی شکار کو نہیں جاتا...... خاں صاحب اعلیٰ طبقہ کے افراد میں شمار نہیں کئے جاسکتے۔ یہ شوق (مچھلی کا شکار) لقندروں اور لفنگوں کا شیوہ (میں لقندرہ نہیں ہوں) مچھلی کے شکاری شہدے ہوتے ہیں عموماً ان کے چلن ٹھیک نہیں ہوتے پھر مچھلی کے شکار سے طبقہ وکلاء کے معصوم فرقہ کا کوئی روحانی یا جذباتی تعلق نہیں ہے مچھلی کا شکار بہت جلد عبرت ناک مناظر پیش کرنے لگ جاتا ہے۔ اور عموماً کیچوے کھودتا نظر آتا ہے اور اگر یہی لیل و نہار رہیں تو...... بہت جلد

میں خود کیچوے کھودنا شروع کر دوں گا مچھلی کے شکار کی حقیقت سوا اس کے کچھ نہیں کہ چند ٹھلوے اور مسخرے دریا کنارے بیٹھ کر اپنی اپنی بیویوں پر تبرا بھیجتے جائیں اور کانٹوں میں سلمہ ستارے کی طرح کیچوے پروتے جائیں ایک ایک کر کے اپنی گھر والیوں کی برائیاں کریں ایک دوسرے کے خلاف خواہ مخواہ پروپیگنڈہ کریں اپنی بیویوں کے خلاف تمام ریزولیوشن پاس کریں معصوم شوہروں کو (میں معصوم ہوں) ان کی بیویوں کے خلاف بھڑکایا جائے گھر والیوں کے پکائے ہوئے پراٹھوں اور انڈوں پر نکتہ چینیاں ہوں نمک مرچ یا گھی کی کمی زیادتی کو بیوی کی محبت اور خانہ داری پرکھنے کا معیار قرار دیا جائے رنڈیوں کے موضوع پر گفتگو کی جائے موشگافیاں کی جائیں اور اس سلسلہ میں خیالات خراب کیے جائیں شطرنج کھیلیں باوجود داڑھیوں کے (خاں صاحب کی داڑھی پر حملہ) بچوں کی طرح بلڑ مچائیں لڑیں اور جب تھک جائیں تو گردن جھکائے خالی ہاتھ گھر چلے آئیں۔

یہ سب کچھ سن کر میں اور ہی نتیجہ پر پہنچا وہ یہ کہ مذمت اور مخالفت الگ الگ چیزیں ہیں اور مخالفت نہیں بلکہ مذمت ہے چنانچہ اسی مناسبت سے کہ مخالفت تو مذمت کے بعد آتی ہے مجھے کوئی بحث کی ضرورت نہیں لہذا میں نے اس کان باتیں سنیں اور اس کان اڑا دیں ہاں یہ ضرور کہہ دیا کہ اس شکار پارٹی میں کوڑی کا خرچ نہیں اور خاں صاحب اس پارٹی میں ہوں گے کیونکہ بدقسمتی سے میرے پیارے دوستوں میں سے خاں صاحب ہی ایک ایسے تھے جن کی دوستی میرے لیے سم قاتل بتائی جاتی ہے۔

(۲)

دوسرے روز صبح کو خاں صاحب آئے، آتے ہی بعد سلام علیک کے بولے کوئی خاص بات؟ (یعنی لڑے یا نہیں)۔

کرسی گھسیٹتے ہوئے میں نے شرم سے پانی پانی ہوتے ہوئے کہا کوئی خاص باتیں

ہیں (یعنی ہیں)۔

''لاحول ولاقوۃ'' خاں صاحب اٹھتے ہوئے بولے معلوم ہوتا ہے لڑے وڑے نہیں جھوٹے کہیں کے۔ مردخدا جھوٹی قسمیں...... خیر ہوگا...... مجھے کیا مطلب...... آپ سر پکڑ کر رو دیئے یاد کرو گے کبھی کوئی جھک مارتا تھا اور فائدہ کی بات بتاتا تھا...... خیر۔

میں بھلا کیا جواب دیتا قائل تھا اور شرمندہ تھا بہترین جواب اس کا یہ تھا کہ کہہ دوں خاں صاحب سے کہ مچھلی کا شکار کا میں نے قطعی طے کرلیا ہے تاکہ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ لڑنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ چنانچہ میں نے مچھلی کے شکار پر جانے کا مصمم ارادہ ظاہر کیا اور پھر خانم کے بارے میں صرف یہ عذر ظاہر کیا کہ وہ تو کچھ ویسے ہی پگھلی ہوئی تھی یعنی یہ کہ لڑنے یا کاٹ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

خاں صاحب کے چہرے پر کچھ خوشنودگی کے آثار نمایاں ہوئے جلدی سے انہوں نے اپنی داڑھی کے دو طرفہ چھچوں کو اوپر چڑھاتے ہوئے کچھ خوشی کے لہجہ میں اس لیے کہا کہا گویا وہ اپنے سوال کا جواب اثبات میں چاہتے ہیں کچھ خوش ہو کر بولے۔

تم نے تیور چڑھائے تھے۔

چڑھائے تھے میں نے جواب دیا۔

کیسے؟

ہنس کر میں نے تیور چڑھا کر بنائے کہ ایسے،

پسندیدگی سے خاں صاحب گردن کو جنبش دے کر بولے جب ہی تو میں کہوں کہ یہ پانچ روپے کے بجٹ والے مچھلی کے شکار کی اجازت کیسے مل گئی...... گردن ہلا کر کہا میاں دیکھا نا تم نے بندے خاں کی ہدایت کا اثر (چٹکی لے کر) منٹوں میں گھروالی ٹھیک ہوتی ہے...... تو مطلب یہ ہے کہ بھیا یہ تو جورو ہے اگر قابو کی نہیں تو بے

کار عقل سے کام لو اور رفتہ رفتہ کڑے پڑتے جاؤ۔

میں نے جو دیکھا کہ خاں صاحب کہیں سے کہیں پہنچ گئے تو میری شامت جو آئی دل میں سوچا لاؤ ان کو تھوڑا اور خوش کر دوں چنانچہ یہ سوچ کر میں نے چہرہ پر غیر معمولی شلرائی پیدا کر کے کچھ آنکھیں چمکا کر کہا ”وہ خبر لی ہے میں نے کہ یاد کرے گی“۔

خاں صاحب مطلب سمجھ کر بولے ”واللہ“۔

تو اصلی بات تو یوں ہے خاں صاحب کہ بس دب گئی اب تو...... ڈانٹا میں نے کل خوب،

واللہ خاں صاحب نے آنکھیں پھاڑ کر خوشی سے کہا۔

میں نے کہا آپ کے سر عزیز کی قسم۔

بھئی واہ خاں صاحب مارے خوشی کے بھرائے ہوئے لہجہ میں ایسے بولے کہ میں نے دل ہی دل میں ملول ہو کر کہا کہ اے کاش میں نے اس سرکش بیوی کو واقعی...... ڈانٹا ہوتا تو اس وقت میرا دل اس حقیقی خوشی سے لبریز و معمور ہوتا جو ایک ہیبت ناک شوہر کا پیدائشی حق ہے اور جس کی حقیقی لذت کا اندازہ محض ایک ڈانٹنے کے خیال ہی سے ممکن ہے۔

خاں صاحب نے میری پیٹھ ٹھونکی اور مجھے امید دلائی کہ اگر میں اسی طرح ان کی ہدایت پر عمل کرتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب بیوی مجھے دیکھ کر ہی سہم جایا کرے گی یعنی میری بیوی اصلی معنی میں میری بیوی ہو جائے گی۔

خاں صاحب تو چلے گئے اور میں اس گفتگو سے دیر تک لطف اندوز ہوتا رہا۔

(۳)

روپیہ رکھنے کی جگہ...... روز روز کا جو کما کر لائے وہ بمصداق نیکی کر دریا میں ڈال، وہی مضمون ہے کہ باسی بچے نہ کتا کھائے مگر ضرورت بھی کوئی چیز ہے ضرورت ایجاد

کی ماں ہے تو ان صاحب زادی صاحبہ یعنی مس ایجاد اور ان کی والدہ ماجدہ سے بھی نیاز حاصل کیجئے۔

* * *

کچہری سے جو میں گھر پہنچا ہوں تو میری جیب میں دس دس کے نوٹ تھے احتیاط سے میں نے کمرہ میں جھانکا کوئی نہ تھا بس لپک کر میں نے دری کا کونہ اٹھا کے نیچے ایک دس روپے کا نوٹ رکھ دیا لیکن ادھر میں نوٹ رکھ کر ہٹا ہوں کہ ادھر احمد پہنچا آنکھیں گویا بھوؤں کے اوپر چڑھا کر اس نے کہا۔

ارے صاحب۔

کیوں میں نے بوکھلا کر پوچھا کہ کہیں نوٹ رکھتے ہوئے تو اس نے نہیں دیکھ لیا۔

وہ بولا غضب ہوگیا۔

گھبرا کر میں نے کہا ابے تو نے دیکھ لیا۔

جی ہاں اس نے جلدی سے سر ہلا کر کہا۔

میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور یہ سوچ کر کہ اب تو اسے معلوم ہو ہی گیا دروازہ کی طرف آنکھ کر کے میں راز دارانہ لہجہ میں کہا تو پھر کسی سے کہیو مت یاد رکھنا جو اگر کہا تم نے تو یہ کہہ کر میں نے اسے گھونسا دکھایا۔

اس نے کہا صاحب کیا کہا یہ کہہ کر میری طرف اس نے غور سے دیکھا اور میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا کیونکہ مجھے بھی شبہ ہوگیا اس نے کہا۔

آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا نہیں کہوں؟

ابے تو نے کیا دیکھا تھا؟ ہم وہی کہہ رہے ہیں میں نے کہا جو تو نے دیکھا تھا۔

میں یہ تو یہ کہہ رہوں اس نے کہا کہ وہ خاں صاحب کا آدمی آیا تھا مچھلی کے شکار کا چندہ مانگنے۔

ارے میں نے گھبرا کر کہا ابے پھر کیا ہوا۔

All rights reserved. ©2002-2006

خانم نے کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے کچھ کڑک دار آواز سے کہا پھر ہوا یہ کہ میں نے جوتیاں نہیں لگوائیں اس کے اور چھوڑ دیا مگر یہ تو......۔

حالانکہ میں سخت بوکھلا گیا مگر واہ رے میں کس تیزی سے یہیں سے بات کاٹ کر میں نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ ایک زبردست خوشی کے لہجہ میں کہا وہ اس دن والا بقایا وصول ہو گیا۔

جس طرح میں نے بے طرح خوش ہو کر کہا تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ متعجب ہو کر اور خوش ہو کر اس نے پوچھا تیسوں؟

میری کم بختی کہ میرے منہ سے تیزی سے سچ مچ نکلا گیا اور میں نے خوش ہو کر سر ہلا کر کہہ دیا کہ تیسوں۔

خانم کا ہاتھ جیبوں میں کبھی کا پہنچ چکا تھا اور اس نے دس دس کے دو نوٹ نکال کر کہا ہیں یہ تو بیس ہیں ہیں اور یہ کہتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ میرے کندھے پر رکھتے ہوئے بایاں ہاتھ کوٹ کی بڑی جیب میں ڈالا اور اب گویا مجھے معلوم ہوا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی مجھے تو بیس کہنا چاہیے تھا یہ تیس کیوں کہہ دیا جب اس جیب سے بھی کچھ نہ نکلا تو اس نے قمیض کی جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اب میں نے کہا۔

ہوں! دیوانی ہوئی ہو دے تو دیئے بیس۔

اس نے کہا بیس تھے کہ تیس۔

بیس تھے میں نے کہا تم سے تیس کس نے کہے بیس ہی اس پر چاہیے بھی تھے وہ زیادہ کیسے دیتا۔

اس کے جواب میں اس نے...... لمحہ بھر مجھے غور سے دیکھا یقین نہیں کیا ہنس کر قمیض کی جیب دیکھنے پر اصرار کیا مگر جب میں ضرورت سے زیادہ سنجیدگی سے کہا بیس ہی تھے اور جیب بھی دکھلا دی تو اب ایک طرف بحث چھڑ گئی۔

میں نے کہا تم ہوئی ہو دیوانی اور تمہارے کان بجتے ہیں بیس کے تیس سن لیے تم

نے اور اس پر احمد کی شہادت اس نے پیش کرنا چاہی میں نے پیچھے سے احمد کو اول تو آنکھ کا اشارہ کر دیا اور پھر دانت پیسے اور گھونسہ بڑی تیزی سے دکھایا کہ خبردار جو تو نے نے کچھ کہا لہذا وہ تو اس جھگڑے سے یہ کہہ کر نکل گیا میں نے کچھ سنا ہی نہیں کچھ غور نہیں کیا مگر یہ لالچی بیویاں اجی توبہ کیجئے روپے کو تو تمام چرخ شوہروں کی میٹھی میٹھی بیویوں نے شاید تحفہ عقیدت یا خراج عشق تصور کر لیا ہے بھلا مجال ہے کہ کوئی سوکھا سا کھا ٹڈی سا شوہر دو چار روپے کہیں چھپا کر بھی رکھ سکے صندوق نہیں کوئی جو اپنا کہا جا سکے ڈاک خانہ میں روپیہ جمع کرانے جاؤں تو ڈاکیہ آ کر چپکے سے کہہ دے اور بھی فضیحت ہو اب دری کے نیچے ایک نوٹ چھپایا تو جھاڑ بن کر پیچھے پڑ گئی رجسٹر مقدمات اٹھا کر اس میں مجھے دکھایا گیا یہ دیکھو تیس روپے کی رقم موجود ہے اس روز تیس روپے کی رقم کو بار بار میں نے خود دہرایا تھا بار بار تیس ہی کا تذکرہ ہوا تھا اور یہ ناممکن ہے کہ تیس روپے کے بجائے مجھے بیس یاد رہ گئے اب بتایئے میں اس کا کیا جواب دیتا۔

مگر میں نے بھی کہا دل میں کہا گر تو چالاک ہے تو ہم تیرے دل ربا شوہر ہیں اور تجھ سے بھی ہوشیاری اور مکاری میں پانچ ہاتھ آگے یہ رقم تو مار بیٹھے اور نہ دیں گے تجھے خواہ کتنی ہی کیوں نہ بگڑے۔ چنانچہ اس نے بخدا سب حقیقت معلوم کر لی اور کچھ طنزیہ لہجہ میں کہا۔

میں خوب جانتی ہوں یہ دس روپے مجھ سے مچھلی کے شکار کے لیے چھپائے گئے ہیں اور مجھ سے کہا تھا کہ کوڑی خرچ نہ ہوگی خاں صاحب بھی نہیں جائیں گے اور آج کا ان کا آدمی چندہ کے روپے مانگنے آیا تھا خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ میرے ساتھ یہ چال چلو گے تو بس مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا تم اپنے گھر خوش رہو اور ہم اپنے گھر خوش۔

یہ کہہ کر اس نے میری طرف غور سے دیکھا میں نے دیکھا کہ سر کش گھر چل دیئے

کی دھمکی دے رہی ہے اور پھر تہہ کو بھی پہنچ گئی ہے مگر یہ دس روپے تو ہم ضرور ہضم کریں گے اب علاج میرے پاس سوائے اس کے کیا تھا کہ مکرے چلا جاؤں چنانچہ میں نے بھی مصنوعی تیزی سے کہا۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے قسمیں کھاتا ہوں اور نہیں مانتی ہو یقین نہیں کرتی ہو لاکھ دفعہ کہ دیا کہ ہمارا کوڑی خرچ نہ ہو گا اور نہ خاں صاحب سے اس شکار کا تعلق ہے وہ اپنے الگ جا رہے ہیں اور ہم ان سے مجبوری ظاہر کر چکے ہیں وہ کسی اور دن جائیں گے اور ہم کسی اور دن جائیں گے اور پھر ہمارا جانا تو شاید ہی ہو (دل میں جانے کا ارادہ تھا) کون جائے پریشان ہونے اور تم ہو کہ ہوا سے لڑی مرتی ہو آخر یہ تم نے معلوم نہیں سوچ کیا رکھا ہے لڑنا چاہتی ہو؟......تو ویسے ہی لڑ پڑو۔

میری اس پر زور تقریر کا اچھا اثر ہوا ایسی احمق تو ہے نہیں جو میری ان باتوں کا یقین کر لیتی مگر ہاں لاجواب یا خاموش ضرور ہو گئی پھر کچھ نرمی سے کہا اچھا کھاؤ قسم کہ تم نے تیس روپے وصول نہیں کیے تھے۔

میں نے فوراً قسم کھا لی کیونکہ میں ذرا مذہبی آدمی ویسے بھی ہوں اور مولوی کا فتویٰ موجود ہے کہ بیوی سے جھوٹ بولنا جائز ہے اس مذہبی تنزل اور ادبار پر بعد میں روئے گا کیوں کہ آخر کو پھر یہ شرعی مسئلہ ٹھہرا اگر ذرا غور کیجئے ان حوا کی بیٹیوں کی رعونت اور فرعونیت پر کہتی ہیں کہ یہ قسم کچھ نہیں ہماری قسم کھاؤ تو (نعوذ باللہ من ذالک)

چونکہ یہاں مذہب اور بھی باریک صورت اختیا کر لیتا ہے لہذا میں نے صاف انکار کر دیا کہ اور قسمیں کھانا ہی منع ہے اور سچ مچ منع بھی ہیں آپ بھی نوٹ کر لیں۔

(۴)

دوسرے ہی روز کا ذکر ہے کہ میں تو اس خلجان میں تھا کہ خاں صاحب کے نوکر کو جو لتاڑ کر واپس کیا گیا ہے اس کا کیا مناسب جواب ممکن ہو کہ کچہرے جاتے ہوئے

راستہ میں خاں صاحب سے ملاقات وہ گئی میں تو صاف نکل جاتا مگر انہوں نے دیکھ لیا اور لگے بلڑ مچانے کا ارادہ کرنے۔

مرزا صاحب، وکیل صاحب، لہذا مجبوراً رکنا پڑا۔

بس کیا عرض کروں کہ کیا حال تھا ان کا نتھنوں سے ایک دم سے گرم ہوا نکلنے لگی بار بار داڑھی کے چھجے تیزی سے اوپر کو چڑھانے لگے آگ بگولا ہو گئے۔ ایک طرف کو ہم دونوں گئے اور بڑی سختی سے انہوں نے جواب طلب کیا یہ کیا معاملہ ہے کہ نوکر کو ڈانٹ کر خانم نے کیسے نکال دیا اسے مرغا بنانے کو کہا کیسے اس سے کہا گیا وکیل صاحب لقندروں کے ساتھ نہیں جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

بغیر میرا جواب سنے ہوئے خاں صاحب تیزی میں جو منہ آیا بک گئے اور یہ کہہ کر چلنے لگے گویا فوج کے سپہ سالار ہیں۔ بندہ ایک دم سے اپنی داڑھی کا چھجہ چڑھا کو گویا ہاؤ کر کے ٹوٹ پڑے اور چلتے چلتے گرج کر بولے میں لقندرہ ہوں۔

میں نے کہا سنیئے تو...... خدا کے واسطے، کہہ کر خاں صاحب کا روکا اور دو حرفوں میں کیا جواب دیا کہ خاں صاحب گرم ہو گئے میں نے خاں صاحب کو اطمینان دلایا کہ مجال نہیں گھر والی کو جو چوں بھی کر جائے معاملہ ہی اور ہو گیا وہ یہ کہ ایک اور دوست نے (ان کا نام بتا دیا) یہ جڑ دیا کہ خاں صاحب کا تو بہانہ ہے دراصل بجائے خاں صاحب کے کسی اور کے ساتھ مع ناچ گانے کے دریا پر جا رہے ہیں اور وہ شخص اول نمبر شہدہ اور لقندرہ ہے چنانچہ میں نے ان حضرت کا نام بھی فوراً خاں صاحب کو بتا دیا کیونکہ انہیں خود خاں صاحب صاحب لچا اور شہدہ کہتے تھے خاں صاحب فوراً ہی تو راضی ہو گئے اور زور دے کر بولے وہ تو لقندر ہے اور پھر لگے چندہ کے روپے مانگنے مگر بدقسمتی سے میری جیب خالی میں نے کہہ دیا کہ حضرت جلدی کیا ہے دے دوں گا۔

اب کچہری سے جو واپس آیا تو نیا معاملہ پیش کیا دیکھتا ہوں کہ احمد کھڑا ہوا بر آمدہ

میں میز پوش جھٹک رہا ہے اور کمرہ کے دروازے سے انجن کے دھوئیں کی طرح پیچ در پیچ گرد و غبار کے بھبکے نکل رہے ہیں احمد کا چہرہ خطرے کا سگنل ہو رہا تھا قبل اس کے کہ میں اس کے اس غیر معمولی اظہار خوف کی وجہ پوچھوں کمرے کے دروازہ کی گرد آلود فضا میں خانم کا پر عتاب چہرہ چمکا میرے اللہ اب کیا ہوا یہ امر واقعہ تھا کہ کمرہ کی صفائی کے سلسلہ میں فرش وغیرہ ہٹایا گیا اور نوٹ پکڑا گیا۔

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

اب تو جو کچھ بھی ہو انصر من اللہ کہہ کر میں بے دھڑک اور بغیر آنکھ جھپکائے ہوئے خانم سے دوچار ہوا۔

مجھ سے نوٹ کے بارے میں بڑی ترچھی ٹیڑھی نظریں ڈال کر سوال کیا۔ میرے پاس جواب موجود تھا یعنی

کیسا نوٹ؟ کہاں تھا؟ کس نے رکھا تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح میرا لاعلمی ظاہر کرنا اور بھی غضب ہو گیا اور اس پر طرہ یہ کہ آنکھیں جھپکا کر رازدارانہ لہجہ میں خانم سے میں نے احمد کی طرف بھوؤں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہو نہ ہو یہ اس نے احمد نے رکھا ہوگا۔

بس اس تجاہل عارفانہ پر تو اور بھی گڑ کھڑی ہوئی خاں صاحب کے آدمی کا روپیہ مانگے آنگا منجملہ تیس کے بیس نوٹ نکلنا اور دس کی کمی رہ جانا اور پھر اس طرح نوٹ کا برآمد ہونا پھر نوکر کون ایسا احمق تھا جو نوٹ رکھتا اور مکر جاتا کہ میرا نوٹ نہیں ہے سب باتیں میرے خلاف تھیں مگر میں تو دیدہ دلیری پر تل پڑا اور مکرے ہی چلا گیا اور ادھر وہ میرے پیچھے جھاڑ کی طرح پڑ گئی اور میں نہایت ہی استحکام و استقلال کے ساتھ اس پر تل گیا کہ

دروغ گویم بروئے تو

نتیجہ ظاہر ہے کہ خوب خوب اس نے بحث کی مگر میں وہی مرغے کی ایک ٹانگ

کہے گیا کہ مجھے نہیں معلوم کسی بحث پر غور نہیں کیا کسی دلیل کی طرف توجہ نہ کی کسی ثبوت کو تسلیم نہیں کیا اس پر طرہ یہ کہ احمد کو اشارہ پر اشارہ کئے جا رہا تھا کہ کم بخت کہہ دے کہ نوٹ مر یا ہے پلکیں جھپکائیں گلے کی رگیں تانیں بھویں آنکھ بچا بچا کر چلائیں دانت پیسے دھمکیاں دیں مگر اس کم بخت نے حامی نہ بھری آنکھ بچا کر اس کٹ حجتی کے دوران میں احمد کو مجبوراً اقبال کے لیے میں نے کچاچا کر آنکھیں بھینچ کر آخر دھمکی جو دی ہے تو پکڑا گیا۔

یہ کیا؟ خانم نے میری طرف اور پھر احمد کی طرف اور پھر میری طرف۔

میں نے کہا، ڈانٹ رہا ہوں اسے کہ بدمعاش تو نے نوٹ رکھا ہے اور چپ کھڑا ہے بولتا نہیں۔

ہیں! غضب غضب، غصہ میں خانم نے کہا اور پھر اس قہر آلود نگاہوں سے احمد کو دیکھا کہ وہ سہم گیا اور ایک قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

ایک دم سے مارے غصہ کے درائی ہوئی سیدھی کمرہ سے نکلی چلی گئی اور میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا میں نے احمد کی طرف دیکھا اور اس سے کہا بدمعاش تو نے کیوں اقبال نہیں کیا مگر اس کے پاس عذر کافی تھا میں نے اب دروازہ میں کھڑے ہو کر دیکھا کچھ معلوم نہ ہو سکتا۔ احمد سے میں نے کہا جا ذرا دیکھ تو کیا ہو رہا ہے یہ کہہ کر میں غسل خانہ میں گیا منہ ہاتھ دھو کر نکلا تو احمد ندارد دوسرا چھوکرا کھڑا تھا میں نے ایک چپت اس کے رسید کر کے اسے تاکید کر کے بھیجا کہ جلدی آنا یہ گیا تو یہ بھی غائب میں انتظار ہی کرتا رہ گیا۔

اب میں متفکر ہوا کہ یہ بھی کوئی معرفت کا دریا ہو گیا جو کامل اکمل ہو گیا واپس نہیں آیا وہ مضمون ہو گیا کہ ؎ آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد!

چنانچہ اب میں خود دبے پاؤں پہنچا کیا دیکھتا ہوں احمد ہولڈال کے فیتے کسنے میں مشغول ہے ہولڈال میں کیا بھرا ہے اور خانم کا کیا ارادہ ہے اس کا اندازہ اس سے

بخوبی لگ سکتا ہے کہ احمد زمین پر بیٹھا پاؤں کا زور لگا کر بکسوئے کو آخری سوراخ پہنا رہا تھا۔ یعنی خانم بالکل جا رہی تھی کوئی چیز نہ چھوڑی تھی۔

ابے و نالائق، میں نے احمد کو ڈانٹ کر کہا یہ ہم نے تجھے بستر باندھنے بھیجا تھا۔

خبردار جو تو نے کچھ جواب دیا۔ خانم نے اپنی چھتری تان کر احمد کو دکھائی۔

اب میں دیکھ رہا تھا کہ گڑبڑ ہونے والی ہے ہرگز ہرگز نہیں مانے گی اور قطعاً چل دے گی اکیلے جی گھبرائے گیا خوشامد الٹی کرائے گی اور طرح طرح سے زیر بار ہونا پڑے گا سو الگ، سوال یہ تھا کیا کارروائی عمل میں آئے کچھ دیر تو میں نے سوچا کہ پھر ایک دم سے کچھ سوچ کر میں نے بڑھ کر ہولڈال پکڑ لیا احمد کو ہاتھ پکڑ کر علیحدہ کیا چھوکرا بھی سرک گیا اور ہم دونوں میاں بیوی رہ گئے کچھ ذرا زم مگر سنجیدہ لہجہ سے میں نے کہا۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟

تم نے نوٹ کیوں چرایا؟ تن کر خانم نے مجھ سے پوچھا۔

ارے میں نے مصنوعی تیزی سے کہا یہ چوری ہوئی ہم چور ہو گئے ہم نے چرایا ہے۔

نہ ہی چوری، خانم نے کہا آخر چھپایا تو کیوں چھپایا؟

اوئی میں کھا گیا نوٹ کو؟ بگڑ کر میں نے ٹیڑھی گردن کر کے کہا، کوئی نگل گیا میں اسے؟ کیا میں اسے کھا گیا دس روپلی کے نوٹ کو...... ہونہہ دم دلا سے دیتی ہیں دس روپلی کے پیچھے۔

اور پھر احمد کو اشارہ کیسے کر رہے تھے۔

کیا اشارے کر رہا تھا۔

کہ وہ کہہ دے کہ نوٹ میرا ہے۔

میں بجائے جواب دینے کے غور سے دیکھنے لگا کہ ایک پیر میرا ہولڈال پر رکھا تھا

میں جواب سوچنے لگا وہ یہ کہ مکر جاؤں یا اس سے یا کوئی وجہ بیان کروں جب میں کچھ نہ بولا تو پھر اس نے پوچھا۔

یہ نوکروں کو بگاڑنے سے کیا فائدہ کیوں اشارے کر رہے تھے بولو۔

میں نے پھر بولنے میں جو تامل کیا تو مجھے ہٹا کر بولی۔

چھوڑیئے میرا اسباب میں جاؤں گی۔

یہ کہہ کر مجھے الگ کرنا چاہیں میں نے پھر تیزی سے کہا تو کیا غضب ہو گیا آخر کوئی کہہ دیا اس نے کہ میرا ہے آخر کون غضب ہو گیا یہ کہہ کر میں نے ہولڈال کو اپنے قبضہ میں کیا۔

نہیں نہیں، یہ کہہ کر اس نے ہولڈال چھڑاتے ہوئے کہا چھوڑیئے آپ مجھے میں جاتی ہوں تم پھر اسی طرح روپے چھپاؤ گے؟

ہم نے کہا تم بھی عجیب آدمی ہو بھلا ہم کیوں چھپانے لگے بھلا ہمیں کیا مطلب ہمیں کیا غرض جو ہم چھپاتے پھریں ذرا خود ہی سوچو کیا ویسے تم سے نہیں لے سکتے۔ یہ تو یوں ہی چھپا دیا تھا کوئی روز روز تھوڑی چھپائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

یہ کہہ کر میں نے ہولڈال کھولنا شروع کیا نرمی سے بات چیت ہوئی طے ہو گیا کہ نہ تو اب کبھی میں دھوکا دوں گا نہ سازشیں کروں گا کبھی بھول کر بھی جھوٹ نہ بولوں گا کبھی دھوکا نہ دوں گا اور ان باتوں کے وعدے کو موٹی موٹی خدا کی قسموں سے پختہ کر کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ خاں صاحب اس شکار میں نہیں جا رہے ہیں خانم نے منظور کیا کہ مبلغ آٹھ روپے کے آدھے جس کے چار ہوتے ہیں مچھلی کے شکار کے لیے دیئے جائیں گے یہ بھی وعدہ کیا کہ میرے تمام جائز مطالبات بشرطیکہ وہ فضول نہ ہوں پورے کیے جائیں گے۔

قصہ مختصر نہ تو بندہ خاں دبے اور نہ وہ دبی برابر کی سزا اور صلح رہی میں نے اگر اقبال کر لیا کہ ہاں میں روپے چھپائے تھے تو ادھر سے یہ ہوا کہ شکار کے لیے شوق

سے روپے لو میں گویا ایک طرح جیت ہی رہا اور وہ تو یہی کہیے کہ سب جنگی چالیں اور پینترے تو خاں صاحب نے بتا دیئے تھے لیکن یہ نہ بتایا تھا کہ گھر والی اگر رسی تڑا کر گھر کا اپنے رخ کرے تب کیا کرنا چاہیے غلطی اس میں خود میری ہی تھی کیونکہ خاں صاحب کہتے تھے کہ مجھے ایسا نسخہ یاد ہے کہ گھر والی گھر کا پھر نام نے لے میں خود ہی کبھی پوچھنا بھول جاتا تھا کبھی موقعہ نہ ہوتا مصالحت ہونے بعد میں دل میں سوچا دیدہ خواہد شد جائے گی کہاں ہم سے نکل کر یہ ایک دن تیرا گھر بار جانا ہی بھلا دیں گے۔

(۵)

جہاں تک دل چسپیوں کا تعلق ہے مچھلی کا شکار بہترین مشغلہ ہے لیکن دل چسپی یا غیر دل چسپی کا دارومدار محض مچھلی پکڑے جانے پر رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ مشغلہ کیا ہے۔

اندھیرے چار بجے اٹھ کر خانم نے اپنے ہاتھ سے ہمارے لیے خاص ناشتہ تیار کیا صبح اندھیرے ہی شکار پارٹی روانہ ہو گئی اولین وقت ہم لوگ دریا کنارے پہنچ گئے واللہ کیا جلسہ تھا نرم نرم ریت پر ہم لوگ اپنے جوتے ہاتھ میں لیے دوڑ رہے تھے اور روح و دماغ تازہ ہو رہا تھا ایک مناسب جگہ فرش بچھا ہوا تھا ڈوریاں اور بنسیاں اور چھڑیاں ڈال دی گئیں اور سوائے دو چار کے تھوڑی ہی دیر بعد ان بنسیوں اور ڈوریوں سے سب لوگ بے نیاز ہو کر بیٹھ گئے شطرنج کھیلنے۔

کئی مرتبہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ میں شطرنج چھوڑ چھوڑ، مچھلی کے شکار کی طرف توجہ کی لنگر ڈالے کیچڑ میں بھی گھس گیا خبر کر کے خاموش بھی بیٹھا خاں صاحب بھی جم جم کر بیٹھے مگر بہت جلد طبیعت اکتا اکتا گئی اور پھر فرش پر شطرنج ہی میں جم کر رہ گئے۔

شکار کی پوری تفصیل بیان رکھنے کی ضرورت نہیں سوائے ایک خاص بات کہ وہ یہ

کہ اکیلے ہم ہی صرف گھر سے پراٹھے پکوا کر لیتے آئے تھے اس کا ناشتہ ہو گیا تھا انتظام کرنے والے عجیب احمق تھے کہ وہ آٹا گھی اور مصالحہ وغیرہ دنیا بھر کی چیزیں تو لائے تھے مگر گوشت یا دال یا ترکاری وغیرہ یعنی سالن والن کچھ نہ لائے تھے۔ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ مچھلیاں پکڑ پکڑ کر تلی جائیں گی اور یہاں یہ حال کہ بہت جلد پتہ چل گیا تھا کہ مچھلی پکڑی قطعی تو نہ جائے گی اور اگر دیکھنے کو بھی مل گئی تو غنیمت ہو گا قصہ مختصر مچھلی تو بڑی چیز ہے۔ جھینگر تک نہ مارا گیا روغنی ٹکیاں تک مرچ سے سب کو کھانا پڑیں اور شام کو بے نیل مرام گھر کا رخ کیا۔

راستہ میں مجھے ایک اور خیال آیا چلتے وقت خانم نے طعنہ مارا تھا اور کہا تھا کہ میں خوب جانتی ہوں کہ روپے کی بربادی ہو گی سارا دن خراب ہو گا اور وہی نتیجہ کہ مچھلی کچھ نہ پکڑی جائے گی۔

کچھ سوچے تو دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہم اس ضدی بیوی کو قائل کریں تاکہ آئندہ کبھی مچھلی کے شکار پر جانے کا سوال آئے تو اس کے روکنے کی ہمت ہی نہ پڑ سکے لہذا میں نے غور و خوض کیا تو اس مچھلی کے شکار سے پہلے جو کچھ واقعات بھی پیش آئے تھے ان کو دیکھتے ہوئے سخت ضروری معلوم ہوا کہ بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائل کر دیں یہ بہت ضروری ہے چنانچہ میں نے خاں صاحب سے چپکے سے اپنی تجویز کا ذکر کیا کہ آخر کیوں نہ ہم بہت سی مچھلیاں بازار سے مول لے کر گھر لیتے چلیں تاکہ گھر والی کا مارے تعجب کے منہ پھٹا کا پھٹا رہ جائے کیسے وہ خوش ہو کر دو چار جگہ بانٹے گی۔

خاں صاحب میری تجویز سن کر بہت ہنسے بے حد پسند کیا خود اپنے گھر میں ”کو بھی دھوکہ دینے کی ٹھہرائی بہت ٹھیک ہے“ اور خوش ہو کر اپنی داڑھی کا چھجہ اوپر کو اٹھاتے چڑھاتے ہوئے بولے ہمیشہ چلتے وقت کہا کرتی ہے کہ مچھلی نہیں ملے گی۔

غرض خاں صاحب میری اس تجویز پر پھڑک اٹھے اور کہنے لگے۔ میں بازار سے تازہ

روہو کر خرید کر بھیج دوں گا بلکہ تم میرا نام لے کر کہنا کہ خاں صاحب نے پکڑی ہیں بلکہ یہ کہنا کہ درجنوں پکڑی ہیں اور ایک ایک کے حصہ میں اتنی آئی ہیں۔

میں دل میں تو یہی کہا کہ واہ حضرت میں تو یوں کہوں گا کہ میں نے پکڑی ہیں لیکن خاں صاحب سے وعدہ کر لیا کہ آپ ہی کا نام بتاؤں گا خاں صاحب کہنے لگے کہ ضرور بضرور ان ہی کا نام لیا جائے اور اگر میں کہوں گا کہ میں نے خود پکڑی ہیں تو کوئی بھی یقین نہیں کرے گا۔

میری اور خاں صاحب کی یہ خفیہ سازش ہوگئی کسی اور شکاری کو پتہ بھی نہ چلنے دیا میں نے خاں صاحب کو تین روپے جو چندے سے فاضل میرے پاس تھے دے کر کہا کہ اپنے آدمی کے ہاتھ نہ بھیجئے گا بلکہ یکہ پر رکھ کر یکہ والے سے کہہ دیجئے گا اور وہ پہنچا دے گا۔ کاش کہ خاں صاحب اس ہدایت پر عمل کرتے۔

ایک اور جگہ قصداً دیر کرنے کے لیے ہوتا ہوا گھر اپہنچا تا کہ مچھلی بھی میرے ساتھ ہی ساتھ پہنچے گھر پہنچتے ہی میں نے کہا کہ آج مارے شیخی کے نہ گھر والی کی شامت بلا دی ہو تو کچھ کام نہ کیا چنانچہ گھر میں گھستے ہی میں نے زور سے پکارا اور پوچھا کہ مچھلی مصالحہ کتنا پسوا رکھا ہے وہ کچھ نہ بولی تو میں نے پاس آ کر سنجیدگی سے پوچھا بولتی نہیں مچھلی کا مصالحہ پسوا لیا یا نہیں۔

بھنویں چڑھا کر اس نے کہا چلو ہٹو بڑے آئے شکاری وہاں سے جاتے ہیں وہاں روپیہ اور وقت برباد کرنے۔

ارے میں نے سر ہلا کر کہا تمہارا دماغ خراب ہو گیا یقین کیوں نہیں کرتی ہو پسواؤ اور مصالحہ جلدی سے یہ کہہ کر جب میں سنجیدگی سے قسمیں کھائیں تو اس نے مچھلیوں کو پوچھا کہ کہاں ہیں میں نے بتا دیا کہ حصہ رسد تقسیم ہو کر آتی ہوں گی میرے موزے پر اس کی نظر پڑی تو کچھ بگڑ کر اس نے پوچھا موزہ سب کیچڑ میں بھر لائے۔

اس کے جواب میں میں نے اپنا ہاتھ داہنے شانے پر رکھ کر اور داہنا ہاتھ پھیلا کر

بتایا کہ اتنا بڑا مہاشیر پھنسا تھا وہ وہ اس نے زور کیے ہیں کہ بس کچھ نہ پوچھو۔

پھر اسے پکڑا بھی۔

سنتی تو ہو نہیں تم، میں نے کہا اسے پکڑنے ہی تو گئے تھے جو موزے بھر گئے اور اگر دوسرے کپڑوں کا خیال نہ ہوتا تو پکڑ ہی لیا ہوتا۔

جاؤ بھی، اس نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا کبھی پکڑا نہ ہو۔

تم بھی عجیب آدمی ہو میں نے کہا یقین نہ ہو تو یہ دیکھو...... یہ دیکھو یہ کہہ کر میں نے قمیض اور پتلون پر کیچڑ کے دھبے دکھاتے ہوئے کہا بس کپڑوں کے خیال سے تو وہ چھوٹ گیا۔

ہوگا کوئی دس سیر کا، خانم نے کرید کر پوچھا۔

دس سیر میں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا بیس سیر کا تھا جناب بس جس وقت ڈوری لے کر چلا ہے اور مارا ہے جو میں نے گھاؤ تو بس ایک تڑپ لے کر وہ اس زور سے بھاگا کہ ڈوری کی رگڑ سے انگلی کٹ گئی دیکھو۔ یہ کہہ کر میں نے داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی پھرتی سے مل کر دکھائی یہ دیکھو سب کٹ گئی رگڑ کھا کر۔

وہاں انگلیوں پر بھلا نشان کہاں خانم نے اپنی انگلیوں سے میری انگلی پکڑ کر دیکھی کوئی نشان یا رگڑ موجود نہ پا کر کہا۔ ہٹو بھی نہ نشان نہ رگڑ یہ کہتے ہوئے جو ذرا دبا کر کر دیکھا تو میں نے جھٹکے سے انگلی ہٹا لی اور کہا خوب سخت درد کرتی ہے دکھا دی لے کے۔

میں نے یہ کہا ہی تھا کہ احمد مچھلیاں لے کر آیا میں نے خوشی کے لہجہ میں کہا یہ لیجئے۔

میں کیا عرض کروں میری پیاری رفیقۂ حیات کس طرح میری کامیابی پر باغ باغ ہوگئی چہرہ مارے خوشی کے جیسے کھل گیا کل پانچ مچھلیاں تھیں ایک بڑی تھی اور باقی ذرا چھوٹی مچھلیوں کو دیکھتے ہی میں نے کہ اوہو غضب ہو گیا میری غیر موجودگی میں یار

لوگ بڑی بڑی مچھلیاں خود لے گئے اور ہمارے حصہ میں معمولی بھیج دیں۔

خانم نے اس پر مجھے قائل کر دیا کہ میں نے یہ زبردست غلطی کی اور ایسا کبھی نہ کرنا چاہیے۔ میں نے اب مچھلیوں کا منہ کھول کھول کر گھاؤ کے نشان دکھائے کہ یہ دیکھو یہاں کانٹا لگا تھا۔

اس نے غور سے دیکھ کر کہا کہیں بھی نشان نہیں ہے۔

میں تنکے سے کانٹے کے گھاؤ کے فرضی نشان کو دکھا رہا تھا کہ باہر دروازہ سے آواز آئی صاحب مچھلیاں پہنچ گئیں۔

پہنچ گئیں میں نے جواب دیا مگر ساتھ ہی میرے اوپر گویا بجلی گری تنکا ہاتھ سے چھوٹ پڑا کانوں اور بدن میں ایک عجیب ہی طرح کی سنسناہٹ دوڑ گئی کیونکہ یہ کڑک دار آواز خاں صاحب کے نوکر کی تھی جس سے خانم بھی بخوبی واقف تھی اور میں نے دیکھا کہ خانم کے کان بھی کھڑے ہوئے قبل اس کہ میں اس مصیبت کا احساس کر بھی سکوں میری آنکھیں خانم کی خوب صورت آنکھوں سے چار ہوئیں اور قبل ازیں کہ خانم کچھ کہہ سکے وہ خاں صاحب کا نوکر ازلی موذی ناہنجار زور سے چلایا۔

پانچوں مچھلیاں سنبھال لیجئے گا چار آنہ سیر کے حساب سے پوری دس سیر ہیں اور باقی دام چھ آنے یہ لیجئے۔

کہاں کے پیسے اور جناب کی مچھلی یہاں لینے کے دینے پڑ گئے پکڑوا سے خانم نے کڑک کر کہا اور خاں صاحب کے نوکر کر پکڑوانے کی کوشش کی وہ تو کہیے کہ اچھا ہی ہوا جو وہ پکڑا وکڑا نہیں گیا وہ تو صفا نکل گیا مگر یہاں بس کچھ نہ پوچھئے...... پھر کیا ہوا؟ یعنی پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ بس کچھ نہ پوچھئے کہ کیا ہوا بس اتنا بتایا جا سکتا ہے کہ رات کو ہمارے ہاں مچھلی نہیں پکی۔

* * *

ادھر ہمارے اوپر جیسی گزری ہم ہی جانتے ہیں صبح جو خاں صاحب کے یہاں شکایت ان کے نوکر کی کرنے پہنچا تو خاں صاحب اپنی داڑھی کے دونوں گچھے تھام کر اتنا ہنسے ہیں اتنا ہنسے ہیں کہ بے حال ہو گئے نوکر وہ اصل معاملہ سمجھانا جلدی میں بھول گئے اور وہ جو ہمارے ہاں سے بھاگا جان بچا کر تو اس نے ہلڑ مچایا کہ خاں صاحب کی گھر والی کو بھی حال معلوم ہو گیا کچھ بھی ہو لیکن آگے جا کر پھر جورو اور خاں صاحب کی بیاہتا گھر میں تھی اس نے بھی خوب غل مچایا اور پہلی دفعہ خاں صاحب کی زبانی میں نے سنا کہ گھر والی کے غصہ کو انہوں نے سر آنکھوں پر لے کر اس سے خوب خوب لطف اٹھایا۔

وہ منحوس دن اور آج کا دن مچھلی کا شکار تو بڑی چیز ہے جب مچھلی نظر آتی ہے یا کوئی نالائق مچھلی والا بولے یا کسی دوسری طرح مچھلی کا ذکر آ جائے وہی جھگڑا اٹھایا جاتا ہے مچھلی گھر میں آئی اور کھانے کے اب لالے پڑے ہیں مچھلی کا شکار تو خواب و خیال ہی ہو گیا۔

☆☆☆

شاطر کی بیوی

عمدہ قسم کا سیاہ رنگ کا چمک دار جوتا پہن کر گھر سے باہر نکلنے کا اصل لطف تو جناب جب ہے کہ جب منہ میں پان بھی موجود ہو تمباکو کے مزے لیتے ہوئے جوتے پر نظر ڈالتے ہوئے بید ہلاتے جا رہے ہیں یہی سوچ کر میں چلتے چلتے گھر میں دوڑا جلدی میں پان بھی خود بنایا اب دیکھتا ہوں تو چھالیہ ندارد میں نے خانم کو آواز دی کہ چھالیہ لانا اور انہوں نے استانی جی کو پکارا استانی جی نے واپس مجھے پکارا کہ وہ سامنے طاق میں رکھی ہے میں دوڑا ہا پہنچا ایک رکابی میں کٹی اور بے کٹی ثابت چھالیہ رکھی ہوئی تھی سروتا بھی رکھا ہوا تھا اور سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ میری شطرنج کا ایک رخ بھی چھالیا کے ساتھ کٹا رکھا تھا اس کے تین ٹکڑے تھے ایک تو آدھا اور دو پاؤ پاؤ اف ظاہر ہے کہ چھالیا کے دھوکے میں کترا گیا ہے مگر یہاں کدھے سے آیا غصہ اور رنج تو گمشدگی کا ویسے ہی تھا اب رخ کی حالت زار دیکھی تو میرا وہی حال ہوا جو علی بابا کا قاسم کی لاش کو دیکھ کر ہوا تھا خانم کے سامنے جا کر رکابی جوں کی توں رکھ دی خانم نے بھنویں چڑھا کر کر دیکھا اور ایک دم سے ان کے خوب صورت چہرے پر تعجب خیز مسکراہٹ سی آ کر رک گئی اور انہوں نے مصنوعی تعجب سے استانی جی کی طرف رکابی کرتے ہوئے دیکھا استانی جی نے ایک دم سے بھنویں چڑھا کر دانتوں تلے زبان داب کر آنکھیں پھاڑ دیں پھر کچھ سنجیدہ ہو کر بولیں جب ہی تو میں کہوں یا اللہ اتنی مضبوط اور سخت چھالیہ کہاں سے آ گئی کل رات اندھیرے میں کٹ گیا جب سے رکابی جوں کی توں وہیں رکھی ہے۔

اجی یہ یہاں آیا کیسے؟ میں نے تیز ہو کر کہا۔

استانی جی نے چوروں کی طرح خانم کی طرف دیکھ کر کہا خدا جانے کہاں سے آیا ...... میں۔

میں خوب جانتا ہوں یہ کہہ کر غصہ سے میں نے خانم کی طرف اور زور سے کہا ہنستی

کیوں ہو؟ میں خوب جانتا ہوں...... ان باتوں سے کیا فائدہ۔

ادھر وہ ہنس پڑیں اور ادھر دروازہ سے استانی جی کا لڑکا گھر میں داخل ہوا میری جان ہی تو جل گئی اور میں نے یہ کہہ کر کہ اسی موذی کی شرارت ہے لڑکے کا کان پکڑ کر دو تین بید ایسے جمائے کہ مزا آ گیا۔ یہ بید گویا خانم کے لگے دوڑ کر انہوں نے بید پکڑنے کی کوشش کی اور روکنا چاہا مگر میں نے مارنا بند نہ کیا میں مار رہا تھا اور خانم کہہ رہی تھی کہ اس کی کوئی خطا نہیں مگر میں غصہ میں دیوانہ ہو رہا تھا اور مارے ہی گیا حتی کہ نوبت بایں جا رسید کہ خانم نے بید پکڑ کر کہا تم مجھے مار لو مگر اسے نہ مارو، مگر مجھے غصہ بھی بے حد تھا میں نے بید چھڑا لیا تھا اور وہ روتی ہوئی کمرہ میں چلی گئی میں غصہ میں کانپتا ہوا باہر چلا آیا۔

☆

All rights reserved ©2002-2006

میرا غصہ حق بجانب تھا یا نہیں ناظرین خود انصاف کریں شطرنج کا شوق ہوا تو ہاتھی دانت کے مہرے منگائے یہ مہرے نہایت ہی نازک اور خوب صورت تھے خاں صاحب نے دو ہی دن میں سب کی سب چوٹیاں توڑ کر ہفتہ بھر کے اندر ہی اندر تمام مہرے برابر کر دیئے تھے خاں صاحب نہ میز پر کھیلتے تھے اور نہ فرش پر وہ کہتے تھے کہ شطرنج تخت پر ہوتی ہے تا کہ زور سے مہرہ پر مہرہ مارنے کی آواز آئے اس کے پھر بنارسی مہرے منگائے چھوٹے خوب صورت نہایت ہی سادہ اور سبک مہرے تھے کہ بس دیکھا ہی کیجئے ہفتہ بھر ان مہروں سے کھیلنے پائے ہوں گے کہ سفید بازی کا ایک پیدل خاں صاحب کے سال بھر کے بچے نے کھا لیا بہت کچھ خاں صاحب نے اس کے حلق میں انگلیاں گھنگولیں چت لٹایا جھنجھوڑا پیٹھ پر دھموکے دیئے مگر وہ ظالم اسے پار ہی کر گیا سفید بازی چونکہ خاں صاحب لیتے تھے لہذا پیدل کی جگہ اپنی انگوٹھی رکھ دیتے جب کوئی پیدل پٹ جاتا تو اس رکھ دیتے لیکن اس بعد ہی بہت جلد لال بازی کا بادشاہ کھو گیا بہت ڈھونڈا تلاش کیا مگر بے سود اس کی جگہ ایک روز ایک مناسب

عطر کی خالی شیشی مل گئی وہ شاہ شطرنج کا کام دیتی رہی کہ اس کے بعد ہی لال بازی کا فیل اور سفید کا ایک گھوڑا غائب ہو گیا خاں صاحب تجربہ کار آدمی تھے اور پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ ہو نہ ہو مہرے آپ کے گھر میں سے چروائے ہیں مگر یہی میں کہہ دیتا کہ یہ ناممکن ہے انہیں بھلا اس سے کیا مطلب بہتر اور وہ مجھے یقین دلاتے میرا سر مارتے کہ سوائے ان کے کوئی نہیں مگر مجھے یقین ہی نہیں آتا تھا خاں صاحب کہتے تھے کہ عورتوں کو شطرنج سے بغض ہوتا ہے واقعہ یہ ہے میری شطرنج بازی کے خلاف تو تھیں اور بہت خلاف تھیں مگر مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس طرح مخل ہو سکتی ہیں غرض ان مہروں کے بعد ہی رام پور سے خاں صاحب نے سنڈے مہرے امرود کی لکڑی کے منگوا دیئے رام پور سے بہتر عمدہ اور خوب صورت اور ساتھ ہی مضبوط مہرے ہونا ناممکن ہیں ابھی چار روز بھی آئے نہ ہوئے تھے کہ یہ واقعہ ہوا یعنی استانی جی نے چھالیا کے ساتھ اس نئی شطرنج کا رخ کتر ڈالا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆

میں نے اس واقعہ کا ذکر سب سے پہلے خاں صاحب سے کہا انہوں نے بائیں طرف داڑھی کا گچھا جو ذرا نیچے آ گیا تھا خوب اوپر چڑھاتے ہوئے آنکھیں جھپکا کر اپنی عینک کے اوپر سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا میں نہ کہتا تھا کہ مرزا صاحب ہو نہ ہو یہ آپ کے گھر میں ہی ہیں ...... ! اجی صاحب یہاں اللہ بخشے مرنے والی (پہلی بیوی) یہ دن رات جوتی بے زار ہوتی رہتی تھی پھر اس کے بعد اب سے بھی دو تین مرتبہ زور کے ساتھ چائیں چائیں ہو چکی ہے اور ہوتی رہتی ہے مگر میں شطرنج کے معاملہ میں ذرا سخت ہوں گھر والی کو سونے کا نوالہ کھلاؤ مگر وہ جو کہے کہ شطرنج نہ کھیلو تو بس اسے کھا ہی جائے جب جا کے کہیں شطرنج کھیلنی ملتی ہے ورنہ یہ سمجھ لیجئے کہ آئے دن کے جھگڑے رہیں گے اور شطرنج کھیلنی دوبھر ہو جائے گی ویسے آپ کا مزاج ...... میں تو کچھ کہتا نہیں۔

میں نے کچھ سوچا خاں صاحب واقعی سچ کہتے تھے...... مگر مجھے اب کیا کرنا چاہیے میں سوچ ہی رہا تھا کہ خاں صاحب بولے۔

ابھی کوئی سترہ برس کا ذکر ہے کہ مرنے والی لڑنے پر آمادہ ہوگئی صاحب وہ پان نہیں بھیجتی تھی ذرا غور تو کیجئے ہم تو باہر شطرنج کھیل رہے ہیں میر صاحب بیٹھے ہیں اور پان ندارد خدا بخشے کسی معاملہ میں نہیں دبتی تھی...... ہاں تو کوئی سترہ برس برس ہوئے وہ لڑنے پر آمادہ ہوگئی خوب چھنی بڑی مشکل سے رام کیا۔

وہ کیسے؟ میں نے پوچھا۔

خاں صاحب نے سر ہلا کر ایسے جواب دیا جیسے شاید ڈیوک آف ویلنگٹن نے نپولین کو شکست دے کر وزیر اعظم سے کہا ہوگا آپ بتائیے...... پہلے آپ بتائیے سنئے...... میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ بیگم صاحبہ یہ لو اپنا پانچ روپے کا مہر اور گھر کی راہ لو بندہ تو شطرنج کھیلے گا...... پر کھیلے گا...... پان بناؤ تو بناؤ ورنہ گاڑی بڑھاؤ اور چلتی پھرتی نظر آؤ آخر کار جھک مار کر بنانے پڑے اور وہی مثل ہوئی پانڈے جی پچھتائیں گے وہی چنے کی کھائیں گے

تو بات یہ ہے...... مرزا صاحب بات یہ ہے کہ عورت ذات ذرا شطرنج کے خلاف ہوتی ہے اور ذرا کمزوری دکھائی اور سر پر (خاں صاحب نے اپنے بائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی پر داہنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو سوار کرتے ہوئے کہا) اب میں یہ لیکچر سن کر ترکیب سوچ رہا تھا کہ کیا کروں جو کہوں کہ اپنا راستہ دیکھو تو خانم سیدھی طوفان میل سے گھر پہنچے گی اور ایک لمحہ نہیں رکے گی گھر پر جی نہیں لگے گا تار الگ دینے پڑیں گے اور ہفتہ بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد ہی لانا پڑے گا میں نے سوچ سمجھ کر اپنی پوزیشن کا ذکر کیا اور کہا اگر وہ چلی جائیں تو۔

خاں صاحب نے کہا چلی جانے دیجئے جھک مار کر پھر آخر کو خود ہی آئیں گی مہینہ دو مہینہ تین مہینہ آخر کتنے دن نہ آئیں گی۔

میں نے دل میں کہا یہ علت ہے اور خاں صاحب سے کہا مگر مجھے تکلیف ہو جائے گی۔

آپ بھی عجیب آدمی ہیں خاں صاحب نے چیں بجبیں ہو کر کہا آپ شطرنج نہیں کھیل سکتے لکھ لیجئے کہ آپ کی گھر میں آپ کا شطرنج کھیلنا سوبی کر دیں گی آپ نہیں کھیل سکتے۔

یہ آخر کیوں؟

خاں صاحب بولے لکھ لیجئے...... بندہ خاں کی بات یاد رکھئے گا لکھ لیجئے۔

آخر کیوں لکھ لوں کوئی وجہ؟

وجہ یہ کہ خاں صاحب نے اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی زور سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مار کر کہا وجہ یہ کہ معاف کیجئے گا آپ زن مرید ہیں...... زن مرید ادھر وہ جائیں گی اور ادھر آپ انگلی گھما کر نقل بناتے ہوئے خاں صاحب نے کہا ہائے جورو! ہائے جورو...... ایسے کہیں شطرنج کھیلی جاتی ہے۔ لاحول ولاقوۃ

☆

میں نے طے کر لیا کہ خانم سے اس بارے میں قطعی سخت لڑائی ہو گی میں نہیں دبوں گا یہ میرا شوق ہے شوق انہیں ماننا پڑے گا۔

(۲)

تین چار روز تک خانم سے سخت ترین جنگ رہی یعنی خاموش جنگ ادھر وہ چپ ادھر میں چپ خانم کی مددگار استانی جی اور میرے مددگار خاں صاحب پانچویں دن یہ شطرنج دوبھر معلوم ہونے لگی میری سپاہ کمزوری دکھا رہی تھی جی تھا کہ الٹا جاتا خاموش جنگ سے خدا محفوظ رکھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گیس کی لڑائی ہو رہی ہے۔ غنیم کا گیس دم گھوٹے دیتا تھا خاں صاحب طرح طرح کے جملے تجویز کر رہے تھے مگر جناب اس گیس کی لڑائی میں کوئی تدبیر نہ چلتی تھی خاں صاحب ماہر فنون جنگ

تھے مگر جرمن گیس کا جواب توپ اور بندوق نہیں دے سکتی یہ انہیں معلوم نہ تھا وجہ یہ ہے کہ وہ پرانے زمانہ کی لڑائیاں لڑے ہوئے بے چارے کیا جانیں کہ خاموشی کی گیس کا بلا ہوتی ہے میری کمزوری پر دانت پیستے تھے کہتے تھے نہ ہوا میں ...... دکھا دیتا۔

* * *

خاں صاحب اول تو خود جنگی آدمی اور پھر جنرل بھی اچھے مگر جناب جب سپاہی ہمت ہارے جائے تو جنرل کیا کرے چھ دن گزر گئے اور اب میں جنگ مغلوبہ لڑ رہا تھا بہت کوشش کی بہت ہمت کی مگر ہار ہی گیا شرائط صلح بھی بہت خراب تھیں شاید معاہدہ درسلز جس طرح ترکوں کے لیے نا قابل پذیرائی تھا اسی طرح میرے لیے بھی شرائط ضرورت سے زیادہ سخت تھیں مگر بقول کسے بزور شمشیر بنوک سنگین مجھ کو مجبوراً صلح نامہ پر دستخط کرنا پڑے اور حکم نامہ کی سخت شرائط ذرا ملاحظہ ہوں۔

۱: خاں صاحب تمام تعلقات دوستی منقطع کر دوں گا وہ گھر پر آئیں گے تو کہلوا دوں گا۔ کہ نہیں ہوں ویسے حصہ وغیرہ ان کے یہاں جائے گا اور آئے گا۔

۲: شطرنج کھیلنا بالکل بند اب کبھی شطرنج نہیں کھیلوں گا خصوصاً رات کو تو کھیلوں گا ہی نہیں۔

۳: شطرنج کے علاوہ تاش بھی نہیں کھیلوں گا سوائے اتوار کے، رات کو وہ بھی نہیں۔

۴: رات کو دیر کر کے آنا شطرنج کھیلتے رہ جانے کے برابر متصور ہو گا کوئی ثبوت لیے بغیر تصور کر لیا جائے گا کہ شطرنج کھیلی گئی کوئی عذر تسلیم نہ کیا جائے گا۔

پانچویں اور چھٹی شرط میں خود بیان کرنا پسند نہیں کرتا ساتویں شرط یہ تھی اگر اس معاہدہ کی پابندی نہ کی گئی تو تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش۔

خاں صاحب سے میں شکست اور شرائط صلح کا ذکر صاف صاف تو نہیں کیا گیا مگر

اتنا ضرور تسلیم کیا کہ مہرے برابر استانی جی کے لڑکے سے چروائے جاتے رہے پھر صلح کا ذکر کیا اور اس کے بعد چند روز کے لیے مصلحتاً شطرنج کھیلنا بند کرنے کا ذکر کیا خاں صاحب تجربہ کار آدمی تھے دانت نکال کر انہوں نے ران پر ہاتھ مار کر پہلے تو دنیا بھر کی لڑاکا بیویوں کا گالیاں دیں اور پھر کہا میاں لمڈے ہو مجھ سے باتیں بنانے آئے ہو بیوی کی جوتیاں کھا رہے ہو...... شطرنج کھیلیں گے ...... یہ شطرنج ہے! ہونہہ ...... میں نہ کہتا تھا ...... میری بلا سے تم جانو تمہارا کام مگر لکھ لو کہ ایک دن سر پکڑ کر روؤ گے۔ گھر والی کو اتنا سر پر نہیں چڑھاتے تم جانو تمہارا کام ...... جب کبھی ملاقات ہوئی علیک سلیک کر لی بس لکھ لو۔

خاں صاحب کی گفتگو سے کچھ پھریری سی آئی گھر میں آیا تو خانم کو پھول سا کھلا پایا لاحول ولا قوۃ۔

شطرنج جائے چولھے میں اتنی اچھی بیوی سے شطرنج کے پیچھے حماقت ہے کون لڑے گول کرو۔

(۳)

کسی نے سچ کہا ہے چور چوری سے جائے تو کیا ہیرا پھیری بھی چھوڑ دے لگے ہاتھوں ادھر اُدھر کبھی کبھار ایک دو بازیاں ہو ہی جاتیں کبھی خاں صاحب کے یہاں پہنچ جاتا تو کبھی میر صاحب کے یہاں پھر بات چھپی نہیں رہتی خانم کو بھی معلوم ہو گیا کہ کبھی کبھار میں کوئی جرم نہیں خود خانم ہی نے کہا میرا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ قسم کھانے کو بھی نہ کھیلو، کھیلو شوق سے مگر ایسے کھیلو کہ کبھی کبھار ایک دو بازی وقت پر کھیل لیے نہ یہ کہ جم گئے تو اٹھتے ہی نہیں۔

خانم کو نہیں معلوم کہ کبھی کبھار سے اور شطرنج سے بات مارے کا بیر ہے کبھی کبھار والا بھلا کھیلنے والے کے آگے کیا جمے؟ جو لوگ مجھ سے آٹھ آٹھ ماتیں کھاتے تھے وہ الٹی مجھے آٹھ آٹھ پلانے لگے۔

دو ایک روز پھر ایسا ہوا کہ قدرے قلیل دیر سے آنا پڑا خانم نے کبھی ناک بھویں سیکڑیں کبھی ذرا چیں بہ چیں ہوئیں لیکن کبھی چپقلش کی نوبت نہ آئی بڑبڑا کر رہ گئیں۔ پھر وہی شطرنج بازی ...... خاں صاحب کے ساتھ ...... پھر کھیلنے لگے ...... وغیرہ وغیرہ غرض اسی قسم کے جملوں تک خیریت گزری۔

☆

ایک روز کا ذکر ہے کہ خانم نے بازار سے بمبئی کے کام کی عمدہ عمدہ ساڑیاں منگائی تھیں ایک ساڑھی بے حد پسند تھی مگر جیب میں اتنے دام نہیں بار بار بے چین ہو کر وہی پسند آئی مگر میرے پاس بھلا اتنے دام کہاں کیسی اچھی ہے ...... رنگ تو دیکھو بیل ...... کیا کام ہو رہا ہے اور پھر کپڑا، وہ جو میں دلا رہا تھا اس کو طرح طرح سے گھما پھرا کر اس طرح مہنگا ثابت کیا گیا کہ سستا روئے بار بار اور مہنگا روئے ایک بار ایسے موقع پر غریب شوہر کیا کرے وہ ساڑھی پر نظر کرتا ہے اور پھر اپنی بیوی کے بھولے بھالے چہرہ پر آنکھیں چار ہوتی ہیں وہ آنکھیں جن میں محبت کا سمندر موجزن ہوتا ہے غریب شوہر کے کلیجے پر ایک گھونسا لگتا ہے دل پر ایک سانپ سا لوٹ جاتا ہے دل ہی دل میں کہتا ہے کہ ظالم مجھے ایک خبر میرا بس چلے تو جہاں لے دوں مگر کیا کروں بیوی بھی بے بسی کو دیکھتی ہے مجبوری کو تسلیم کرتی ہے۔ ایک سانس لے کر چپ سی ہو جاتی ہے مرد کے لیے شاید اس سے زیادہ کوئی تکلیف دہ چیز نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دفعہ وہ اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکے اور کہیں نہ کہیں سے روپیہ پیدا کر کے اپنی چہیتی بیوی کا کہنا کر دے مگر وہاں تو یہ حال ہے کہ آج ساڑھی کا قصہ ہے تو کل جمپر کا اور آج یہ چیز ہے تو کل وہ چیز کہاں تک کرے بیوی بے چاری بھی کچھ مجبور نہیں کرتی مگر اس کی آنکھیں مجبور ہیں زبان قابو میں ہے مگر دل قابو میں نہیں عمر کا تقاضہ ہے کہ اس سے بھی گئی گذری۔

غرض ایسا ہی موقعہ پسند کردہ ساڑھی تو نہ لی جا سکتی تھی اور نہ لینے کی طاقت تھی

مجبوراً ایک دوسری پسند کی گئی تھی اور دام لے کر اب میں خود جا رہا تھا کہ کچھ نہیں تو دس پانچ روپے اس میں کم کر دے اور اگر آدھے داموں میں دے دے تو پھر تو بڑھیا والی ہی لیتا آؤں۔

چلتے وقت خانم نے کہا دیکھئے ادھر سے جایئے گا ادھر سے ہو کر انگلی کے اشارے سے کہا اس سے یہ مطلب تھا کہ دوسری سڑک سے یعنی خاں صاحب کے گھر سے بچتے ہوئے کہ شطرنج نہ کھیلنے لگوں میرا کوئی ارادہ شطرنج کا نہ تھا میں نے ہنس کر کہا اب ایسا دیوانہ بھی نہیں کہ کام سے جا رہا ہوں اور چھوڑ چھاڑ شطرنج پر ڈٹ جاؤں۔

☆

خاں صاحب کی بیٹھک کے سامنے سے گذرا تو دیکھوں تو پھر جما ہوا ہے جی نہ مانا رفتار کچھ ہلکی کی ہی تھی کہ آواز سن کر خاں صاحب ننگے پیر چوکھٹ پر کھڑے ہو کر چلائے۔

اجی مرزا صاحب، اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ سائیکل کا انجن روک دیا اور اتر پڑا۔

دور ہی دور سے چلے جاؤ گے ایسا بھی کیا ہے کہ یہ کہہ کر خاں صاحب نے ہاتھ پکڑ کر مونڈھے پر بٹھایا ایک نئے شاطر...... آئے ہوئے تھے بڑے زور کی بازی ہو رہی تھی دونوں بازیاں برابر کی تھیں گذشتہ بازیوں کی خاں صاحب نے تفصیل سنائی میر صاحب نے بتایا کہ کسی طرح خاں صاحب نے پہلی بازی میں ایک غلط چال بتا کر ان کا گھوڑا پٹوا دیا اور پھر کس طرح دھوکے میں خود انہوں نے اپنا رخ پیدل کے منہ میں رکھ دیا ورنہ وہ بازی میر صاحب ضرور جیت جاتے بلکہ جیت ہی گئے تھے کیونکہ قلعہ دشمن کا توڑ ہی دیا تھا اور بادشاہ زچ پر بیٹھا تھا بس ایک گھوڑے کی شہ کی دیر تھی کہ غلطی سے پیدل کے منہ میں رخ رکھ دیا ورنہ گھوڑا کم ہونے پر بھی انہوں نے مات کر دی ہوتی نئے شاطر نے کچھ اس کی تردید کی وہ دراصل کافی تردید کرتے مگر مجبوری تھی اور کھیل میں منہمک تھے دوسری بازی کی تفصیل بھی میر صاحب سنانا

چاہتے تھے کہ کن غیر معمولی وجوہات سے اتفاقاً یہ بازی بھی بگڑ گئی مگر اب موجودہ کھیل زیادہ دل چسپ ہوا جا رہا تھا بازی بہت جلد ختم ہو گئی اور نئے شاطر پھر جیتے میں خاں صاحب سے یہ کہتا ہوا اٹھا کہ ابھی آیا کچھ کپڑا لے آؤں۔

خاں صاحب نے بڑے پختہ وعدے لیے جب جا کر چھوڑا کپڑے والے کی دوکان پر پہنچا اور ساڑھی خریدی دام نقد ہی دے دیئے لالہ صاحب بہت معقول آدمی تھے میرے دوستوں میں سے تھے اور بقول ان کے تمام کپڑے مجھے سستے داموں دے دیئے تھے۔

*

دوکان سے ساڑھی لے کر واپس آیا اور خاں صاحب کے یہاں شطرنج دیکھنے لگا بڑی کانٹے کی شطرنج کٹ رہی تھی کیونکہ میر صاحب نے ان نووارد شاطر کو مات دے دیا تھا اور اب دوسری بازی بھی چڑھی ہوئی تھی۔

میرے بتانے پر نووارد صاحب نے بھنا کر میری طرف دیکھا اور کہا بولنے کی نہیں ہے جناب۔

خاں صاحب تیز ہو کر بولے، میر صاحب کیا اندھے ہیں کیا اتنا نہیں دکھائی دیتا کہ مہرہ پٹ رہا ہے کیا وہ ایسے اناڑی ہیں۔

اور آپ بھی بتائے دیتے ہیں نووارد نے کہا ادھر میر صاحب واقعی اندھے ہو رہے تھے اور اگر خاں صاحب نہ بولتے تو گھوڑا مفت میں پٹ گیا ہوتا وہ گھوڑے کو پٹتا چھوڑ کر رخ چل رہے تھے اب رخ کی چال واپس کر کے انہوں نے گھوڑا پکڑا۔

چال ہو گئی نووارد نے بگڑ کر کہا چال کی واپسی نہیں ہے۔

میر صاحب جل کر بولے چھوئی موئی تھوڑی ہو رہا ہے شطرنج ہو رہی ہے چال کی واپسی کی برابر نہین مگر میں نے چال بھی تو نہیں چلی میں نے رخ کو چھوا اور چال ہو گئی؟ یہ کیا...... روتے ہو۔

جی نہیں نووارد نے کہا چال ہوگئی آپ کو رخ رکھنا پڑے گا میں چال واپس نہیں دوں گا۔ یہ کہہ کر رخ اٹھا کر اس جگہ رکھ دیا جہاں میر صاحب چل رہے تھے میر صاحب نے پھر اسے اٹھا کر اس کی جگہ رکھ لیا نووارد نے پھر رکھ لیا اور میر صاحب نے پھر واپس رکھ لیا تیز ہو کر نووارد نے بھنا کر کہا جی نہیں چلنا پڑے گا اور یہ کہہ کر رخ چھین کر وہاں رکھ دیا جہاں میر صاحب رکھ رہے تھے اور پھر اپنی چال بھی چل دی یعنی رخ سے میر صاحب کا گھوڑا مار کر مٹھی میں مضبوط پکڑ لیا۔

میر صاحب نے اور خاں صاحب نے ہلڑ سا مچا دیا میر صاحب کو جو تاؤ آیا تو گھوڑے کو رخ سے مار دیا نووارد نے اپنے پیل سے رخ کو مارا میر صاحب نے غصہ میں اپنے وزیر سے مخالف کے پیل کو دیدہ و دانستہ مار کر وزیر پٹا کر مہرے بساط پر پٹک دیئے یہ کہہ کر شطرنج کھیلتے ہو کہ روتے ہو؟ یہ لو میں ایسے اناڑیوں سے نہیں کھیلتا۔

اب میں بیٹھا مگر نہ میر صاحب کی زبان قابو میں تھی اور نہ خاں صاحب کی نتیجہ یہ نکلا کہ میر صاحب میرے مہرے اٹھا اٹھا کر چلنے لگے دو ملاؤں میں مرغی حرام وہ مضمون اس بازی کا ہوا یہ شیخ جی و نووارد ویسے بھی اچھی شطرنج کھیلتے تھے بازی بگڑنے لگی کہ میر صاحب نے پھر ایک چال واپس لی شیخ جی نے ہاتھ پکڑ لیا حالانکہ میر صاحب چال چل چکے تھے مگر کہنے لگے کہ ابھی تو مہرہ میرے ہاتھ میں تھا خوب جھائیں جھائیں ہوئی شیخ جی مہرہ پھینک کر بگڑ کھڑے ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ شیخ جی بھاگ گئے میں بھی اٹھنے کو ہوا تو میر صاحب نے کہا آؤ ایک بازی ہو جائے میں نے گھڑی دیکھی ابھی تو شام ہی ہے، میں نے جلدی جلدی مہرے جمائے کہ لاؤ ایک بازی کھیل لوں۔

میر صاحب زور کے کھیلنے والے جھٹ پٹ انہوں نے مات کر دیا میں نے جلدی سے دوسری بچھائی وقت کی بات میر صاحب نے وہ بھی مات کی تیسری بچھائی یہ دیر

تک لڑی میری بازی چڑھی ہوئی تھی اور میں ضرور جیت جاتا کہ میرا وزیر دھوکہ میں پٹ گیا چال واپس کرنے کی ٹھہری نہیں تھی یہ بھی میر صاحب جیتے خوش ہو کر کہنے لگے اب تم سے کیا کھیلیں ہماری شطرنج خراب ہوتی ہے کوئی برابر والا ہو تو ایک بات بھی۔

مجھے غصہ آ رہا تھا میں نے میر صاحب وہ دن بھول گئے جب چار چار مات دیتا تھا اور ایک نہیں گنتا تھا میری شطرنج چھوٹی ہوتی ہے۔

میر صاحب اور میری جان جلائی کہنے لگے ہار جاتے ہیں تو سب یونہی کہتے ہیں۔

غرض پھر ہونے لگی اب میں جیتا میں کوشش کر رہا تھا کہ تینوں بازیاں اتار دوں اور میں نے دو اتار دیں اور تیسری زور سے جمی ہوئی تھی کہ خاں صاحب نے سر اٹھا کر باہر جھانکا کون ہے اور انہوں نے کہا اور سارس کی سی گردن اونچی کر کے دیکھ کر کہا۔

لیجئے کچھ طنزاً کہا وہ ایلچی آ گیا۔

یہ میرا ملازم احمد تھا وہ جا رہا تھا میں نے آواز دے کر بلایا۔

کیوں کیسے آئے ہو۔

کچھ نہیں صاحب...... دیکھنے بھیجا تھا۔

اور کچھ کہا تھا۔

جی نہیں بس یہی کہا تھا کہ دیکھ کے چلے آنا جلدی سے۔

تو دیکھو میں نے کیا کہو گے جا کے...... یہ کہنا خاں صاحب کے یہاں نہیں تھے یوسف صاحب کے یہاں تھے مگر نہیں تم سے تو یہی کہا ہے کہ خاں صاحب کے یہاں دیکھ لینا...... تو بس یہی کہہ دینا کہ نہیں تھے...... دیکھو۔

لاحول ولا قوۃ، خاں صاحب نے بگڑ کر کہا ارے میاں تم آدمی ہو کہ پنجشاخہ! بیوی نی ہوئی نعوذ باللہ وہ ہو گئی نہیں جی خاں صاحب نے غصہ سے احمد سے کہا جاؤ کہہ دینا

خاں صاحب کے یہاں بیٹھے شطرنج کھیل رہے ہیں اور ایسی ہی کھیلیں گے۔

نہیں نہیں دیکھو...... میں نے کہا مگر خاں صاحب نے جملہ کاٹ دیا۔

جاؤ یہاں سے کہہ دینا شطرنج کھیل رہے ہیں۔

مت کہنا میں نے کہا، ابھی آتا ہوں۔

احمد چلا گیا اور اب خاں صاحب نے مجھے آڑے ہاتھوں لیا بہت سی انہوں نے تجویزیں میرے سامنے پیش کیں مثلاً یہ کہ میں ڈوب مروں ...... دوسری شادی کر لوں...... گھر چھوڑ دوں یہ سب محض اس وجہ سے کہ ایسی زندگی سے کہ بیوی کی سخت گیری کی وجہ سے شطرنج کھیلنا نہ ملے موت بدرجہا بہتر ہے۔

غرض اسی حجت اور بحث میں میرا ایک رخ پٹ گیا اور میری بازی بگڑنے لگی کہ میں نے میر صاحب کا وزیر مار لیا۔

میر صاحب غصہ ہو کر پھاند پڑے ادھر لاؤ وزیر...... ہاتھ سے وزیر چھینتے ہوا بھی تو میرے ہاتھ ہی میں تھا۔

اس کی نہیں ہے میں نے وزیر واپس نہیں دوں گا ابھی تم نے مجھ سے گھوڑے والا پیدل زبردستی چلوالیا تھا اور اب اپنی دفعہ یوں کہتے ہو میں نہیں دوں گا۔

خاں صاحب بھی میر صاحب کی طرف داری کرنے لگے مگر یہ آخری بازی تھی جس سے میں برابر ہوا جا رہا تھا لہذا میں نے کہا ہرگز ہرگز چال واپس نہ دوں گا خوب خوب حجت ہوئی گذشتہ اور پرانی بازیوں کا ذکر کیا گیا مجھے ان سے شکایت تھی کہ پرانی ماتیں جو میں نے ان کو دی تھیں وہ بھول گئے اور یہی شکایت ان کو مجھ سے پرانی ماتوں کا نہ میں نے اقبال کیا اور نہ انہوں نے بالاخر طے ہو گیا کہ میں وزیر واپس نہیں دوں گا تو میر صاحب نے مہرے پھینک کر قسم کھائی کہ اب مجھ سے کبھی نہ کھیلیں گے لعنت ہے اس کے اوپر جو تم سے کبھی کھیلے بے ایمان نہیں تو کہیں کے تف ہے اس کم بخت پر جو اب تم سے کھیلے۔

میں نے بھی اس قسم کے الفاظ دہرائے اور نہایت بدمزگی سے ہم دونوں اٹھنے لگے خاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بھئی یہ تو کچھ نہ ہوا برابر سرابر ہو گئی ایک تو ہارنا چاہیے۔ اس پر میر صاحب بولے کہ میں جیتا اور میں بولا کہ یہ غلط کہتے ہیں برابر رہے خاں صاحب تم مسلمان ہو اور میرا یقین نہیں کرتے میں قسم کا کھا چکا لعنت ہو اس پر جواب ان سے کھیلے۔

میں نے میر صاحب سے طنزاً کہا میر صاحب قبلہ یہ شطرنج ہے شطرنج اس کو شطرنج کہتے ہیں مذاق نہ باشد ابھی سیکھئے کچھ دن۔

ارے جاؤ، میر صاحب بولے۔ بہت کھلاڑی دیکھے ہیں نہ معلوم تم سے کتنوں کو سکھا کر چھوڑ دیا ابھی کچھ دن اور کھیلو اسی قسم کی باتیں کرتے ہوئے میر صاحب اٹھ کر چلے گئے خاں صاحب میرے لیے پان لینے گئے میں اپنی سائیکل کے پاس پہنچا اور بتی جلائی اتنے میں خاں صاحب پان لے کر آ گئے اور میں چل دیا۔

بہ مشکل سامنے کے موڑ پر پہنچا ہوں گا کہ سامنے سے ایک آدمی نے ہاتھ سے مجھے روکا میں رک گیا تو اس نے پیچھے اشارہ کیا مڑ کر دیکھتا کیا ہوں کہ میر صاحب چلاتے بھاگے آتے ہیں۔

اجی مرزا صاحب خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میر صاحب ہانپتے ہوئے بولے۔ واللہ میں نے اچھی طرح حساب کیا کعبہ کے رخ ہاتھ اٹھا کے کہتا ہوں میری دو بازیاں اس آخری بازی کو چھوڑ کر تمہارے اوپر چڑھی ہیں۔

میں نے کہا بالکل غلط بلکہ میری ہی آپ پر ہوں گی آپ وہ اس روز اتوار والی بازی بھی لگاتے ہوں گے وہ جس میں آپ کا رخ گم تھا۔

کیوں نہیں ضرور لگاؤں گا میر صاحب نے کہا۔

یہ کیسے میں نے کہا خوب خاں صاحب کی بازی اگر میں دیکھنے لگا اور ایک آدھ چال بتا دی تو وہ مات مجھے کیسے ہوا۔

اچھا وہ بھی جانے دو خیر تو پھر ایک تو رہی۔

وہ کون سی؟

وہ جو شوکت صاحب کے یہاں ہوئی تھی۔

کون سی کون مجھے یاد نہیں۔

ہاں ہاں بھلا ایسی باتیں تمہیں کیوں یاد رہنے لگیں ایسے بچہ ہونا۔

مجھے تو یاد نہیں میر صاحب میں نے کہا کہ کبھی بھی آپ کا مات فاضل چھوڑ کر اٹھا ہوں یا تو اتار کر اٹھا ورنہ آپ پر چڑھا کر۔

ارے میاں ایک روز سب کو مرنا ہے کیوں اپنی عاقبت ایک بازی شطرنج کے پیچھے خراب کرتے ہو ذرا خدا رسول سے نہیں ڈرتے شرم نہیں آتی مات پہ کھاتے ہو اور بھول جاتے ہو۔

صاحب میں نے کہا۔ آپ تو تین جنم لیں تب بھی مجھے مات دینے کا خواب نہیں دیکھ سکتے وہ اور بات ہے کہ بھول چوک میں ایک آدھ بازی پڑی مل جائے۔

ارے تم بے چارے کیا کھا کر کھیلو گے گھر والی تو قابو میں آتی میاں شطرنج کھیلنے چلے ہیں ابھی دس برس رخ اٹھا کے کھلاؤں کیا بتاؤں قسم کھا چکا ہوں ورنہ ابھی بتا دینا۔

میری صاحب یہ شطرنج ہے میں نے طنزاً کہا کبھی خواب میں بھی جیتے ہو۔

کیا قسم میر تم تڑواؤ گے؟

ابھی شطرنج سیکھیے یہ کہہ کر میں نے پیر مار کر انجن اسٹارٹ کر دیا اور سائیکل کو آگے بڑھایا۔

تو پھر ایک بازی میری رہی۔ میر صاحب ہینڈل پکڑ کر بولے۔

غلط بات، میں نے کہا۔

لیکن میر صاحب نے سائیکل کو روک کر کھڑا کر دیا اور بولے ماننا پڑے گی۔

میں نے کہا نہیں مانتا۔

میر صاحب بولے تمہیں ماننا پڑے گی نہیں تو پھر آ جاؤ...... ابھی قسم تو ٹوٹے گی ہی لیکن خیر ایک بازی۔

میں نے کچھ سوچا یہ واقعہ تھا کہ اگر کھیلوں تو میر صاحب بھلا کیا جیت سکتے تھے۔ لہذا میں نے میر صاحب سے طے کر لیا کہ بس ایک بازی پر معاملہ طے ہے میں ہار جاؤں تو یا وہ ہارے تو ہمیشہ ہار کھلائیں گے سودا اچھا تھا لہذا میں نے سائیکل موڑ لی۔

* * *

خاں صاحب کے اخلاق کو دیکھیے کنڈی کھٹکھٹاتے ہی کھانا کھانے سے اٹھ کر آئے اور بھئی واللہ کہہ کر پھر اندر گھس گئے اور پھر جو آئے تو لالٹین اور کھانے کی سینی ہاتھ میں لیے بہت کچھ معذرت کی مگر بے کار خاں صاحب نے زبردتی کھلایا اور پھر شاباش ہے خاں صاحب کی بیوی کو انڈے جلدی سے تل کر فوراً تیار کیے کھانا وغیرہ کھا کر ہم دونوں نے اپنا معاملہ خاں صاحب کے سامنے پیش کیا قصہ مختصر شطرنج جم گئی مجھے گھر جانے کی بڑی فکر تھی کہ خانم کیا کہے گی مگر ایک بازی کا کھیلنا ہی کیا۔

شروع ہی سے میری بازی چڑھ گئی اور تابڑ توڑ دو چار تیز چالیں نکال کر اپنے رخ سے میر صاحب کا وزیر میں نے لے لیا۔ میر صاحب نے یہ کہہ کر مہرے پھینک دیئے اتفاق کی بات ہے نظر چوک گئی میں اٹھ کر چلنے لگا کہ دیر ہو رہی ہے۔ خاں صاحب نے ہاتھ پکڑا کہ ایک بازی اور ہی میر صاحب چپ تھے کہ میں نے کہا اب ہم دونوں برابر ہو گئے اب کوئی ضرورت نہیں۔

خاں صاحب ہنس کر بولے کہ واہ یہ طے ہو جانا چاہیے کون زبردست کھلاڑی ہے برابر رہنا ٹھیک ادھر میر صاحب نے اب اس اتوار والی بازی کا پھر شمار کر لیا جس سے وہ دست بردار ہو چکے تھے اور کہنے لگے کہ ایک اب بھی مجھ سے جیتے رہے ادھر خانم کا ڈر لگا ہوا ادھر میر صاحب کی ضد اور خاں صاحب کی کوشش نتیجہ یہ نکلا کہ بس ایک

بازی اور ہوا در طے ہو جائے قسمت کی خوبی کہ بازی جمائی اور چومہری اٹھی اس کے بعد کی بازی میر صاحب نے ایک چال پر قائم کر دی شہ شہ بس شہ دیئے جائیں تو ان کی بچت ہے یہ بھی قائم اٹھی پھر دوسری بازی بچھی اس میں، میں بڑی کامیابی کے ساتھ کھیلا اور میں نے سوچا پیدل کی مات کروں گا پورا مہرہ زائد تھا مگر بد قسمتی سے خاں صاحب کا بادشاہ زچ ہو گیا اور یہ بھی قائم اٹھی میں گھبرا گیا بڑی دیر ہو گئی تھی جاڑوں کے دن تھے گھڑی پر نظر کی ساڑھے بارہ بجے تھے۔

(۴)

میں گھبرا اٹھا بڑی دیر ہو گئی اب کیا ہو؟ خانم کیا کہے گی؟ خوب لڑے گی بڑی گڑبڑ کرے گی۔ غالباً صبح تک لڑتی رہے گی کیا کیا جائے؟ کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا ایک تدبیر سمجھ میں آ گئی سیدھا بزاز کی دوکان پر پہنچا دوکان بند تھی مکان معلوم تھا رات کو لالہ جا کھٹکھٹایا لالہ گھبرائے ہوئے باہر نکلنے میں نے مطلب بیان کہ وہ عمدہ والی ساری دے دو ابھی چاہیے لالہ صاحب گھبرائے کہا خیر تو ہے مگر میں نے کہا کہ ابھی دو لالہ نے بہانے کیے مگر میں بھلا کب ماننے والا تھا لالہ نے اپنے دو آدمی ساتھ لیے اور میں نے وہی عمدہ والی ساڑھی لے لی اور جو پہلے لے گیا تھا وہ واپس کر دی اب سیدھا گھر کا رخ کیا جیسے ہی پھاٹک میں داخل انجن روک دیا اور پیدل گاڑی کو گھسیٹتا لے چلا گاڑی کھڑی کر کے ہینڈل ہاتھ میں لیا اور چپکے سے دروازہ کا رخ کیا اپنے ہی کتے نے ٹانگ لی اسے چپکا کیا اور برآمدہ میں پہنچ کر راستہ تلاش کیا سب دروازے بند تھے خیال آیا کہ غسل خانہ کی چٹخنی ڈھیلی ہے مگر وہاں بھی ناکامی ہوئی مجبوراً صحن کی دیوار پر چڑھنے کی ٹھانی نیم کے نیچے بھینس بندھی تھی اس کی ناند پر کھڑے ہو کر ایک پیر دیوار پر رکھ کر دوسرے ہاتھ کا سہارا لے کر اندر داخل ہوا دھیرے دھیرے سونے کے کمرے کی طرف چلا چاروں طرف سناٹا تھا اور میں چپکے سے کپڑے بدل کر کمرے میں داخل ہو گیا اور بڑی …… پھرتی کے ساتھ لحاف کے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

اندر گھس گیا۔

میں سمجھتا تھا کہ خانم سو رہی ہے مگر وہ جاگ رہی تھی وہ جھوٹ موٹ کھانسی گویا یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میں جاگتی ہوں ادھر میں بھی کھنکارا کہ جاگتی ہو تو کیا کر لو گی؟ میرے پاس بڑھیا والی ساڑھی ہے ایک اور کروٹ انہوں نے لی اور پھر بڑبڑائیں لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا میں بھلا کب دبنے والا تھا میں نے کہا کیوں؟ کیا جاگتی ہو؟

وہ بولیں تمہاری بلا سے تم شطرنج کھیلنے جاؤ میں کل جاتی ہوں۔

تم بھی عجیب آدمی ہو۔ میں نے ڈانٹ کر کہا۔ بزاز کے ہاں گیا وہاں خاں صاحب مل گئے اور زبردستی انہوں نے وہی پیازی رنگ والی ساڑھی دلوا دی بہت کچھ میں نے کہا کہ دام نہیں مگر......

پھر؟ خانم نے بات کاٹ کر کہا پھر وہ ساڑھی کیا ہوئی اٹھ کر وہ لحاف میں بیٹھ گئیں۔

ہوتی کیا...... وہاں سے ساڑھی لے کر چلا خاں صاحب کے یہاں آیا، کھانا انہوں نے کھلایا وہ چار آدمی......

ہوگا، خانم نے کہا ہوں گے آدمی۔ پھر وہ ساڑھی وہی پیازی رنگ والی......

یہ لو کہہ کر میں نے بنڈل لاپروائی سے خانم کے لحاف پر مارا لیمپ کی روشنی فوراً تیز کر کے انہوں نے تیزی سے بنڈل کھولا۔ ساڑھی کو کھول کر جلدی سے دیکھا پھر میری طرف بجائے غصہ کے ان کی آنکھوں سے محبت آمیز شکریہ ٹپک رہا تھا۔ شطرنج پر اعتراض کو کجا نام تک نہ لیا وہ مارا اناڑی کو۔ میں نے دل میں کہا۔

(۵)

بہت دن جناب اسی ساڑھی کی بدولت خوب دیر کر کے آیا خوب شطرنج ہوتی جیسے پیشتر ہوتی تھی فرق تھا تو یہ بجائے میرے گھر کے اب خاں صاحب کے گھر پر پھڑ جمتا۔

مگر رفتہ رفتہ میری غیر حاضری اور شطرنج بازی پر بھنویں چڑھنے لگیں بجائے ملائم

کے ترش روئی اور کج بحثی دراصل استانی جی خانم کو بھڑکاتی رہتی تھیں آہستہ آہستہ خانم نے پیچ کسنا شروع کیا مگر شطرنج کسی نہ کسی طرح ہوتی ہی رہی۔

* * *

ساری خدائی ایک طرف خانم کا بھائی ایک طرف وجہ شاید اس کی یہ تھی کہ خانم کے بھائی اصل معنی میں بھائی تھے۔ یعنی صورت شکل ہو بہو ایک بالکل ایک ذرہ بھر فرق نہ تھا عمر میں بھی کچھ فرق نہ تھا صرف گھنٹہ بھر بڑے تھے تمام بہن بھائیوں کے بھائی بے حد عزیز ہیں پہلی مرتبہ بہن کے یہاں آئے ہیں بہن کا بھائی کا نام سنتے ہی یہ حال ہو گیا کہ ننگے پیر دوڑ کر بھائی سے لپٹ گئی بھائی خود بے تاب تھا سینہ سے لگا کر بہن کی گردن کو بوسہ دیا بہن بھائی نے مسلسل جم کر یکسوئی کے ساتھ گھنٹوں اس طرح باتیں کیں کہ مجھے خیال ہونے لگا دونوں دیوانے ہیں بہن اپنے بھائی کو کتنا چاہتی تھی؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ میں خانم کے بھائی سے محبت کو دیکھ کر رشک کر رہا تھا ظاہر ہے کہ خانم کے بھائی تو ایک طرف کہنے میں میں کہاں تک حق بجانب تھا۔

یہ شاید بھائی کی محبت ہی کا تقاضا تھا۔ کہ خانم نے مجھے کونے میں لے جا کر بڑے پیار سے کہا دیکھو اب دو چار روز شطرنج نہ کھیلنا بالکل نہ کھیلنا۔

میں نے خانم کے خوب صورت چہرے کو دیکھا کس طرح اس نے محبت سے مجھ سے کہا شاید اس طرز و انداز نے بت پرستی و شرک کی بنیاد ڈالی ہے! مظلوم غریب کیا کرے ظالم کے کہنے کو کیسے رد کرے؟ خانم کی آنکھ کے نیچے کسی چیز کا ذرہ لگا ہوا تھا میں نے اس کو ہٹانے کے لیے انگلی بڑھائی آنکھیں جھپکا کر خانم نے خود رومال سے اس کو پاک کیا یہ ہاتھ پکڑ کر اور بھی زیادہ سفا کی سے زور دے کر شطرنج کو منع کیا۔

قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں خانم کے بھائی پکارے بجو……

بے تاب ہو کر خانم نے کہا بھیا…… اور بے تحاشا جیسے رسی توڑا کر بھاگی کہ بھیا

خود آ گئے کیا کر رہی ہے۔ خانم کے بھائی نے اپنے خوبصورت چہرے کو عجیب جنبش دے کر مسکراتے ہوئے کہا۔

ایک ٹھنڈی سانس بھر کے خانم نے اس طرح کہا جیسے کوئی دکھ بھری داستان کا حوالہ تھا۔ شطرنج کو منع کر رہی ہوں شطرنج۔

کیوں؟

دن دن بھر کھیلتے ہیں رات رات بھر کھیلتے ہیں اور وہ کم بخت خاں صاحب ہیں کہ

......

بھائی خدا کے واسطے شطرنج چھوڑیئے آپ برج نہیں کھیلتے برج کھیلا کیجئے۔ بھیا نے کہا۔

ہاں شطرنج کھیلیں مگر یہ شطرنج تو......

بڑی خراب چیز ہے بھائی...... بجو (بہن سے اپنی مخاطب ہو کے کہا) تو ان کی شطرنج جلا ڈالی۔

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو۔ میں نے کہا بھیا میرے پاس۔

خانم ذرا چیخ کے بولی۔ وہ تو کم بخت خاں صاحب ایسے ہیں کہ ان کے ہاں جا جا کر کھیلتے ہیں۔

مجھ سے مخاطب ہو کر وعدہ کیجئے جب تک بھیا ہیں بالکل نہ کھیلئے گا چنانچہ میں پختہ وعدہ کر لیا پختہ۔

(۶)

چلتے وقت خانم نے مسکرا کر انگلی گھما کر کہا تھا ادھر سے جایئے گا...... ادھر سے۔

بھیا کی طرف میں نے مسکرا کر کہا دیکھتے ہو تم ان کا پاگل پن۔

بھیا کچھ نہ سمجھے کہ ان باتوں کا یہ مطلب ہے کہ خاں صاحب کی طرف ہو کے مت جانا میں تو چل دیا بہن اپنے بھائی کو سمجھاتی رہی ہو گی کہ اس کا کیا مطلب

ہے......؟

* * *

واہ بھئی واہ غضب کرتے ہو یہ کہتے ہوئے خاں صاحب اپنے ہاتھ کا سگنل سامنے کئے ہوئے کھڑے تھے۔ ایسا بھی کیا پھٹ پھٹ کرتے بھاگے جاتے ہو سنتے ہی نہیں۔

میں نے گاڑی تو روک لی مگر اترا نہیں اور ویسے ہی کنارے ہو کر کہا کام سے جا رہا ہوں کام سے۔

ایسا بھی کیا ہے؟ خاں صاحب نے بازو پکڑتے ہوئے کہا ذرا تو بیٹھو۔

اماں مرزا صاحب...... مرزا جی...... میر صاحب بیٹھک میں سے بولے واللہ دیکھو...... تمہیں واللہ اماں سنتے نہیں...... ہاتھ سے ہلا کر بولے تمہیں واللہ ذرا آ کر تماشا تو دیکھو کیسا لالہ جی کا وزیر گھیرا ہے...... ارے میاں ذرا۔

نہیں ہم تمہیں نہ چھوڑیں گے۔ یہ کہ کر خاں صاحب نے گھسیٹا۔

بخدا مجھے ضروری کام سے جانا ہے کل صبح تڑکے ہی موٹر چاہیے اتوار کا دن ہے ویسے ہی موٹر خالی نہیں ہوتا ہے۔

بیرسٹر صاحب کے یہاں جا رہے ہوں گے موٹر لینے کیوں کیا کرو گے؟

میں نے خاں صاحب کو بتایا کہ خانم اور ان کے بھائی دونوں کو کل دن بھر مختلف مقامات کی سیر کرانا ہے۔

لاحول ولا قوۃ، خاں صاحب نے گھسیٹتے ہوئے کہا اماں ہم سمجھے کوئی کام ہو گا۔

واللہ تم نے تو غضب ہی کر دیا ذرا غور کرو...... بھئی اندر چلو۔

میں نہیں رک سکتا۔

بخدا ذرا دیر کو بس دو منٹ کو...... بس پان کھاتے جاؤ۔

یہ کہہ کر خاں صاحب نے آ کر خود ہی گھسیٹ لیا بیٹھک میں پہنچا تو میر صاحب

مارے خوشی کے بے حال تھے۔

واللہ بھئی مرزا کیا بتاؤں تم نہ آئے دیکھو ان کا وزیر یہاں تھا۔ میں نے پیدل جو آگے بڑھایا تو

"تو مہرے آپ کیوں جگہ سے ہٹاتے ہیں کھیلنا ہو تو کھیلئے ...... یہ کہہ کر لالہ صاحب نے میر صاحب کو چپ کیا اور ادھر خاں صاحب نے اپنا سلسلہ کلام شروع کیا۔

لیکن میر صاحب کہہ رہے تھے...... ہاں تو بات یہ ہے کہ میاں تم ابھی ناتجربہ کار ہو بھلا عورتوں کو موٹروں میں سیر سے کیا تعلق؟ خدارا شعور سیکھو جب ہی تو ہے کہ آپ کی گھر میں آپ کو شطرنج۔

نقشہ دیکھو...... ارے ...... میر صاحب نے زور سے ہاتھ پکڑ کر خاں صاحب کو ہلا ڈالا واللہ بادشاہ کو کیا گھیرا ہے۔ ...... اپنا وزیر ہٹا کر ...... ؟ مخالف مخاطب ہو کر ماریئے وزیر لالہ صاحب...... وزیر مارنا پڑے گا مارو تو مات ...... لو مات! لو مہرے اور پیٹو...... بوندیں آگئیں اور بنو ہٹاؤ چلو یہ لو۔

میر صاحب نے واقعی خوب مات کیا تھا اور میں اٹھنے لگا۔

بھئی ہم نہ جانے دیں گے بغیر پان کھائے ہوئے ...... ارے پان لانا ...... خاں صاحب نے زور سے اندر آواز دی اور پھر کہا بھئی کوئی بات بھی ہے عورتوں کو اول تو سیر کرانا ہی منع ہے اور پھر تم دیکھ رہے ہو کہ روز بروز تمہارے گھر کی حالت خراب ہوئی جارہی ہے۔ آج شطرنج کو منع کرتی ہے کل کہہ دیں گے کچہری نہ جایا کرو...... چھوڑو ان باتوں کو اور نہ سہی تو ایک بازی میر صاحب کی دیکھ لو چلے جانا جلدی کاہے کی ہے۔

میر صاحب کا کھیل میں نے بہت دیکھا ہے۔ میں نے کہا مجھے جلدی جانا ہے۔

میرا کھیل میر صاحب بولے میرا کھیل دیکھا ہے یہ کہو مذاق دیکھا ہے۔ تمہارے

ساتھ کھیلتا تھوڑا ہی ہوں مذاق کرتا ہوں۔

اس روز زچ ہوگئی ...... بازی زچ ہوگئی ہوگی ورنہ پیدل ہوتی اور وہ بھی پیدل پسند۔

بازی تو آپ کی خوب چڑھی ہوئی تھی۔ خاں صاحب نے تائید کی۔

جی ہاں میر صاحب بولے میں ڈھیل دے کر کاٹتا ہوں اناڑی کو بڑھا کر گراتا ہوں اور ایک میری اب بھی حضرت پر چڑھی ہوئی ہے۔

مگر گئے چڑھانے والے۔ میں نے ترش روئی سے کہا میر صاحب یہ شطرنج ہے۔

تو پھر آجاؤ نا...... تمہیں آجاؤ۔

بھئی ہوگی...... ہوگی...... ہٹو ہٹو...... خاں صاحب نے شطرنج میری طرف گھسیٹے ہوئے کہا ہوگی...... بس ایک بازی ہوگی۔

نہیں صاحب مجھے جانا ہے ضروری کام سے میں نے کہا۔

ہم آدمی بھیج دیں گے...... دیکھا جائے گا اماں بیٹھو...... رکھو بس ایک۔

میں نے گھڑی کی طرف...... جماہی لے کر کہا اچھا لائیے ایک بازی میر صاحب کو مات دے دوں آؤ بس ایک ہوگی۔

ایک بازی میر صاحب پر واقعی کی نظر کی چوک سے ہوگئی اور بڑی جلدی ہوگئی تو میں اٹھنے لگا لیکن خاں صاحب نے آستین پکڑ لی کہ بھئی یہ اتفاق ہے یہ کچھ نہیں ایک اور کھیلو میں نے کہا کہ

خیر اچھا میں کھیلے لیتا ہوں اور بیٹھ گیا۔

مگر اتفاق تو دیکھئے کہ یہ اس سے بھی جلدی چٹ پٹ ہوگئی میر صاحب کا چہرہ فق ہوگیا غضب ہے دس منٹ میں دو بازیاں، خاں صاحب نے پھر پکڑ لیا اور کہا یہ کوئی بات نہیں۔

غرض اس طرح پانچ بازیاں میر صاحب پہ ہوگئیں اب میں بھلا کیسے جا سکتا تھا کیوں نہ سات بازیاں کر کے میر صاحب کے لنگڑی باندھوں اور پھر دو بازیاں اور یعنی پوری نو کر کے نوشیرواں کر دوں ضرور کروں گا ابھی تو بہت وقت ہے۔

میں نے میں جاتا ہوں ورنہ لنگڑی کے لیے رسی منگائیے میر صاحب غصہ میں خود چارپائی کی ادوان کھولنے لگے خاں صاحب نے فوراً رسی منگا دی اور اب زور و شور سے شطرنج شروع ہوئی۔

* * *

ایک بج گیا اور میں اب گویا چونک سا گیا مع مبالغہ سینکڑوں بازیاں ہوئیں مگر نہ تو مجھے لنگڑی نصیب ہوئی اور نوشیرواں رات گئے ختم کی۔

میں شطرنج چھوڑ چھاڑ سیدھا گھر بھاگا پھاٹک پر جب سائیکل روکی ہے تو آدھی رات گزر کر سوا بجے کا عمل تھا۔

یا اللہ اب کیا کروں میں نے پریشان ہو کر کہا خانم کیا کہے گی۔ لاحول ولا قوۃ میں نے بھی کیا حماقت کی بھیا کیا کہے گا؟ بڑی لڑائی ہو گی شش و پنج میں کھڑا سوچتا رہا مگر اب تو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔

* * *

اسی روز کی طرح بھینس کی ناند پر سے دیوار پار کی استانی جی کے کمرے کے سامنے ہوتا ہوا تیزی سے نکل گیا کمرے میں اندھیرا تھا ٹٹول ٹٹول کر کپڑے اتارے سلیپر بغل میں داب برابر والے کمرے میں داخل ہوا جس میں بھیا کا پلنگ تھا بڑی ہوشیاری سے چاروں ہاتھ پاؤں پر چلتا ہوا گویا جانور کی طرح جانے کی ٹھہرائی اور کوئی صورت ہی نہ تھی آدھے کمرے میں جو پہنچا تو ماتھے پر میز کا پایہ لگا اور اوپر سے کوئی چیز گردن پر اس زور سے گری کہ اس اندھیرے میں آنکھوں تلے اور اندھیرا آ گیا میں دبک کر بیٹھ گیا میں جانتا ہی تھا کہ بھیا بھی غافل سونے والا ہے خانم

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

سے بھی نمبر لے گیا ہے بغیر یہ دیکھے ہوئے کہ یہ کیا گردن زدنی چیز تھی جو میری گردن پر گری رینگتا ہوا کمرے سے نکل گیا اور اٹھ کر اب خانم کے کمرے کے دروازہ پہنچا خدا کا شکر ہے کہ اندھیرا گھپ تھا اسی طرح چاروں ہاتھ پاؤں کے بل رینگنا شروع کیا کیونکہ اس روز خانم اٹھ بیٹھی تھی چپکے چپکے پہنچ کر غڑاپ سے اپنے بچھونے میں لحاف تان کر دم بخود پڑ رہا پڑے پڑے سو گیا۔

صبح دیر سے آنکھ کھلی اٹھا جو ہی تو کیا دیکھتا ہوں کہ خانم مع بستر غائب ارے! نکل کر دوڑا تمام معاملہ ہی الٹ پلٹ نہ بھیا ہیں نہ خانم نہ استانی جی نوکر نے کہا کہ رات کے بارہ بجے کی گاڑی سے سب گئے غضب ہی ہو گیا۔

*

نہ تو ناشتہ میں جی لگا اور نہ کسی اور طرف سخت طبیعت پریشان تھی اندھیرا ہو گیا جن کمروں میں بھیا اور خانم کی مزیدار باتوں اور قہقہوں سے چہل پہل تھی ان میں سناٹا تھا ادھر گھوما اُدھر گھوما اجڑ مقام تھا تھوڑی ہی دیر بعد باؤلوں کی طرح گھومنے لگا ایک دم سے غصہ آیا چلو خاں صاحب کے یہاں پھٹر جمے گا کپڑے آدھے پہنے تھے کہ طبیعت پہ خلجان سوار ہو گیا۔

خدا خدا کر کے تین بجے اب خانم گھر پہنچنے والی وہ گی لہذا تار دیا جلدی آؤ اور فوراً تار پہ جواب دو مگر جواب ندارد وقت گزر گیا اور دوسرا تار جوابی دیا کہ جلدی آؤ جواب آیا نہیں آتے، پھر جوابی تار دیا اب شطرنج کبھی نہیں کھیلیں گے جواب رات کو آیا خوب کھیلو۔ رات کے بارہ بجے کی گاڑی سے خود روانہ ہو گیا۔

خانم کے گھر پہنچا خانم کے ماں اور باپ دونوں خانم سے بے حد خفا تھے مگر خانم جب چلنے پر راضی ہوئی جب خدا اور رسول اور زمین و آسمان مع قرآن مجید اور خود خانم کے سر اور بھیا اور خود خانم کی محبت کی قسم کھائی وہ بھی بڑی مشکل سے وہ دن اور آج کا دن جناب میری شطرنج ایسی چھوٹی ہے کہ بیان سے باہر مگر سوچ میں رہتا ہوں کہ کون سی تدبیر نکالوں شاید کوئی شاطر بتا سکے۔

_________The End_____ختم شد_________